قصۂ نجد

مؤلف

سرفراز خان

مکتبہ رضویہ (اسپتال روڈ) چکوال

Marfat.com

قصۂ نجد

مؤلف

سرفراز خان

مکتبہ رضویہ (اسپتال روڈ) چکوال

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	قارئین کی خدمت میں		۱۵	وہابیت اور تصوف میں باہم پیوندکاری	
۲	حنابلہ		۱۶	دیوبند کی تحریک	
۳	سلفیہ		۱۷	حاجی عابد حسین	
۴	ابن تیمیہ		۱۸	مولانا محمد قاسم نانوتوی	
۵	حافظ ابن قیم		۱۹	مولانا رشید احمد گنگوہی	
۶	محمد بن عبدالوہاب		۲۰	مولانا خلیل احمد انبیٹھوی	
۷	وہابیت کا ورود ہند میں		۲۱	مولانا اشرف علی تھانوی	
۸	شاہ اسماعیل دہلوی		۲۲	مولانا حسین احمد مدنی	
۹	سید احمد بریلوی				
۱۰	حج کا سفر				
۱۱	جہاد				
۱۲	سکھوں کے خلاف جہاد				
۱۳	فضائل و مناقب				
۱۴	تقویت الایمان				

Marfat.com

نام کتاب ________ قصۂ نجد
مطبع ________ عظیمی پرنٹرز ناظم آباد ۱ کراچی ۱۸
ناشر ________ مکتبہ رضویہ چکوال
کاتب ________ M.-A-T
اشاعت اوّل ________ مئی سنہ ۱۹۸۵ء
قیمت عام ایڈیشن ________ ________
خاص ایڈیشن ________ ________

رابطہ کیجئے

مکتبہ رضویہ ہسپتال روڈ چکوال
مجلس رضا چکوال
پوسٹ بکس نمبر ۶۳

Marfat.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب کے بارے میں صحیح رائے آپ ہی کی ہوتی ہے، مصنف یا مؤلف کی اپنی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ انہیں صحیح معلومات سادہ، اور آسان پیرائے میں فراہم کردے، سو اس میں ہم کہاں تک کامیاب رہے یہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ یہ گذارش کرنا مناسب معلوم ہوگا کہ ہم نے دیانت داری سے واقعات کو مدون کرکے پیش کیا اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا ہے زیر بحث مسلک کے مخالفین کی کوئی تحریر ہم نے اس کتاب میں شامل نہیں کی۔ ان کی اپنی ہی تحریروں سے یہ مرقع مرتب کیا گیا ہے امید ہے یہ شعر اس کتاب پر پوری طرح منطبق ہوگا:

ے باز گو "قصۂ نجد" از یاران نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

کتاب کے نام سے اس کے اختتام تک یہی کوشش رہی کہ اس شعر کا ذوق برقرار رہے۔ محبت اور نفرت کے جذبات سے بالاتر ہوکر واقعات کا تجزیہ کرنے سے ہی حقیقی صورت حال کا ادراک ممکن ہوتا ہے ورنہ جماعتی تعصب اس کو اپنے خول سے باہر نہیں نکلنے دیتا، قارئین سے التماس ہے کہ غیر جانبدار ہوکر اس کتاب کو پڑھیں اور جو کوائف مرتب ہوں اس پر تجزیہ

Marfat.com

کرنے کا آپ کو حق پہنچتا ہے کتاب میں کوئی حوالہ اگر مشکوک نظر آئے ہم اس کے جواب دہ ہیں۔ حوالے کا سیاق و سباق میں جو مفہوم ہوگا وہی یہاں بھی ہوگا۔ اس حرکت سے قطعاً گریز کیا گیا ہے کہ چند الفاظ اپنے مطلب کے نکال کر بات بنا دی جائے۔ یہ علمی بددیانتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں ہر قسم کی بددیانتی اور ملاوٹ سے محفوظ رکھے۔ آمین

والسلام

دعاؤں کا طالب

سرفراز خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہا جاتا ہے کہ فلسفہ و منطق کا کرشمہ تھا جس نے اسلام کو مختلف فرقوں میں بانٹ دیا اور مسلمانوں کو دین کی اصل روح سے دور کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں عباسیہ دور میں بلکہ بنو امیہ کے دور حکومت ہی سے درباروں میں عیسائی متکلمین پہنچنے شروع ہو گئے تھے اور وہ اپنے عقاید کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کرتے تھے اور اسی خوبصورتی سے اسلامی عقاید پر اعتراضات بھی کرتے تھے۔ درباری تہذیب و شائستگی کے مطابق ان اعتراضات کو قابل توجہ نہ سمجھا جاتا تھا لیکن وہاں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو ان اعتراضات کو ناقابل برداشت سمجھتے تھے لیکن "کلامی" زبانی نہ سمجھنے کی وجہ سے خاموش رہتے۔

تہذیبی ارتقاء کے ساتھ ساتھ عقلی ارتقاء کا ہونا قدرتی عمل ہے۔ اور عقلیت پسندی میں عموماً اعتقاد پر زد پڑتی ہے۔ مسلمان اس فن سے ابھی بے بہرہ تھے ان کا لاجواب ہونا ضروری تھا۔ جنگ کے محاذ پر جو مسلمان شکست سے ناآشنا تھے انہیں علمی عقلی استدلالی محاذ پر پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس پسپائی سے تنگ آکر یا شوقیہ طور پر مسلمانوں سے بھی کچھ لوگ ایسے نکل آئے تھے جو علم الکلام، فلسفہ، منطق کی حلاوت سے آشنا ہونے لگے تھے۔ چنانچہ فقہا اور محدثین کی مخالفت کی پروا کئے بغیر وہ اس میدان میں اتر آئے اور انہی دشمنان اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ یہ شوق روز بروز بڑھتا گیا یہاں تک کہ عباسیہ دور حکومت اس کو بہت راس آیا۔ مامون الرشید

Marfat.com

مسند حکومت پر جلوہ آرا ہوا تو اس کی علم دوستی نے یونانی علوم کو تھوک کے حساب سے درآمد کرنا شروع کر دیا اور اس کے تراجم کے لئے درباری اعزاز مقرر کر دیئے۔ نئے علوم سے روشناس ہو کر اعتقاد متزلزل ہونے لگے اور نئے مسائل نے جنم لیا۔ مختلف زاویوں سے اسلامی عقاید پر یلغار شروع ہو گئی۔ فقہاء اور محدثین اس صورت حال سے نہایت پریشان تھے، انہیں اذیتیں دی جا رہی تھیں، یہ مقدس حضرات سب کچھ برداشت کر رہے تھے لیکن عقلی استدلالی انداز سے نہ تو ان کی تشفی ہوتی تھی اور نہ ہی وہ اپنے حریفوں کو مطمئن کر سکتے تھے، اس وقت کے تمام مسائل پر خلق قرآن کا مسئلہ چھایا ہوا تھا۔ گویا یہی مسئلہ تھا جو کفر و اسلام کے درمیان مفارق تھا۔

امام ابو حنیفہ نے مسائل کے حل کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں علمی ایمانی بصیرت سے فقہ کی جو بنیاد فراہم کی تھی اس پر بھی اعتراضات کا سلسلہ جاری تھا۔ امام صاحب کے بعد دوسرے فقہا کے علاوہ جن آئمہ کا ذکر ضروری سمجھا جاتا ہے ان میں علامہ ابو المنصور ماتریدی بھی ہیں۔ آپ کو علم الکلام میں زبردست عبور حاصل تھا۔ آپ اپنے دور کے مشہور مناظر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مناظرہ کرنے کی غرض سے بائیس ۲۲ دفعہ کوفہ سے بصرہ گئے۔ فقہ حنفیہ کے زبردست مبلغ اور مناظر تھے۔ عقائد کو علم الکلام کی روشنی میں آپ نے مدون کیا۔

اسی دور کی ایک اور مایہ ناز شخصیت امام ابو الحسن اشعری تھے جو معتزلہ کے تعلیم یافتہ، تربیت یافتہ اور انہی کے پروردہ تھے، ان سے باغی ہو کر محدثین اور فقہاء کی حمایت میں کمربستہ ہو گئے۔ آپ نے اسلامی عقاید کو جس رنگ

Marfat.com

میں پیش کیا۔ محدثین اور فقہا کی نظروں میں جچنے لگے۔ ان ہی خدمات جلیلہ کے صلہ میں عوام وخواص کی طرف سے امام اہل سنت کے خطاب سے نوازے گئے۔

اس وقت امام ابوالحسن اشعری اور امام المنصور ماتریدی کا ایک ہی مشن تھا وہ یہ کہ اہل سنت کی حمایت میں ان کے مخالفین سے نبرد آزما ہوں۔ اگرچہ بعض مسائل میں دونوں بزرگوں کا موقف مختلف تھا لیکن نتائج کے اعتبار سے زیادہ بُعد نہ تھا۔ ان کے شاگردوں نے ان اختلافات کو دور کرکے یکسانیت پیدا کر دی تھی اور اہل سنت والجماعت کے مسائل اور عقائد میں قرآن وحدیث کی بنیاد پر مستقل حصار قائم کر دیا گیا، مخالفین نے جو تشکیک پیدا کر دی تھی اس کو دور کر دیا اس طرح اہل سنت والجماعت، عقائد میں امام ابوالحسن اشعری اور امام ابوالمنصور ماتریدی کو اپنا امام مانتے ہیں اسی طرح اسلامی فروعات واجتہادات میں امام ابوحنیفہ کو اپنا امام مان کر حنفی کہلاتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ امام اشعری فقاہت میں امام احمد بن حنبل کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ لیکن عقاید میں مذاہب اربعہ، حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی امام ابوالحسن اشعری کو اپنا مقتدا مانتے ہیں۔ ان کی کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے مدوّن کردہ مسائل پر اتفاق کرتے ہیں۔

حنابلہ اسی دور میں ایک ایسی تحریک بھی پیدا ہوئی جو عقلی علوم، عقلی استدلال کی سخت مخالف تھی، ان کا کہنا تھا کہ عقلی استدلال غیر شرعی ہے اور دین میں عقلی استدلال اور عقل کا استعمال بدعت اور غیر ضروری ہے۔ اس "بنیادی اختلاف" کی بناء پر یہ لوگ اشعریوں کے رقیب بن گئے لیکن

Marfat.com

خود کو امام احمد بن حنبل کا مقلد کہتے تھے اور آپ کی رائے کو حجت سمجھتے تھے۔ حالانکہ امام اشعری بھی امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ مذاہب اربعہ عقاید میں آپ کی پیروی کرتے ہیں لیکن فقہی اختلاف مذاہب اربعہ میں موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل کی فقہ کا معیار ذرا کڑا قسم کا تھا آپ کی فقہ کے شارحین تاویلات بہت کم کیا کرتے تھے، آیات تاویل و تشبیہ کو انہی معانی میں لیتے تھے جبکہ اشاعرہ ایسی آیات کی تاویل کرتے تھے۔ اس طرح دونوں گروہ ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے اور معتزلہ جو کہ ان کے اصل دشمن تھے پس منظر میں چلے گئے۔ اشاعرہ اور حنابلہ میں مناظرے خوب ہوتے تھے علمائے اشاعرہ جہاں کہیں تقریر کرنے کھڑے ہوتے تھے۔ حنبلی وہیں ان سے الجھ جاتے تھے۔ اگرچہ ان کے اعتراضات کا جواب اشاعرہ کی طرف سے بار بار دیا گیا ہوتا لیکن حنبلی اس کو نامکمل سمجھتے تھے۔ چونکہ یہ جواب عقلی و استدلالی ہوتے تھے اور عقل کا استعمال حنابلہ کے نزدیک دین میں بدعت سمجھا جاتا تھا جس چیز پر انہیں زیادہ اعتراض تھا وہی غلطی دوبارہ اشعری کر دیتے تھے۔ ان کی دلیل تھی "کہ اگر دین کو سمجھنے میں عقلی دلائل کا سہارا لیا جائے اور ان پر بھروسہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے اکابر صحیح طور پر عقائد کو نہیں سمجھتے تھے۔" اگرچہ حنبلیوں کو بھی عقلی دلیل کا ہی سہارا لینا پڑا۔

سلفیہ

امام احمد بن حنبل کے مقلدین دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ان میں ایک حنبلی کہلانے لگا جو امام صاحب کی فقہ اور ان کے مشرب کا مکمل پیروکار تھا، دوسرا گروہ "سلفیہ" کہلاتا تھا۔ سلفیہ کا مطلب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے والا۔ بنیادی طور پر دونوں گروہ آپس میں

Marfat.com

ایک دوسرے کے خلاف رائے رکھتے تھے سلفیت عقاید اور احکام کی معرفت قرآن و حدیث سے حاصل کرنے کے دعویدار تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے عقل کی اتنی ہی ضرورت ہے جس کا تقاضا عبادت کرتی ہے۔ عقل کو جو غلبہ حاصل ہے وہ صرف قرآن و حدیث میں تطابق اور اس کی تائید کے لئے ہے براہ راست عقل سے استدلال بدعت ہے لہٰذا عقل سے استدلال نہیں ہونا چاہیئے۔

حنبلیوں میں اصل ٹکر سلفیہ اور اشعریہ کے درمیان تھی، سلفیہ عقاید میں توحید، صفات باری تعالیٰ، افعال العباد اور آیاتِ تشبیہ کی توجیہہ اپنے مخصوص انداز اور نقطہ نظر سے کرتے تھے مثلاً

۱. فوت شدہ افراد سے توسل کرنا وحدانیت کے خلاف ہے لہٰذا یہ شرک ہے۔
۲. روضۂ نبوی کے روبرو ہو کر اس کی زیارت کرنا شرک ہے لیکن بعد میں نرمی پیدا کر لی گئی۔
۳. روضۂ نبوی کے اردگرد چکر لگانا شرک ہے۔
۴. کسی نبی یا ولی کی قبر کے روبرو جا کر خدا سے دعا مانگنا شرک ہے۔
۵. سلف صالحین کا یہی مذہب تھا اس کے خلاف کرنے والا بدعتی اور مشرک ہے۔

سلفیہ کا ٹھیٹھ حرفی مذہب تھا اور اس کو سلف صالحین کی جانب منسوب کرتے تھے۔ حنابلہ کا دوسرا گروہ ان کے مخالف ہو گیا تھا چونکہ ان کے تجسیم و تشبیہہ کے عقیدے (جس کی بنیاد پر مذکورہ بالا عقاید کو مرتب کیا گیا تھا) کی رو سے

Marfat.com

خدا کے لئے جسم لازم آتا ہے جب خدا کی طرف حسی اشارہ کیا جا سکتا ہے تو اس کا مجسم ہونا لازم آتا ہے۔ سلفیہ کے ان ہی عقائد سے تنگ آ کر مشہور حنبلی فقیہ علامہ ابن جوزی ان کے مخالف ہو گئے تھے اور انہوں نے کہا کہ امام احمد بن حنبل کے یہ عقاید ہرگز نہ تھے جنہیں تم لوگ اپنی اختراعات سے امام احمد بن حنبل اور دوسرے صالحین کی جانب منسوب کرتے ہو چنانچہ فرماتے ہیں۔

"میں نے اپنے احباب میں بعض کو دیکھا کہ علم الاصول پر رائے زنی کرتے وقت غلط بیانی سے کام لیتے ہیں انہوں نے بعض ایسی کتابیں تصنیف کی ہیں جن سے اپنے مسلک کو ہی بدنام کر دیا۔ ان کی سطحیت کا حال یہ ہے کہ عوام معلوم ہوتے ہیں۔ وہ صفات الٰہی کو محسوس کی قبیل سے شمار کرتے ہیں وہ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو اپنی شکل و صورت کے مطابق پیدا کیا۔ وہ خدا کے اسماء و صفات کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور ان کو صفات کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہ بدعت ہے اس کی نہ کوئی نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی، وہ ایسی نصوص کی طرف مطلقاً توجہ نہیں دیتے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صفات کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر ان سے ایسا مفہوم اخذ کرنا چاہیے جو ذات باری کے شایان شان ہو وہ ایسے مسائل کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ صفات حدوث کو معتبر نہیں سمجھنا چاہیے۔ وہ صفات الٰہی کو صفات فعل کہنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کو صفات ذات بھی قرار دیتے ہیں۔

صفات کہہ کر وہ ان کی لغوی توجیہ نہیں کرتے مثلاً "ید"

Marfat.com

(ہاتھ) سے نعمت و قدرت مراد لی جائے "ساق" (پنڈلی) سے اس کی شدت مراد لی جائے۔ اس کے برعکس وہ ان کے ظاہری معنی و مفہوم مراد لیتے ہیں جو مخلوق کی صفات ہیں۔ اصل قاعدہ یہ ہے کہ امکانی حد سے کسی لفظ کا حقیقی مفہوم مراد لینا چاہیئے اگر کوئی دلیل واضح موجود نہ ہو تو مجاز کے معنیٰ پر محمول کیا جائے۔ اس پر طرہ یہ کہ اپنی جانب تشبیہہ کی نسبت بھی انہیں گوارا نہیں بلکہ اپنے آپ کو اہل سنت قرار دیتے ہیں حالانکہ ان کے قول و فعل و افکار صراحتہً مسلک تشبیہہ کے آئینہ دار ہیں۔ میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ میرے دوستو آپ کا دعویٰ سلف و صالحین کی اتباع کا ہے اور امام احمد بن حنبل کے مقلد ہونے کا ہے جو کوڑوں کے سائے تلے بھی یہی کہتے رہے کہ میں صرف وہی بات کہوں گا جو خدا اور رسول نے کہی۔ امام احمد کے مسلک کو بدنام نہ کرو۔ احادیث نبوی کو تم ظاہر پر محمول کر رہے ہو جہاں "قدم" ذکر ہے تم اسے پاؤں سمجھتے ہو، تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم حدیث نبوی کے علاوہ کچھ نہیں پڑھتے اس لئے ہم پر تنقید کوئی نہ کرے یاد رکھو! تمہارے رویے کا قابل مذمت پہلو یہ ہے کہ تم احادیث کو ان کے ظاہری پر ماحول کرتے ہو خدارا اس سلفی المشرب (امام احمد) کے مسلک میں وہ باتیں داخل نہ کرو جو انہوں نے نہیں کہیں۔"

سلفیت کی حرفیت پسندی نے حنبلی مسلک کو بدنام کر دیا تھا اور اس مسلک کو عوام کی نظروں میں غیر مقبول بنا دیا۔ صاحب الرائے حضرات یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ "وہ ایک تند مزاج تشبیہی مذہب ہے جس میں متعصبانہ روایت پرستی کے علاوہ کچھ نہیں اس میں نارواداری، دیوانگی کے درجے کو پہنچ گئی باہمی معاشرت تحمل، تعاون کی اس میں گنجائش نہیں اور یہ کسی رائج الوقت نظام کو قبول کر لینے کی

Marfat.com

اہلیت سے عاری ہے سلفیت کی متشدد اقوال پرستی اور خرد دشمنی خود اس کا بطلان کرتی ہے۔ سلفیہ جن نظریات و عقاید کو سلف کی جانب منسوب کرتے ہیں ان کا سلف سے کوئی تعلق نہیں شخصی تقلید سے گریز کے باوجود ذہنی تقلید ان کے جمود کی بین دلیل ہے اور سلفیت کے لئے موزوں بھی۔

ابن تیمیہ

احمد تقی الدین المعروف ابن تیمیہ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ کنیت ابوالعباس تھی لیکن خاندانی لقب ابن تیمیہ سے مشہور ہوئے۔ آپ کے دادا مجد الدین ابن تیمیہ حنبلی مسلک کے عالم تھے اور آپ کے والد عبدالحلیم بھی اس مسلک کے صاحب درس و افتا رہے۔ حران سے دمشق منتقل ہو کر جامع اموی میں کچھ عرصہ درس دیتے رہے۔

ابن تیمیہ نے بڑی توجہ سے تعلیم حاصل کی اور اپنے زمانے کے متنازعہ فیہ مسائل پر خصوصی توجہ دی۔ آپ کے زمانہ میں بھی اشاعرہ کے علم الکلام کے چرچے تھے سلطان صلاح الدین خود اشعری تھا، عوام و خواص کا مسلک اشعری تھا۔ اشعری مسلک کو حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔

سلفیت کی ٹکر بدستور اشاعرہ سے چلی آرہی تھی، اشاعرہ اور سلفیہ آپس میں ایک دوسرے کے مدمقابل چلے آرہے تھے اور اب بھی اسی طرح ایک دوسرے کے حریف سمجھے جاتے تھے۔ ان کا طریق بحث اپنے مسلک کی ترجمانی یعنی وہی ظاہری مفہوم پر بحث کرتے تھے۔ اشاعرہ کا علم الکلام اور طریق اثبات عقلی، استدلالی، منطقی اور برہانی تھا، سلفیہ نہایت دبے ہوئے تھے اور اشاعرہ

Marfat.com

پوری طرح چھائے ہوئے تھے ان کے سامنے بڑے بڑوں کا بس نہیں چلتا تھا سلفیہ ان کے سامنے عام آدمی کی طرح ظاہری اور سطحی علم کے لوگ تھے۔ سلفیہ کی اس زبوں حالی، بے چارگی نے ابن تیمیہ میں قومی حمیت پیدا کر دی تھی اور اس کو پرجوش بنا دیا تھا۔ اپنے مسلک کے مردہ ڈھانچے میں روح پھونکنے کے لئے نہایت محنت سے کام کیا اور اپنے وجود کا احساس اشاعرہ کو بھی دلایا تھا۔

ابن تیمیہؒ نہایت جارحانہ طریقے سے اپنے مخالفین کو پسپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اپنے والد کی وفات کے بعد جبکہ آپ کی عمر ۲۲ سال تھی درس و افتاء کی مسند سنبھال لی، پرجوش طبیعت نے بہت جلد اپنے حلقے کو وسیع کر لیا اور ان کی شہرت نے سرحدیں عبور کر لیں۔ سلفیہ کے عقائد کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے شام کے لوگوں نے ایک استفتاء مرتب کر کے آپ کے پاس بھیجا اور پوچھا کہ

" الرحمن علی العرش استواء " "ثم استویٰ الی السماء " جیسی آیات اور حدیث "انّ قلوب بنی آدم بین اصبعین من اصابع الرحمٰن" اور "یضع الجبار قدمہٗ فی النار" وغیرہ کے بارہ میں آپ کی رائے دریافت کی۔

اس کا آپ نے تفصیلی جواب دیا دوسرے علماء کی آراء بیان کر کے اپنے مسلک اور اپنی ذات سے تجسیم و تشبیہ کا دھبہ الگ کرنے کی کوشش کی اور جو کچھ وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اس کو صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور یہی سلفیت کا خاص مشرب ہے کہ سلف صالحین کا عقیدہ بھی ایسا ہی تھا۔

"ان سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ اللہ آسمان پر نہیں ہے یا وہ عرش پر نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ وہ ہر جگہ ہے اور تمام ممکنات اس کی نسبت سے یکساں ہیں

Marfat.com

اور یہ کہ نہ وہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج نہ متصل، نہ منفصل ہے۔"
وہ کہتے ہیں کہ سلف کا یہی عقیدہ تھا اس فتویٰ میں انہوں نے اپنا عقیدہ کھل کر بیان کیا. سلفیت جوکہ حنبلیت کی بگڑی ہوئی شکل ہے تجسیم وتشبیہ کے غازہ سے نکھار پیدا کرنے کی کوشش کی. اس سے جو ردعمل ہوا اس کے بارے میں ابن کثیر کہتے ہیں "علماء کا ایک گروہ ان کے خلاف ہوگیا اور ان کا اصرار تھا کہ وہ حنفی قاضی شیخ جلال الدین کی مجلس میں حاضر ہوں اور اس فتویٰ کے متعلق صفائی پیش کریں ابن تیمیہ نے اس کو منظور نہیں کیا لیکن سیف الدین کی حمایت سے ابن تیمیہ کے حوصلے بڑھ گئے اور اس شورش کو دبا دیا گیا۔"

ابن تیمیہ کا محبوب مشغلہ شرک وبدعت کے خلاف جہاد تھا ان کا خیال تھا کہ مشرکین کی رسم ورواج مسلمانوں میں گھس آئے ہیں لہذا ان کے تدارک ہی سے مسلمانوں کی اصلاح احوال ممکن ہے ان کے ساتھ ان کے تلازہ کی ایک جماعت تھی جو ان کا ہر مرحلہ پر ساتھ دیتی تھی جس کو انہوں نے "حسبۃ اللہ" کا ٹائیٹل دے رکھا تھا یعنی یہ ایک احتساب کرنے والی جماعت تھی. دوسرے معنی میں یہ "شرعی کوال" تھے.

جب ابن تیمیہ کی طرف سے کفر کے فتوؤں کی بوچھاڑ ہونے لگی تو رفاعی فقراء کی ایک جماعت نائب سلطنت کے پاس آئی اور مطالبہ کیا کہ ابن تیمیہ کو روکا جائے کہ وہ ان کے خلاف کفرسازی کے فتوے دینا بند کر دے. چنانچہ ابن تیمیہ کو بلا کر ان سے کہا گیا کہ فقراء کو آپ کے خلاف شکایت ہے تو انہوں نے کہا میں تو یہ فتوے دیتا رہوں گا. ان کی کرامات کا مجھ پر کچھ اثر نہ ہوگا

Marfat.com

میں تو اس کو شعبدہ بازی سمجھتا ہوں یہ لوگ اہل بدعت ہیں ان کی کرامات کا کچھ اعتبار نہیں۔

ابن تیمیہ کے خلاف ہر سطح پر مخالفت کا ایک محاذ بنا ہوا تھا۔ عوام نہایت شدت کے ساتھ ان کے خلاف جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ انہی حالات میں عقاید کی بحث دوبارہ چھڑ گئی۔ اس وقت سب سے زیادہ متنازعہ مسئلہ محی الدین ابن عربی کا مسلک وحدۃ الوجود تھا۔ ابن تیمیہ نے اس مسلک پر نہایت رکیک حملے کئے حالانکہ وحدۃ الوجود کے ماننے والوں میں نہایت جلیل القدر علما اور مشائخ تھے اور محی الدین ابن عربی کو شیخ اکبر مانتے تھے۔ ابن تیمیہ نے شیخ اکبر کی ذات پر حملے کئے اور آپ کے نظریے کو نہایت غلط طریقے سے پیش کیا مثلاً ابن عربی اور ان کے متبین کا مسلک یہ ہے "وجود ایک ہی ہے۔ خالق ہی مخلوق ہے اور مخلوق ہی خالق ہے۔ وجود میں رب و عبد کی کوئی تفریق نہیں۔ وہاں نہ کوئی خالق ہے نہ مخلوق نہ کوئی داعی ہے نہ کوئی مجیب وجود کا جب اعیان پر فیضان ہوا اور اس نے ان کے اندر ظہور کیا تو اعیان کی حیثیت سے اس میں تنوع اور تفریق پیدا ہوئی۔ . . . اس بناء پر وہ کہتے ہیں کہ گوسالہ پرستوں نے درحقیقت خدا ہی کی پرستش کی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام ہارون سے جو ناراض ہوئے تھے تو اس بات پر کہ انہوں نے گوسالہ پرستی کی مخالفت کیوں کی۔ ان کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام ان عارفین میں سے تھے جو ہر چیز میں حق تھا کہ "انا ربکم الاعلیٰ" بلکہ وہ عین حق تھا۔ فرعون کو چونکہ منصب حکومت حاصل تھا اور وہ صاحب وقت تھا تو اس نے بجا طور پر "انا ربکم الاعلیٰ"

Marfat.com

کہا اس لئے کہ جب کسی نہ کسی نسبت سے اور ارباب ہیں تو میں ان سے اعلیٰ ہوں۔
وہ کہتے ہیں کہ جادوگروں کو جب فرعون کی صداقت کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کا اعتراف کیا اور کہا " اقض ما انت قاض انما تقضی ھذہ الحیٰوۃ الدنیا " جو تمہیں کرنا ہے کرو تم اس دنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتے ہو اس لئے فرعون کا یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ " انا ربکم الاعلیٰ " اگرچہ فرعون عین حق پر تھا۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں دے کر ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ نظریہ کتنا خطرناک ہے وحدۃ الوجود کے قائلین اتنے ہی خطرناک ہیں جتنے تاتاری ان کے خیال میں ان لوگوں کا یہ عقیدہ دنیا کے سب شرکوں میں سب سے بڑا شرک ہے اور یہ لوگ سب سے بڑے مشرک ہیں۔ اس عقیدے کے لوگ خواہشات نفس میں بوالہوس ہیں اور تمام خرابیوں کی جڑ۔ اس عقیدے کے نتیجے میں بعض لڑکوں کے عشق میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے اور یہ مظہر خداوندی ہیں بعض جب بوسہ دیتے ہیں تو اپنے محبوب سے کہتے ہیں کہ تو خدا ہے بعض لوگ اپنی اولاد پر دست اندازی کرتے ہیں اور الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں " وغیرہ وغیرہ۔

ابن تیمیہ نے وحدۃ الوجود کے نظریہ کو جس انداز سے پیش کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے سوچنے کا انداز کیسا تھا اور اپنے مخالفین کے بارے میں کیا کیا اختراعات کر لیتے تھے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ کس درجہ کے انتہا پسند تھے اور اپنے مخالفین کے نظریات کو کس قدر منفی انداز میں پیش کرتے تھے۔ ان کے اسی انداز فکر نے ان کے مخالفین میں بہت زیادہ اضافہ کر

Marfat.com

دیا تھا۔ ان کی اس سوچ کی صدائے بازگشت مصر سے بھی سنائی دینے لگی تھی۔ علمائے کرام، صوفیائے عظام، عمایدین سلطنت اسی وحدۃ الوجود کے حامی تھے جو ابن تیمیہ کے نزدیک دنیا کے سب شرکوں میں سے سب سے بڑا شرک تھا۔ ابن تیمیہ کی اس جارحانہ روش کا سختی سے نوٹس لیا گیا اور انہیں مصر میں طلب کر لیا گیا چونکہ شام اس وقت مصر کا ایک صوبہ تھا، شام کی صورت حال انتہائی خراب ہو گئی۔ اس کا ذمہ دار ابن تیمیہ کو ٹھہرایا گیا ان کی اشتعال انگیز تحریروں سے امن عامہ میں خلل واقع ہونے لگا تھا۔ جب ابن تیمیہ مصر پہنچے تو ان کے خلاف مقدمہ قائم کیا گیا قاضی ابن مخلوف مالکی نے انہیں قید کر دینے کا حکم سنایا چنانچہ کچھ عرصہ قید رہنے کے بعد میل ملاپ کر کے انہیں رہا کرا لیا گیا۔

جیل سے رہا ہونے کے بعد دوبارہ درس و افتاء میں مصروف ہو گئے اور اس وقت مذاہب اربعہ متفقہ طور پر ان کے خلاف ہو چکے تھے لیکن صوفیاء و فقہاء سے زیادہ ابن تیمیہ سے ناراض تھے مصر وحدۃ الوجود کا مرکز تھا۔ صاحب حال صوفی شاعر ابن الفارض جیسے اکابر اس نظریئے کے ترجمان موجود تھے اور ابن تیمیہ سے سخت ٹکر ہو گئی بتمام صوفیاء کے رد میں ابن تیمیہ نے دوبارہ شدت اختیار کر لی تھی۔ مشہور صوفی شیخ طریقت ابن عطاء اللہ الاسکندری نے صوفیاء کی طرف سے ابن تیمیہ کے خلاف ایک نالش دائر کی، سلطان کے "دارالعدل" میں اس معاملہ کی تحقیق کا حکم دیا گیا۔ یہاں ابن تیمیہ نے اپنے مقدمہ کی خود وکالت کی اور بغیر کسی نتیجہ پر پہنچے اس کاروائی کو روک دیا گیا اور ابن تیمیہ کو مصر سے نکل جانے کا حکم دیا گیا لیکن بعد میں اس حکم کو

Marfat.com

منسوخ کرکے انہیں جیل بھیج دیا گیا۔

حکومتوں کے ردو بدل میں ابن تیمیہ کے عروج وزوال، اتار چڑھاؤ میں کمی بیشی ہوتی رہی اور جب کبھی اطمینان نصیب ہوتا تو اپنی الگ فقہ کی تدوین میں لگ جاتے کچھ مسائل حنبلیوں سے لیے تو کچھ دوسرے مذاہب سے اور کبھی ان تمام مذاہب کے خلاف ایک نیا راستہ اختیار کرلیتے تھے اس طرح نئی فقہ میں تین طلاق کا مسئلہ بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف تھا۔ اس فتویٰ کے خلاف بھی ردعمل ہوا، مذاہب اربعہ کے علماء میں شدید اضطراب پیدا ہوا اور ابن تیمیہ کو اس مسئلہ سے باز رہنے کا مشورہ دیا گیا۔ اور فرمان سلطانی کے ذریعہ سے بھی روکا گیا لیکن ابن تیمیہ بدستور اپنے فتویٰ پر قائم رہے جس کے نتیجہ میں قید کر دیئے گئے اور ۶ ماہ تک قید میں رہے۔

لیکن جمہور اہل سنت کے ساتھ ابن تیمیہ کے بنیادی اختلاف تھے عقاید کے بارے میں ان کی رائے بالکل مختلف تھی۔ سلفیت کے از سر نو احیاء کا کام ابن تیمیہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا اور اس کے لیے انہوں نے فتاویٰ صادر کیے، کتابیں لکھیں، مناظرے کیے اور انتہائی شدت کے ساتھ اس کی نشرو اشاعت کی اور بڑی جلالت کا مظاہرہ کیا۔ ابن تیمیہ کو شکایت تھی کہ اسلامی عقائد کے سمجھنے میں سلف کے طریقے سے گریز کیا گیا۔ علمائے سلف عقل پر بھروسہ نہیں کرتے تھے اس لیے کہ عقل صراط مستقیم سے پھسل جاتی ہے اور منطقی اسلوب دین سے منحرف کر دیتا ہے اور ان علوم کا اسلام میں ورود بدعت قبیحہ کے مترادف ہے۔ صحابہ اور تابعین ان علوم

Marfat.com

سے ناواقف تھے اگر فہم دین کے لئے عقلی دلائل پر بھروسہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے اکابر صحیح طور پر عقاید سے ناآشنا تھے۔

ابن تیمیہ قرآن و حدیث میں ان عبارات کی حرفی تفسیر کرتے تھے جو باری تعالیٰ کے متعلق ہیں تشبیہی نظریہ ان پر مسلط تھا اور یہ عقیدہ ان پر چھایا ہوا تھا، ابن بطوطہ (جو کہ ان کا بہت زیادہ معتقد تھا) کے مطابق ایک دن انہوں نے جامع دمشق میں مسجد کے ممبر پر سے کہا کہ خدا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتا ہے جس طرح میں اب اتر رہا ہوں اور ممبر پر سے ایک سیڑھی نیچے اترے یہی تشبیہی، تجسیمی عقیدہ ان پر مسلط تھا جس کی مختلف پیرایوں میں تشریح کرتے ہیں۔

۱۔ دعا عبادت ہے جو شخص زندہ یا مردہ مخلوق سے دعا کرتا ہے اور ان سے فریاد رسی کرتا ہے وہ مبتدع فی الدین اور مشرک ہے۔

۲۔ جس کسی نے عبادت میں خالق و مخلوق کو برابر کر دیا تو اس نے خدا کے سوا اور بھی معبود بنا لئے۔ اگرچہ وہ خدا کی واحدانیت کا معتقد ہو۔

۳۔ جو شخص کسی مخلوق کے واسطے سے خدا کو پکارتا ہے یا اس سے مخلوق کی قسم دیتا ہے وہ ایسی بدعت کا ارتکاب کرتا ہے جس کی خدا نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

ابن تیمیہ تین امور سے منع کرتے ہیں۔

ا۔ اولیاء صلحاء کے ذریعے تقرب خداوندی کا حاصل کرنا ناروا ہے۔

ب۔ فوت شدگان کو وسیلہ بنانا اور ان سے فریاد رسی چاہنا حرام ہے۔

Marfat.com

ج :۔ برکت اور تقدس کے حصول کے لئے انبیار کی قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں۔

صلحا، کے توسط سے تقرب خداوندی کی حرمت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کے ہاتھوں کرامات کا صدور ہوتا ہے اور بعض کے ہاتھوں خوارق عادات، اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ لوگ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ بلکہ عام لوگوں کی طرح یہ بھی شرعی مکلف ہوتے ہیں کرامت، استقامت سے افضل نہیں، کرامات کے صدور سے یہ جواز نہیں ملتا کہ کسی نیک آدمی کو خدا کے سامنے وسیلہ بنا لیا جائے۔ اس لئے کہ بارگاہ خداوندی میں توسل کرنا درست نہیں صحابہ کا آنحضور سے آپ کی حیات میں آپ کے توسل سے دعا مانگنا روایت میں آیا ہے لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کے چچا عباس کے طفیل لوگ دعا مانگا کرتے تھے۔ جب صلحا، سے تقرب یا استغاثہ ان کی زندگی میں جائز نہیں تو ان کی موت کے بعد کیسے جائز ہوگا۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ قبور کے لئے نذر ماننا حرام ہے اور جو لوگ قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ جاتے ہیں ان کو نذر و نیاز دینا یا ان کے لئے نذر ماننا حرام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اور بتوں کی نذر میں کوئی فرق نہیں خواہ یہ نذر زیتون کے تیل کی ہو یا کسی دوسری چیز کی جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبروں کی منتیں قضائے حاجات کا ذریعہ ہیں ان سے تکلیفیں دور ہوتی ہیں اور ان پر رزق کے دروازے کھلتے ہیں اور شہر مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں یا مصیبتیں ٹلتی ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک واجب القتل ہے۔

Marfat.com

تبرک کے طور پر روضۂ نبوی کی زیارت جائز نہیں اس لئے کہ حضورؐ نے اپنی قبر کو مسجد بنانے سے روک دیا تھا جس سے آپ کا مقصود تھا کہ آپ کا روضہ زیارت گاہ خلایق نہ بن جائے۔ ایک دوسرے فتوے میں ابن تیمیہ نے کھلے الفاظ میں فتویٰ دیا کہ حضور سید المرسلین کے روضہ کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا سفر معصیت ہے جس میں نماز قصر نہ ہوگی۔ اس بناء پر زائرین کے علاوہ وہ فرشتے بھی جو ہر روز صبح و شام آسمان سے اتر کر روضہ پر حاضری دیتے ہیں اور درود پڑھتے ہیں اسی معصیت میں مبتلا ہیں۔

ابن تیمیہ کے ان نظریات سے اسلامی دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ شام والوں نے ان نظریات پر استفتاء کیا جس کے جواب میں علمائے مصر نے متفقہ طور پر ان کی تکفیر کی۔ مذاہب اربعہ نے اس فتویٰ کی تصدیق کی، مفتی بدر بن جراعہ نے لکھا کہ ابن تیمیہ کو ایسے فتویٰ سے سختی سے روک دینا چاہیے، اگر باز نہ آئے تو قید کیا جائے۔ محمد بن ابی بکر مالکی نے لکھا کہ اس سے ایسی تنبیہ کی جائے تاکہ ایسے مفاسد سے باز آجائے اور حنفی مفتی محمد الحریری انصاری نے لکھا کہ اسی وقت بغیر کسی شرط کے قید کر دیا۔ محمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی اسی قسم کے الفاظ میں فتویٰ کی تصدیق کی۔ چنانچہ ابن تیمیہ کو ۷۲۶ھ میں دمشق میں بند کر دیا گیا اور اسی قید کی حالت میں وفات پائی۔

ابن تیمیہ کی تحریک کو ان کے شاگردوں نے جاری رکھا جن میں حافظ ابن قیمؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

حافظ ابن قیم

محمد نام ابو عبد اللہ کنیت تھی۔ والد کا نام ابو بکر بن ایوب تھا۔ دمشق میں ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور تمام عمر دمشق میں بسر ہوئی۔ آپ کے والد مدرسہ جوزیہ کے مہتمم تھے اسی نسبت سے ابن القیم الجوزیہ اور اختصار کے ساتھ ابن قیم کہلاتے ہیں۔ حنبلی فقہ میں کافی دسترس رکھتے تھے اور فتاویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ لیکن ابن تیمیہ کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد ان ہی کے مسلک سے منسلک ہو گئے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن قیم بڑی محبت کے آدمی تھے نہ کسی سے حسد رکھتے تھے نہ کسی کو تکلیف دیتے تھے اور نہ کسی کے عیب نکالتے تھے ان کا سب سے بڑا دوست میں ہی تھا۔ ابن تیمیہ آخری بار جب قلعہ میں بند کئے گئے تو ابن قیم بھی ان کے ساتھ ہی محبوس تھے، شیخ کے مرنے کے بعد انہیں بھی رہائی دے دی گئی۔

زندگی بھر ابن تیمیہ کی تعلیمات کا پرچار کرتے رہے لیکن نہایت نرمی کے ساتھ آپ کا زیادہ تر وقت تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا تھا۔ ابن رجب لکھتے ہیں کہ انہیں پڑھنے اور کتابیں خریدنے کا بہت شوق تھا اسی شوق کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے ایک بہت بڑا کتب خانہ جمع کر لیا تھا ان کی اہم تصنیفات، تہذیب سنن ابی داؤد مدارج السالکین، زاد المعاد، تحفۃ الودود باحکام المولود، کتاب الروح وغیرہ، میں ۷۵۱ھ میں وفات پائی۔

سلفیت کی بنجر اور غیر متوازن نہج صدیوں تک ویران رہنے کے بعد پانچ سو سال کے عرصہ میں ابن تیمیہ کے نظریات و افکار کے ترمیم و اضافے کے

Marfat.com

ساتھ پیش کرنے والے نجد کی سرزمین سے ایک ایسا سلفی المشرب پیدا ہوا. جس کی تشدد پسند طبیعت نے اس جماعت کو ایک نیا ڈھانچہ دے کر اس کو اپنے اندر جذب کر لیا اور مذاہب عالم پر نظر رکھنے والوں کے لئے الجھن یہ پیدا کر دی کہ خارجیت اور وہابیت میں نام کے علاوہ خط امتیاز کیا ہو سکتا ہے؟

محمد بن عبدالوہاب

(۱۷۰۳ء تا ۱۷۹۲ء)

ابن تیمیہ کے بعد سلفیت کے نقیب وہابیت کے بانی محمد بن عبدالوہاب نے اس تحریک کو ایک نئے رنگ میں پیش کیا. سلفیت کے یہ ہیرو نجد کے ایک گاؤں درعیہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی. اس کے بعد کچھ عرصہ اصفہان میں رہے. امام احمد بن حنبل کی فقہ کا مطالعہ کرنے کے بعد سلفیت کے لیے نئے قوانین وضع کیے اور ابن تیمیہ نے جو اصول بنائے تھے محمد بن عبدالوہاب نے انہی بنیادوں پر ایک ایسی عمارت کھڑی کر دی جس کی اوٹ میں سلفیت پنہاں ہو گئی اور سلفیت کی اسمیت کو وہابیت نے ڈھانپ لیا. محمد بن عبدالوہاب کے نام سے منسوب ہو کر کبھی وہابیت کہلائی اور کبھی اس کی علاقائی نسبت کی رہین منت سے نجدیت سے موسوم ہوئی. اگرچہ اس کے پیروکاروں اور عقیدت مندوں کو یہ نام پسند نہیں تھے لیکن ان کے مخالفین نے ان کے مخصوص نقطہ نظر کی وجہ سے وہابیت اور نجدیت کے نام سے مشہور کر دیا.

Marfat.com

بدعت اور شرک کے یہی مرکز تھے جو علاقے فتح کئے جاتے ان میں ہر اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دیا جاتا۔ مزارات اور قبے گرادئے جاتے اس طرح ان کے خیال میں بدعات کے تمام اڈوں کو ختم کرنے میں انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ محمد بن عبدالوہاب کی وفات سے پہلے انہیں کافی کامیابی ہوئی لیکن بعد میں یہ علاقے ان سے چھین لئے گئے۔

محمد بن سعود کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا عبدالعزیز بن محمد سعود جانشین بنا اس کے عہد میں وہابیت کو بہت فروغ حاصل ہوا گویا وہابیت کے عروج کا دور تھا ۱۷۷۳ء میں ریاض پر قبضہ کرنے کے بعد جوش و خروش سے وہابیت کا انقلاب برپا کرنے کا انہیں حوصلہ آ گیا اور پورے عرب میں عملاً وہابیت کو نافذ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ ادھر حجاز کے گورنر نے حکومت ترکیہ کو وہابیت کی یلغار اور ان کے عزائم سے آگاہ کیا۔ وہابیوں نے گورنر کی اس حرکت سے خفا ہو کر یکبارگی مکہ معظمہ پر دھاوا کر دیا اور بزور شمشیر مکہ میں داخل ہوئے۔ مزارات کو مسمار کر کے لوگوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر طائف کی طرف رجوع کیا۔ وہاں کے گورنر کو شکست دے کر یہاں بھی قابض ہو گئے۔ بیس روز تک مزارات کو مسمار کرتے رہے، عبدالعزیز کے واپس نجد چلے جانے کے بعد حجاز والوں نے اپنی طاقت کو مجتمع کر کے وہابیوں پر حملہ کر دیا اور ان کا خوب صفایا کیا جو بچ نکلے عبدالعزیز بن سعود کے پاس آ کر پناہ لی، چنانچہ اہل حجاز کی اس جرأت کا انتقام لینے کے لئے منصوبے کی تیاری میں تھا کہ قتل کر دیا گیا (م ۱۸۰۴ء)

Marfat.com

اس سے پہلے بھی جتنے مذاہب یا فرقے وجود میں آئے ان کی مرضی کے خلاف انہیں ٹائیٹل ملا خارجیوں نے اپنے لئے خارجیت کا نام کبھی بھی پسند نہیں کیا اور معتزلہ، جبری، قدری، جہمیہ وغیرہ ایسی عرفیت ہے جس کو ان کے حامیوں نے بخوشی قبول نہیں کیا تھا۔ اسی طرح سلفیت کے نئے رخ وہابیت کے پیروکار، کبھی اہل حدیث کہلاتے ہیں تو کبھی اہل سنت والجماعت کے نام سے خوش ہوتے ہیں لیکن عوام میں اس نام سے کبھی مقبولیت حاصل نہ کرسکے۔ اس سے پہلے بھی اہل سنت کے مقابل میں دوسرے فرقوں نے بھی اہل سنت کے نام سے ہی مقبول ہونے یا قبول عام حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نے اپنے عقاید بڑے جلال کے ساتھ پیش کئے۔ یہاں تک کہ اس کا باپ اور بھائی بھی مخالف ہو گئے۔ چنانچہ انہیں درعیہ چھوڑنا پڑا اور عینیہ میں آگئے یہاں کے سردار محمد بن سعود سے ان کے تعلقات اچھے ہو گئے۔ دونوں میں طے پایا کہ ان نظریات کو بزور شمشیر پھیلایا جائے جو علاقے قبضہ میں آئیں گے ان پر حکمرانی محمد بن سعود کی ہوگی اور نظریات محمد بن عبدالوہاب کے پروان چڑھائے جائیں گے۔ چنانچہ اس معاہدہ کو مؤقد بنانے کے لئے محمد بن عبدالوہاب نے اپنی لڑکی کی شادی محمد بن سعود سے کردی اور دونوں نے مل کر جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز کردیا۔ بدعات کا قلع قمع کرنے کے لئے لشکرکشی کی گئی جو مزاحم ہوتا تہ تیغ کر دیا جاتا چونکہ وہابیوں کے نزدیک تحریک سے تعاون نہ کرنے والا اسلام کا باغی تھا۔

تحریک کی زیادہ توجہ مزارات مسمار کرنے پر تھی۔ عبدالوہاب کے نزدیک

Marfat.com

عبدالعزیز کے بعد اس کا لڑکا سعود جانشین ہوا اس نے نجدی حکومت کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ احسا، بحرین کے علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ حکومت ترکیہ نے اس کی حکومت کو ختم کرنے کے لیئے اپنے گورنروں کو سخت کاروائی کا حکم دیا۔ ادھر نجدی طالع آزماؤں نے بصرہ، ازمیر پر بھی قبضہ کر لیا اور ۱۸۰۵ء میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی۔ یہاں قبضہ کر کے مزارات کو ختم کرنے کی کاروائی میں مصروف ہو گئے۔ لوگوں کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ ان کے اموال کو لوٹا گیا ان کی عورتوں کو اپنے یرغمال میں لے لیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر دوبارہ مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یہاں سے شام و عراق کی طرف بڑھنے لگے۔

حکومت ترکیہ نے محمد علی گورنر مصر کو فوری کاروائی کا حکم دیا۔ اس نے اپنے لڑکے طوسون کو وہابیوں کے مقابلے پر بھیجا، مصری فوجوں کو شکست ہوئی لیکن طوسون نے پیچھے ہٹ کر مدینہ کا رُخ کیا۔ وہاں سے سخت جھڑپ کے بعد مدینۃ النبی کو ان کے قبضہ سے آزاد کرا لیا گیا اور دوبارہ لوٹ کر مکہ معظمہ کی طرف آیا۔ وہابیوں پر یلغار کر کے مکہ معظمہ سے انہیں نکال باہر کیا۔ لیکن طائف میں وہابیوں کا پلہ بھاری تھا۱۸۱۳ء میں محمد علی خود وہابیوں کی سرکوبی کے لیئے جدہ پہنچا۔ اس پر قبضہ کر کے یحییٰ بن سرور کو شریف مکہ مقرر کیا اور اس کو حکم دیا کہ وہابیوں کے خلاف سخت کاروائی کرے اس طرح جھڑپیں ہوتی رہیں تا آنکہ ۱۸۱۴ء میں سعود بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا اس کی جگہ اس کا لڑکا عبداللہ حکمران بنا۔ مصریوں نے نجدیوں پر پے در پے حملے کر کے انہیں سخت نقصان پہنچایا۔ قریب تھا

Marfat.com

کہ ان کا مکمل خاتمہ ہو جائے مصر میں محمد علی کی عدم موجودگی میں بغاوت ہوگئی وہ اپنے لڑکے طوسون کو حجاز میں چھوڑ کر خود مصر چلا گیا۔ اس سے وہابیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے اپنی طاقت کو یک جا کر کے طوسون کے ناک میں دم کر دیا۔ اس نے تنگ آ کر وہابیوں سے صلح کا معاہدہ کر لیا۔

طوسون اچانک بیمار پڑ گیا اور واپس قاہرہ آ گیا۔ عین شباب میں انتقال کیا۔ وہابیوں نے میدان خالی دیکھ کر معاہدے کو پس پشت ڈال کر اپنی کاروائی تیز کر دی۔ محمد علی نے اپنے دوسرے لڑکے ابراہیم کو حجاز بھیجا۔ یہ اپنے باپ سے زیادہ بہادر تھا۔ نہایت تیزی کے ساتھ وہابیوں کو دم لئے بغیر درعیہ تک دھکیل کر لے گیا اور ان کے آبائی گاؤں میں انہیں محصور کر دیا۔ عبد اللہ بن سعود کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا اور مصر سے ترکی، وہاں اس کے خلاف غداری اور بغاوت کے جرم میں مقدمہ قائم کیا گیا اور پھانسی دے دی گئی۔ اس طرح نجدی حکومت کو ختم کر کے وہابیوں کو ایک چھوٹے علاقے تک محدود رہنے دیا گیا لیکن وہاں بھی ان کے قدیم خاندانی رقیب رشید قبیلے نے انہیں وہ علاقے بھی خالی کرنے پر مجبور کر دیا چنانچہ سعود خاندان نجد سے جلا وطن ہو کر کویت میں پناہ گزین ہو گیا اس وقت اس خاندان کا سربراہ عبد الرحمٰن تھا۔

موجودہ سعودی حکومت کے بانی عبد العزیز ۱۸۸۰ء میں جلاوطنی میں ہی پیدا ہوئے اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی حکومت کو حاصل کرنے کی دھن اس پر سوار تھی۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ریاض پر رات کے اندھیرے میں حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت نجد پر رشیدیہ خاندان حکمران

Marfat.com

تھا. اس طرح وہابی حکومت کو دوبارہ موقع مل گیا. ترکی پہلی جنگ عظیم کی لپیٹ میں تھا اور وہابیوں کے لیے یہ بہت زیادہ سنہری موقع تھا. چنانچہ انہوں نے اپنے اقتدار کو وسعت دینے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لے کر ۱۹۱۵ء میں انگریزوں سے معاہدہ کر کے خود کو نجد کا مصدقہ حکمران تسلیم کرا لیا۔

نجدی حکومت نے ایک بار پھر اپنی کاروائی کا آغاز کر دیا رہے سہے مزارات بھی ختم کر دیئے. اس وقت برصغیر میں مسلمان انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف تھے لیکن نجدی حکومت کی یلغار سے یہاں کے مسلمانوں نے سخت احتجاج کیا، ۲۲، اگست ۱۹۲۵ء کو لندن کے کسی اخباری نمائندے نے ہند کے اخباروں میں جب یہ خبر شائع کی "کہ وہابیوں نے مدینے پر حملہ کر کے مسجد نبوی کے قبے کو نقصان پہنچایا اور سیدنا حمزہ کی مسجد کو شہید کر دیا" اس خبر کے سنتے ہی برصغیر کے مسلمانوں میں غم و غصہ کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا. حکومت ہند نے خلافت کمیٹی کو حالات کی صحیح تحقیق کے لیے روانہ کیا. اس وفد کے ارکان میں (۱) سید سلیمان ندوی (۲) مولانا محمد عرفان (۳) مولانا ظفر علی خان (۴) سید خورشید حسن۔ (۵) مولانا عبدالماجد بدایونی (۶) مسٹر شعیب قریشی شامل تھے وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس وفد نے یہ رپورٹ دی کہ "مکہ میں جنت المعلیٰ کی مزارات شہید کر دئیے گئے. مولد النبیؐ (جس مکان میں حضور کی پیدائش ہوئی تھی) توڑ دیا گیا لیکن نجدی حکومت نے یقین دلایا کہ مدینے کے مزارات و مآثر کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جائے گا." (خلافت کمیٹی ص ۳۳)

Marfat.com

لیکن اس وعدے کی پاسداری زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ مدینۃ النبی میں بھی وہی کچھ کیا جو وہابیوں کو کرنا تھا۔ عالم اسلام میں ان کی ان حرکات پر احتجاج کیا گیا۔ چنانچہ سعودی حکومت نے اسلامی حکومتوں کو اعتماد میں لینے کے لئے مؤتمر عالم اسلامی کی طرف سے ۱۹۲۶ء میں حج کے موقع پر ایک اجتماع کرایا۔ اس میں خلافت کمیٹی کی طرف سے بھی ایک وفد شریک ہوا اور اس نے یہ رپورٹ دی تھی :۔

"۲۲ مئی کو اکبری جہاز ساحل سمندر پر لنگر انداز ہوا سب سے پہلی وحشت ناک اور جگر گداز خبر جو ہمیں موصول ہوئی وہ (مدینے کی) جنت البقیع اور دیگر مقامات کے انہدام کی تھی لیکن ہم نے اس خبر کو قبول کرنے میں تامل کیا اس لئے کہ سلطان ابن سعود نے کمیٹی کے دوسرے ارکان کو تحریری طور پر وعدہ دیا تھا کہ وہ مدینۃ النبی کے مزارات و مآثر کو اپنی اصلی حالت پر رہنے دیں گے۔ لیکن جدہ پہنچ کر سب سے پہلے ہم نے حکومت کے ایک رکن سے جب اس خبر کی دریافت کی تو انہوں نے تصدیق کی اور فرمایا کہ نجدی قوم بدعت اور کفر کے استیصال کو اپنا فرض خیال کرتی ہے اور اس مسئلے میں وہ دنیائے اسلام کی مصالح کی کوئی پرواہ نہیں کرے گی۔ خواہ دنیائے اسلام خوش ہو یا ناراض . . . بہرحال حالات کچھ بھی ہوں سلطان عبدالعزیز کے تمام وعدوں کے باوجود مدینہ منورہ کے تمام قبے گرا دئے گئے۔" (خلافت کمیٹی)

نجدیوں کی کاروائی مزارات تک محدود نہ تھی بلکہ ہر اس مسجد کا بھی صفایا کر دیا جس پر انہیں قبہ نظر آیا۔ وہابیوں نے اپنے ایمان کی تسکین کے لئے ہر وہ

Marfat.com

کاروائی کی جو انہیں اچھی لگی چنانچہ مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے خلافت کمیٹی نے بتایا کہ "اس سے بھی زیادہ افسوسناک چیز یہ ہے کہ مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کی بعض مساجد بھی نہ بچ سکیں اور مزارات کے قبوں کی طرح یہ مساجد بھی توڑدی گئیں"۔ وفد نے ان تمام مزارات اور مساجد کی تصاویر قبل انہدام اور بعد انہدام شائع کیں۔

حجاز سے واپس لوٹ کر مولانا محمد علی جوہر نے دہلی کی جامع مسجد میں تقریر کے دوران دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا "میں خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں اور اس کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں مجھے ابن سعود سے ذاتی رنجش یا عداوت نہیں نہ میری مخالفت ذاتی غرض پر ہے جو کچھ میں نے دیکھا وہی کہوں گا اور صاف صاف کہوں گا خواہ اس سے کوئی جماعت خوش ہو یا ناراض سلطان ابن سعود اور ارکان حکومت بار بار کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی رٹ لگاتے تھے لیکن میں نے تو یہ پایا کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کو دنیا کمانے کے لیے آلہ بنا رکھا ہے جو لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں چوری کرتے ہیں بُرا کرتے ہیں لیکن جو لوگ قرآن و حدیث کو آڑ بنا کر دنیاوی حکومت حاصل کرتے ہیں چوروں ڈاکوؤں سے بھی زیادہ بُرا کرتے ہیں . . . نجد اور نجدیوں کا یہی کارنامہ ہے کہ مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کے خون سے ان کے ہاتھ رنگے ہیں۔" (مقالات ص۳۷)

اہل حجاز کو نجدیوں نے للکارتے ہوئے کہا کہ "حجاز والو تم ہامان اور فرعون سے بھی بڑھ کر کافر ہو ہم تمہارے ساتھ اسی طرح قتال کریں گے جس طرح کافروں

Marfat.com

کے ساتھ کیا جاتا ہے تم امیر حمزہ اور عبد القادر (جیلانی) کو پوجتے ہو" (رپورٹ ۳۳)

ملک گیری کے لئے جو ہتھیار ان نجدیوں کے پاس ہے اس کو ایک صدی سے زائد گذرنے پر بھی یہی سکھلایا گیا ہے کہ ان کے علاوہ سب مسلمان مشرک ہیں اور نجدیوں کی گذشتہ صدی کی تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے کہ ان کے ہاتھ کفار کے خون سے کبھی نہیں رنگے گئے جس قدر خون ریزی انہوں نے کی ہے وہ صرف مسلمانوں کی کی ہے۔ نجد اور نجدیوں کا یہی تو کارنامہ ہے کہ مسلمان اور صرف مسلمانوں کے خون میں ان کے ہاتھ رنگے ہیں ایک طرف یمنی مسلمانوں کے خلاف صف آرا رہیں اور دوسری طرف انگریزوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر رہے ہیں کہ برطانوی راج میں کوئی دخل نہیں دیں گے یہ نجدیوں کا اسلام اور یہ ان کی مسلمانی ہے۔ (مقالات)

نجدیوں کی اس بہیمانہ حرکت پر عالم اسلام میں ان کے خلاف سخت نفرت پھیل گئی اس کے ردعمل کا اظہار اس طرح کیا گیا:۔

"مذاہب الاسلام" کے مصنف لکھتے ہیں کہ "وہابی کی اصطلاح محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی کرنے والوں کے لئے ہے اس کے عقاید اور باغی ہونے کی وجہ سے پاک و ہند، عرب، روم، مصر کے علماء نے اس کی تکفیر کی ہے عقاید و اعمال میں معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کا منکر تھا جو مسلمان اس کے عقیدے کو نہ مانتے تھے اس کو کافر کہتا تھا سلطنت ترکیہ کا باغی تھا۔ ۱۱۱۵ھ میں عینیہ میں پیدا ہوا، عینیہ نجد کے علاقے میں ہونے کے سبب اس کے مقلدین کو نجدی بھی کہا جاتا ہے اس کے باپ نے اس کو دینی تعلیم دلائی اور اپنے

Marfat.com

ساتھ مکہ معظمہ حج کے لئے لے گیا۔ مدینہ طیبہ میں شیخ عبداللہ بن ابراہیم کا مرید بنایا اور تصوف میں تعلیم دلوائی جو راس نہ آئی اور مزارات کی تعظیم کرنے والوں کو مشرک کہتا تھا اور اس کے خیال میں جو لوگ پیر، ولی کے قول کی پیروی کرتے ہیں وہ راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اس موضوع پر اس نے کچھ رسالے بھی لکھے ہیں جن کا موضوع توحید، ترک بدعت و شرک ہے۔"

"فتوحات اسلامیہ" شیخ احمد بن احلان لکھتے ہیں کہ اس کے مقتدیوں کا خیال ہے کہ جو کچھ محمد بن عبدالوہاب کہتا ہے وہی حق ہے جو اسے نہ مانے وہ کافر اور مشرک ہے اس کا خون، مال و اسباب، وہابیوں کے لئے حلال ہے، جو آیات مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں انہیں مسلمانوں کے ساتھ چسپاں کیا، محمد بن عبدالوہاب نے کہا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی ولی صالح کو پکارے یا شفاعت کا سوال کرے وہ انہی مشرکوں کی طرح ہے اور ان آیات کے عموم میں داخل ہے۔ آنحضرت، انبیاء، اولیاء کی زیارت کو جانا شرک قرار دیا اور کہا کہ نبی ولی کو وسیلہ سمجھنا اور پکارنا شرک ہے اور جو کسی کام کو سوا اللہ کے کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے اگرچہ بظاہر عقلاً جائز ہو یہ بھی کفر ہے جیسے مجھے اس دوا نے نفع دیا اس ولی کی دعا کی وجہ سے میرا یہ کام ہو گیا اور اللہ نے جو مشرکین کی زبانی فرمایا ہے "ونعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ" یعنی ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے پاس پہنچا دیں سو جو کوئی وسیلہ ڈھونڈے وہ مثل انہیں مشرکوں کے ہے جو کہتے ہیں کہ ہم بتوں کی پرستش صرف تقرب الی اللہ کے لئے کرتے ہیں کیونکہ مشرکین بھی ان بتوں کو خالق نہیں مانتے تھے

Marfat.com

جیساکہ مسلمان ان اہل قبور کو خدا نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ خالق وہی اللہ ہے"۔

سر جان میلکم نے عبدالوہاب کے نظریات و عقاید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

"اسلام کے دوسرے جتنے بھی فرقے ہیں ان کے ساتھ جنگ کرنا (وہابی عقیدے میں) فرض ہے ان کو یہاں تک جنگ کرنا چاہیئے یا تو وہ ہمارے طریقے پر آجائیں اور یا پھر کافروں کی طرح جزیہ دینا منظور کریں۔ ہماری رعیت میں رہتے ہوئے انہیں موٹا پہننا چاہیئے۔ گھوڑے پر سوار نہیں ہونا چاہیئے۔ اچھے مکان نہیں بنانے چاہئیں۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان سے خراج، عشر زکوٰۃ کے معنی میں نہیں بلکہ جس طرح کافروں سے لیا جاتا ہے اسی طرح لینا ہوگا، ان کے نزدیک محمد اور علی کی قسم کھانا حرام ہے۔ قبروں پر گنبد بنانا ایک قسم کی بت پرستی ہے اس لئے مزارات اولیاء کو عین بت پرستی سمجھتے ہیں۔ ان مزارات کو توڑ ڈالنا چاہیئے ان کا سامان لوٹ لینا جائز ہے اللہ کی خوشنودی اسی میں ہے اور کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو اپنے رسول پر نازل کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک نیک آدمی تھے جنہیں اللہ نے اپنا دوست بنا لیا تھا۔ ختنہ وغیرہ کا قرآن میں ذکر نہیں اس لئے ایک رسم سمجھ کر کر لینا چاہیئے مذہب کا اس سے کوئی تعلق نہیں، مشرک مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ سے بدتر سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنا مذہب حنبلی بتاتے ہیں۔ اس نے اپنا کام ۱۱۴۳ھ میں شروع کیا اور ۱۱۵۰ھ میں انتشار پیدا کیا جب کربلا پر حملہ کیا تو سید الشہداء کے مزار کو بہت نقصان پہنچایا اور وہاں موجود مال و اسباب اور نقدی کو لوٹ لیا۔

Marfat.com

ان کے خیال میں منطق پڑھنا حرام ہے، تسبیح رکھنا بدعت ہے، عرس کرنا اور وہاں پڑھنا شرک اکبر ہے۔"

"مصنف" اسلامی مذاہب" کے مطابق" محمد بن عبدالوہاب نے ابن تیمیہ کے مسلک کو نئی زندگی بخشی انہوں نے نہ صرف اس مسلک کو مروج کیا بلکہ اس میں اضافہ کیا اور ترقی دی لیکن ابن تیمیہ سے بھی زیادہ تشدد سے کام لیا اور ایسی عملی چیزیں مروج کیں جن کا ابن تیمیہ اور اس کے پیش رووں کو وہم و گمان بھی نہ تھا مثلاً "

۱۔ وہابیہ کی رائے میں عبادت کا مقصد صرف یہ نہیں کہ کتاب وسنت کی روشنی میں چند ارکان ادا کئے جائیں جیسا کہ ابن تیمیہ کا خیال ہے بلکہ اسلامی اخلاق وعادات کا اپنانا بھی فرض ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تمباکو نوشی کو حرام سمجھتے تھے اور اس میں بہت سختی کرتے تھے بلکہ اس سے بڑھ کر عام وہابیہ تمباکو نوشی اور شرک میں کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے گویا وہ ان خارجیوں کی طرح تھے جو مرتکب کبائر کی تکفیر کرتے تھے۔

۲۔ قہوہ کی حرمت وہابیہ کی تحریک ابتداء میں جب زوروں پر تھی تو قہوہ اور اس قسم کی دوسری چیزیں حرام سمجھی جاتی تھیں۔ پھر اس میں نرمی اختیار کرلی۔

۳۔ بزور شمشیر امر بالمعروف یہ لوگ صرف تبلیغ اور دعوت پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ مخالفین کے سامنے تلوار لے کر سینہ تان لیتے تھے، ان کا خیال تھا کہ وہ بدعات کے مقابلے میں جہاد کر رہے ہیں

Marfat.com

اور یہ ایک دینی فریضہ ہے وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کو ہر ایک کے لئے واجب سمجھتے تھے۔

۴. شہر ہو یا دیہات جہاں ان کا بس چلتا تھا وہاں پہنچ جاتے اور قبے گرا دیتے یہ لوگ ان مساجد کو بھی گرا دیتے تھے جن میں قبہ ہوا کرتا تھا۔

۵۔ وہابیہ کے تشدد کی یہ آخری حد نہ تھی بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر انہوں نے مقبروں کو مسمار کیا اور جہاں قابض ہوئے صحابہ کے مقبرے گرا کر زمین بوس کر دیئے لیکن بعد میں قبروں کی زیارت کی اجازت اس شرط کے ساتھ دے دی تھی کہ وہاں جا کر "السلام علیکم" کہے۔

۶۔ تصویر بنانا یا بنوانا، بت پرستی کے مترادف قرار دیتے تھے۔ ان کے علماء کے فتاویٰ میں ایسے عام فتوے ملتے ہیں لیکن ان کے امراء نے ان فتاویٰ کو قابل اعتناء نہ سمجھا۔

۷۔ محمد بن عبدالوہاب نے بدعت کے مفہوم میں حیرت انگیز وسعت پیدا کر لی تھی۔ اس کی حد یہ ہے کہ روضۂ نبوی پر پردہ لٹکانے کو بھی بدعت قرار دیتے تھے اور روضۂ اطہر پر غلاف ڈالنے سے سختی سے منع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پرانا غلاف چیتھڑا بن کر رہ گیا جس سے دیکھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور نور نبوت کی شعاعوں سے قلبی تسکین حاصل کرتے وقت دل میں یہ داعیہ کروٹ لیتا ہے کہ یہ وہی مقام مقدس ہے جہاں وحی نازل ہوا کرتی تھی ۹ محمد بن عبدالوہاب کی تجدید نے غلاف کو ناروا سمجھا اور مسجد نبوی کی زیب و زینت کو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ دو مماثل اشیاء کا حکم شرعی مساوی ہونا

Marfat.com

چاہیے تھا۔

۸۔ وہابیہ میں سے بعض نے "سیدنا محمدؐ" کے الفاظ کو بدعت قرار دیا۔

۹۔ اس فرقے کے علماء اپنی رائے کو اس قدر صحیح سمجھتے ہیں کہ اس میں غلطی کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس دوسروں کی رائے اور اعتقاد ان کی نگاہ میں غلطیوں کا مجموعہ اور ناقابل یقین ہیں اگرچہ دوسرے اپنی رائے کی تائید میں کتنی بھی آیات پیش کریں اور مستند احادیث کا ذخیرہ لے آئیں لیکن کسی طرح بھی توجہ کے لائق نہیں"۔

علامہ شامی کہتے ہیں کہ "ہمارے زمانے میں محمد بن عبدالوہاب کے تابعین نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے، اپنے کو حنبلی المذہب بتاتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ بس مسلمان وہی ہیں اور جو اُن کے عقیدے کے خلاف ہو مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا"۔

"المہند" عقاید علمائے دیوبند میں علامہ شامی کے اس فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا حکم وہی ہے جو صاحب دُرّ مختار نے فرمایا ہے، علامہ شامی نے اپنے فتویٰ کے ساتھ اس امر کی وضاحت کی تھی کہ یہ ایک خارجیوں کی جماعت ہے امام وقت پر ان لوگوں نے چڑھائی کی اور بغاوت کی، امام وقت کو کافر بتایا اور اس کو معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کے لئے واجب ہے اس تاویل سے یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھتے تھے اور عورتوں کو قیدی بناتے تھے"۔

Marfat.com

دیوبند کے سابق شیخ الحدیث جناب مولانا انور شاہ کشمیری مقدمہ فیض الباری میں فرماتے ہیں کہ "اما محمد بن عبد الوهاب النجدی فانه کان رجلاً بلیداً قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر" یعنی محمد بن عبد الوہاب نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا اس لئے کفر کا حکم لگانے میں اسے کوئی باک نہ تھا۔

ایک دفعہ شاہ عبد العزیز صاحب کے ہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے اور شاہ صاحب خود موجود نہ تھے۔ لوگوں میں گفتگو کے دوران محمد بن عبد الوہاب نجدی کا ذکر چھڑ گیا۔ ان میں دو آدمی آپس میں خاصے الجھ گئے۔ ان میں ایک ثابت کرتا تھا کہ وہ امام وقت ہے اور دوسرا اس کی تکفیر کر رہا تھا۔ اتنے میں شاہ صاحب تشریف لے آئے اور تکفیر کرنے والے کو منع کیا اور فرمایا "بے چارہ خوش عقیدہ مسلمان تھا۔ سنت کا اتباع کرنا چاہتا تھا مگر عقل سے کورا تھا۔ وہ یوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا تھا جس کا مقصد افعال کی تعلیم تھی اور اس حالت میں آپ کی اونٹنی نے نہ مینگنیاں کیں اور نہ پیشاب کیا لہٰذا حرمت کعبہ محفوظ رہی محمد بن عبد الوہاب ناسمجھی سے اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کرنے کو سنت سمجھ بیٹھا اور اس نے اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں سمیت اونٹوں پر سوار ہو کر خانہ کعبہ کا طواف شروع کر دیا اور جب طواف سے فارغ ہوا تو خانہ کعبہ مینگنیوں اور پیشاب سے بھر گیا۔ بے چارے کا مقصد کعبہ کو غلاظت سے بھرنا مقصود نہ تھا بلکہ اتباع سنت تھا" (ارواح ثلاثہ)

Marfat.com

مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ "صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب میں ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقاید فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا تھا، ان کے (اہل سنت) قتل کو باعث ثواب و رحمت کا شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کے تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے الحاصل وہ ایک ظالم، باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا"۔

محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتال کرنا اور ان کے اموال کو چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے (ص ۴۳)

شان نبوت و حضرت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سے فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ

Marfat.com

آپ کی ذات سے بعد وفات ہے (۴۷)

نجدی اور اس کے اتباع (ماننے والے) کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانے تک تھی جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں (۴۵)

وہابیہ کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ "الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس نداء وخطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں (ص ۶۵)

وہابیہ نجدیہ یہی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ "یارسول اللہ" میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے (۶۵) وہابیہ خبثیہ کثرت صلاۃ وسلام و درود بر خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام اور دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ، اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔ (۶۶)

وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کے (نہ ہونے کے برابر) پہنچا دیتے ہیں۔ وہابیہ سوائے علم احکام وشرائع، جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں (۶۷) وہابیہ ذکر ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں اور علی ہذا القیاس اذکار اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی کو بھی برا سمجھتے ہیں (۶۷)

Marfat.com

نجدی تحریک کا حاصل مطالعہ

۱. بارگاہ نبوت میں نہایت گستاخی سے پیش آتے ہیں حتیٰ کہ اپنے میں اور رسول اللہؐ کے درمیان معمولی فرق سمجھتے ہیں۔

۲. نجدی حیات انبیاء کا انکار کرتے ہیں، آپ کی خدمت سے توسل کرنا حرام سمجھتے ہیں چونکہ عام مومنین اور انبیاء ان کے نزدیک موت میں برابر ہیں اس لئے آپ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

۳. اسی وجہ نداو خطاب کے الفاظ سے منع کرتے ہیں اور الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ سے منع کرتے ہیں اور اہل حرمین سے اسی وجہ سے سخت نفرت کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۴. ان کا عقیدہ ہے کہ "یارسول اللہ" میں استعانت بغیر اللہ پائی جاتی ہے اور یہ شرک ہے لہٰذا یارسول اللہ نہیں کہنا چاہیئے اور سیدنا محمدؐ کے الفاظ کو بھی بدعت کہتے ہیں۔

۵. وہابیہ کثرت، درود، صلاۃ وسلام صالحین کے اوراد و وظائف جن میں دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ قصیدہ ہمزیہ وغیرہ شامل ہیں، قبیح اور مکروہ جانتے ہیں۔

۶. روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ممنوع قرار دی اس پر غلاف چڑھانے کو بدعت کہہ کر نیا غلاف چڑھانے کو منع کردیا گیا۔

Marfat.com

۷۔ شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں نہ ہونے کے برابر پہنچ جاتے ہیں۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کے علوم میں صرف شرعی علوم کو اختصار کے ساتھ مانتے ہیں آپ کی ذات سے دوسرے تمام علوم اور اسرار مخفی، علوم و معارف کا انکار کرتے ہیں۔

۹۔ وہابیہ ذکر ولادت کو بدعت کہتے ہیں اور اس سے سختی سے منع کرتے ہیں۔

۱۰۔ مزارات کا احترام کرنا بت پرستی کے مترادف ہے۔ عرس کو شرک اکبر کہا گیا اور جو شخص کسی نبی ولی کو پکارے وہ پکا مشرک ہے۔

۱۱۔ وہابیہ کا خاصہ یہ ہے کہ ان کے سوا کسی کا اسلام قابلِ اعتماد نہیں۔ صحیح مسلمان صرف نجدی ہیں اس لئے تمام مسلمانوں کا جان و مال اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ اپنی رائے کو اس قدر صحیح سمجھتے ہیں کہ جس میں غلطی کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا جبکہ دوسروں کی رائے کو غلطیوں کا پلندہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے اپنی رائے کی تائید میں قرآن و حدیث کا کتنا بھی ذخیرہ پیش کردیں۔

وہابیت کا ورود ہند میں

شاہ اسمٰعیل دہلوی آپ کے والد کا نام شاہ عبدالغنی اور دادا شاہ ولی اللہ تھے۔ شاہ صاحب کے چار بیٹے تھے (ایک روایت میں پانچ بتلائے گئے ہیں)، شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالغنی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، شاہ اسماعیل کی کفالت شاہ عبدالقادر نے کی۔ بچپن میں نہایت کھلنڈر واقع ہوئے تھے۔ تعلیم کی طرف توجہ کم دیتے، کھیل کود میں زیادہ مصروف رہتے۔ کئی کئی روز

Marfat.com

تک شاہ عبدالقادر کے سامنے نہ آتے۔ آپ کے ہم سبق آپ سے مذاق کرتے اور آپ کو شرمندہ کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک دفعہ سبق تلاش کرنے کے لئے ورق گردانی کر رہے تھے، اپنے کل کے سبق کی جستجو میں تھے لیکن کچھ پتہ نہ چل رہا تھا کہ کہاں ہے اس پر آپ کے ایک ہم سبق ہنس پڑے اور کہنے لگے میاں صاحبزادے مکھی مار کر نشان لگا دیا کرو کہ کتاب کھولتے ہی معلوم ہو جائے کہ میں نے کل یہاں تک سبق پڑھا تھا۔ یہ سن کر شاہ اسمٰعیل ہنس پڑے اور کچھ جواب نہ دیا (حیات طیبہ)

طبیعت میں بہت شوخی تھی۔ بچپن سے اکثر شرارتیں کرتے رہتے تھے لیکن بعض اوقات بڑوں کو بھی ہاتھ دکھا جاتے۔ ایک دفعہ شاہ عبدالعزیز وعظ کر رہے تھے کہ شاہ اسمٰعیل نے سب لوگوں کے جوتے اکٹھے کر کے سقابا میں ڈال دیئے، وعظ کے بعد لوگ اپنے جوتے تلاش کرنے لگے اور شاہ عبدالعزیز کو جب اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ یہ اسماعیل کی حرکت ہو گی کہیں سقابا میں نہ ڈال دیں ہوں لوگوں نے دیکھا تو جوتیاں سقابا میں ابل رہی تھیں (ارواح ثلاثہ)

آپ نے اپنے زمانے کے مروجہ کھیلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حیات طیبہ کے مصنف نے ان تمام کھیلوں کو بڑی تفصیل سے بیان کیا اور یہ دکھایا کہ مولانا صاحب جہاد کی تیاری بچپن ہی سے کرنے لگے تھے۔ گویا یہ کھیل آپ کی فوجی مشقیں تھیں۔ مثلاً گھوڑسواری، میں اتنی مشق بڑھائی کہ بغیر زین کے سوار ہو جاتے۔ بلند سے بلند گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر ایک معمولی جست کے ساتھ سوار ہوتا آپ کا معمولی کرتب تھا اور چالیس میل تک چکر لگا آتے اور کچھ پرواہ نہ ہوتی۔

Marfat.com

گھوڑا سواری کے بعد پٹے بازی میں بھی کمال حاصل کیا اور جتنے بھی اس وقت فنون رائج تھے سب میں مہارت حاصل کی تمام فن سیکھنے کے بعد آپ نے تیراکی میں بھی کمال حاصل کیا۔ تین تین روز تک دریا میں پڑے رہتے۔ دریائے جمنا میں تیرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس فن میں اتنی مہارت حاصل کر لی تھی کہ اکثر لگاتار تیرتے تیرتے دریا پار کر لیتے، آپ کے سوانح نگار نے آپ کو تمام فنون میں تربیت دینے کے بعد تمام علوم میں بھی یکتائے روزگار بنا کر پندرہ سولہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ کر دیتے ہیں اور فلسفہ منطق، اخلاقیات، ریاضیات تفسیر، حدیث اور معلوم نہیں کیا کیا علوم تھے جن میں مکمل دسترس حاصل کر لیتے ہیں۔ (حیات طیبہ)

جب آپ عملی زندگی میں داخل ہوئے تو مکمل تربیت یافتہ سپاہی کی طرح میدان میں آئے اور وعظ کہنا شروع کیا تو اس وقت عجیب کیفیت تھی۔ طلبہ اور غیر طلبہ سب ایک ہی کھوپری کے لوگ تھے۔"

بھلا جب شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر کے گھر میں۔ بیوی کی صحنک باقاعدگی سے کی جاتی تھی اور کوئی منع نہ کرتا تھا تو اور گھروں کا کیا کہنا۔ آپ نے پہلے چند بڑے بڑے بدمعاشوں کو اپنی جادو بھری تقریر سے رام کیا اور اپنا معتقد بنایا۔ چونکہ آپ کی مخالفت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ اس لئے ایسے لوگوں کی آپ کو ضرورت تھی۔

جب آپ وعظ کہتے تو لوگ تماشائیوں کی طرح آپ کے وعظ میں چلے آتے تھے اور بہت بڑا مجمع ہوتا تھا، اگرچہ آپ کے واعظوں کی تفصیلات دستیاب

Marfat.com

نہیں ہیں لیکن اتنا واضح ہے کہ آپ کی تقریریں توحید اور شرک کے موضوع پر ہوتی تھیں۔ ان کے کچھ اقتباسات ردی کی یاداشت سے نکال کر کسی قدر جملوں کو ہیر پھیر کر کے مفہوم پورا کر دیا گیا۔ آپ کی تقریروں کا رپورٹر یعنی آپ کا مستقل منشی ہیرا لال تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ ہر روز آپ کے واعظ میں دس پانچ ہندو اور درجنوں بدعتی مسلمان ہوتے تھے۔ (حیات طیبہ)

لیکن منشی ہیرا لال نے اپنے بارے میں نہیں بتایا کہ شاہ اسمٰعیل صاحب کی پُرتاثیر تقریروں کا اثر اس پر کیا ہوا اور وہ خود مسلمان ہونے کی سعادت سے کیوں محروم رہا۔ ہیرا لال کی مرتب کی ہوئی رپورٹوں پر مشتمل روئیداد سے حیات طیبہ کا زیادہ حصہ کتاب کی زینت بنا۔

آپ کے واعظوں سے لوگ بھڑک اٹھے۔ مخالفت کی آگ بڑھتی جا رہی تھی لیکن پنجاب جو کہ بدعت خیز خطہ ہے یہاں بھی مولانا کی مخالفت بڑھی جا رہی تھی۔ چنانچہ اسی دوران آپ کی سید احمد بریلوی سے ملاقات ہوئی۔

سید احمد بریلوی

آپ ۱۲۰۱ھ میں رائے بریلی کے ایک سادات گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا شاہ علم اللہ ایک باکمال بزرگ تھے۔ سید صاحب جب چار سال کے ہوئے تو ہند کے شرفاء کی طرح آپ کو مکتب میں بٹھا دیا گیا لیکن غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجے کے غبی مشہور ہوئے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کو تعلیم دینا بے فائدہ ہے چونکہ درس کی پہلی کتاب کا پہلا مشہور مصرعہ "کریمہ بہ بخشا بر حال ما" سید صاحب کو تین دن میں یاد ہوا تھا۔ اس پر بھی یہ کہ کبھی کریمہ بھول جاتے اور

Marfat.com

کبھی برحال مادل سے محو ہو جاتا، لیکن والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ لڑکا کچھ نہ کچھ پڑھ جائے چنانچہ والدین اور میاں جی کی تنبیہ پڑنے لگی، گھر کی جھڑکیاں، آنکھیں نکالنے سے بڑھ کر مار کٹائی تک نوبت پہنچ گئی لیکن والدین کی آرزو پوری نہ ہوئی جب انہوں نے دیکھا کہ اس کے دماغ پر قفل لگ چکے ہیں اور کسی طرح نہیں پڑھ سکے گا تو ناچار پڑھنے سے اٹھالیا۔ اب سید صاحب کو کھلی چھٹی ہو گئی، وہ کھیلیں کودیں اور دن بھر آوارہ گردی کریں۔ تین سال کی مدت میں قرآن حکیم کی چند سورتیں پڑھی تھیں اور کچھ حروف پہچان لئے تھے۔ سید صاحب کی زندگی کا کل علمی اثاثہ یہی تھا۔

آپ طبعاً سادہ مزاج تھے۔ مولوی اسمٰعیل کی طرح شریر نہ تھے کہ لوگوں کے جوتے چھپا دیتے بلکہ آپ سادہ مزاجی کی بدولت لوگوں کے گھروں میں بلا روک ٹوک چلے جاتے، عورتوں کو آپ کے بھولپن پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ گھر کے کام کاج کرالیے جاتے، سودا سلف منگوالیا جاتا اور آپ خوشی خوشی یہ کام کر لیتے تھے، لیکن آپ کے خاندان کے لوگوں کے لئے آپ کی یہ احمقانہ حرکتیں ناقابل برداشت تھیں۔ سید صاحب نے اسی گومگو کی صورت میں اپنی عمر کی سترہ منزلیں طے کرلیں۔ اسی دوران آپ کے والد اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

شفقت پدری سے محروم ہونے کے بعد گھر کی ذمہ داریاں آپ کے سر آ گئی تھیں۔ چنانچہ تلاش معاش کے لئے لکھنؤ کا سفر اختیار کیا۔ انیس برس کی عمر میں زندگی کا پہلا سفر تھا، لکھنؤ شیعہ سُنی کے اختلاف کا مرکز تھا لیکن سید صاحب ابھی تک مذہبی اختلاف سے قطعاً ناواقف تھے۔

Marfat.com

چنانچہ آپ ایک امیر آدمی کے گھر گئے تو اس نے پہلا سوال کیا کہ آپ "خارجی ہیں یا شیعان علی"۔ سید صاحب کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ یہ لفظ پہلی بار آپ کے کان پڑے تھے۔ لفظ شیعہ تو سنا ہوا تھا لیکن "شیعان علی" نے آپ کو پریشان کردیا۔

ایک شریف آدمی نے آپ کے لئے دو وقت کا کھانا اپنے ہاں مقرر کردیا۔ سید صاحب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس کے گھر سے کھانا لے آتے تھے۔ لکھنؤ میں ایک سال قیام کیا لیکن آپ کو کوئی ملازمت نہ مل سکی تو واپس دلی کا رُخ کیا اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ افلاس سے بُرا حال ہو رہا تھا اور بڑی مشکل سے دلی پہنچے۔ دلی اس حال میں آئے کہ چہرہ غبار آلود، بال پریشان کپڑے پھٹے ہوئے اور میل سے چیتھڑے بنے ہوئے تھے۔ پیر جوتے کو ترس رہے تھے لیکن دلی میں کوئی جاننے والا نہ تھا۔ مجبور ہو کر حضرت شاہ عبدالعزیز کے مدرسے کا سہارا لیا اور آپ سے ملاقات کی۔ یہ وہ دور تھا کہ ایک سید صاحب ہی کی یہ حالت نہ تھی بلکہ اکثر مسلمان افلاس کی چکی میں پس رہے تھے۔ حضرت شاہ صاحب صرف علمی شخصیت ہی نہ تھے، بلکہ روحانی پیشوا بھی تھے اور دل درمند رکھتے تھے اس لئے ہر آنے جانے والے کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اہل علم ہی نہیں اہل حاجات بھی آپ کی چوکھٹ پہ پڑے رہتے تھے۔ سید صاحب نے جب شاہ صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو انہیں بھی تحصیل علم کا شوق دامنگیر ہوا، گو آپ کا منشا یہ نہ تھا کہ لکھ پڑھ کر فاضل اجل بن جائیں لیکن طبیعت کا کیا کرتے کمبخت اس طرف آتی ہی نہ تھی ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی

Marfat.com

والا معاملہ سید صاحب کے ساتھ بھی درپیش تھا۔

سید صاحب نے اپنی مسکین طبیعت کی وجہ سے شاہ صاحب کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلی اور کوئی کتاب لے کر پڑھنے پر خود کو آمادہ کر ہی لیا۔ آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے کئی ماہ گذر چکے تھے لیکن ابھی تک تعلیمی رفتار وہیں تھی جہاں ہونا چاہیئے تھی۔ سید صاحب کی طبیعت زچ ہوگئی اور شاہ عبدالعزیز بھی تنگ آگئے۔ اب حالت یہ تھی جب سید صاحب کتاب لے کر بیٹھتے تو آنکھوں میں ترمرے پھرنے لگتے تھے جیسا کہ عموماً کمزور دماغ والوں کے ساتھ یہ ماجرا پیش آتا ہے (حیات طیبہ)

آخر کار شاہ صاحب نے تنگ آکر اور لاحاصل سمجھ کر آزاد چھوڑ دیا اور خادم کے طور پر شاہ عبدالقادر کی خدمت میں رہنے لگے۔ اگرچہ اس علمی خاندان میں رہتے ہوئے سید صاحب بے علمی کا داغ تو نہ دھو سکے لیکن شاہ صاحب سے بیعت ہونے کا شرف حاصل کر لیا تھا جو زندگی بھر کے لئے اثاثہ بن گیا۔ اس متاعِ بے بہا سے سید صاحب اور آپ کے رفقاء نے بہت فائدہ اٹھایا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے مرید کی تربیت کے سلسلے میں جب "تصورِ شیخ" کرنے کا فرمایا تو سید صاحب اڑ گئے کہ یہ تو صریح شرک ہے میں ایسا نہ کروں گا۔ سید صاحب کا اپنا نقدِ علم تو ہم نے ملاحظہ کر ہی لیا یہ شرک کی بُو انہیں کہاں سے مغز چڑھ گئی؟ البتہ یہ تحقیق طلب مسئلہ ہے اور سید صاحب کا پہلا حملہ شرک اور بت پرستی کا اپنے پیر پر کرنا یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے۔ یہاں سے شاہ عبدالعزیز کا مسلک ہمارے سامنے آجاتا ہے جو انہوں نے اپنے والد اور اپنے خاندان سے تربیت پائی تھی اور ہند میں مشرکانہ بو سونگھنے کے لیے جو داخل ہو

Marfat.com

چکے تھے ان کے نقوش یہیں سے تلاش کرنے ہوں گے ۔

ذرا اس بدبختی کی نیچر دیکھئے یہ جہاں سے تربیت پاتی ہے وہیں سے اس کی کاروائی کا نقطہ آغاز ہوتا ہے اس کنبے کی پوری تاریخ اور اس کی ابتداء ہی اسی بنیاد پر ہے۔ اس کی علمی ساکھ ہمیشہ سے اتنی ہی رہی اور اس کا عقلی معیار بھی یہی رہا۔ اپنے پیر صاحب پر شرک کا الزام لگاتے وقت سید صاحب نے شیطانی غلبے میں آکر یہ فراموش کر دیا تھا کہ یہ وہ ہیں جن کے علم و عرفان کے چرچے ہندوستان کی سرحدیں عبور کر چکے ہیں اور یہی تصور شیخ صدیوں سے اہل اللہ کا معمول چلا آرہا ہے ۔

سید صاحب روحانی مدارج طے کرتے ہوئے اپنے پیر سے بہت آگے نکل چکے تھے لیکن شاہ صاحب کی موجودگی میں سید صاحب کی کرامات چل نہیں سکتی تھیں۔ اب ان کے جوہر زنگ آلود ہونے لگے تھے لہٰذا اب مناسب یہی تھا کہ سید صاحب دلی کو خیر باد کہہ دیں۔ چنانچہ آپ دلی سے رخصت ہو کر ٹونک چلے آئے ۔ یہاں امیر محمد خان کے لشکر میں بھرتی ہو گئے۔ اگرچہ اس کی کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی اور نہ ہی تنخواہ کا کوئی انتظام تھا لیکن سید صاحب جیسے قلندروں کے لئے یہ جگہ بُری بھی نہیں تھی۔ یہاں کا طریقہ کار کچھ اس طرح تھا کہ جب بھی کسی ریاست پر یہ شیر حملہ کرتے وہاں کا سب کچھ ان کا اپنا ہی ہوتا تھا۔ باہم مل کر اس کو تقسیم کر لیتے۔ اگر کچھ نہ ملتا تو صبر کے ساتھ گذارہ کر لیتے تھے۔ ان لیڈروں نے اپنے گردو نواح میں اودھم مچا رکھا تھا کبھی جے پور پر حملہ کرتے تو کبھی جودھ پور پر چڑھ دوڑتے یہاں کے راجواڑے کچھ لے دے کر کبھی جان چھڑا لیتے اور کبھی یہ لوگ اپنی

Marfat.com

مرضی سے کچھ حاصل کر کے لوٹتے تھے۔ انگریزوں کی راج دھانی میں بہت کم اتفاق ہوتا لیکن انگریز صاحب کو امیر خان کی بڑھتی طاقت سے خطرہ ضرور تھا۔ القصہ یہاں سید صاحب کے مخفی جوہر کھل کر سامنے آئے اور آپ کو نہایت قدر کی نگاہ سے اس لشکر میں دیکھا جاتا تھا خود امیر خان بھی آپ کا نہایت قدر دان تھا۔

سید صاحب نے امیر خان کے لشکر میں رہ کر بہت کچھ سیکھا اور حاصل کیا آپ کے آئندہ ہونے والے مریدنے تو کھیل کود میں تربیت پائی تھی لیکن آپ کی تربیت یہاں ہو رہی تھی جو کچھ آئندہ ہونے والا تھا اسی لشکر میں آپ کے "نور بصیرت" میں بہت ترقی ہوئی عموماً ایسا ہوتا کہ آپ آئندہ ہونے والے واقعات کو پہلے بتا دیا کرتے تھے اور وہ ہو کر رہتے تھے آپ کی پیش گوئی کبھی غلط نہ ہوئی (حیات طیبہ)

جب آپ ٹونک سے دلی لوٹے تو آپ کی شہرت پہلے یہاں پہنچ چکی تھی۔ آپ نے وہاں جو کارنامے انجام دئیے تھے ان کی وجہ سے آپ کا یہاں پرجوش استقبال کیا گیا چونکہ سید صاحب نے امیر خان اور انگریزوں کے درمیان مصالحت کرانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

ایک روز مولانا عبدالحئی صاحب سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کچھ رازدارانہ باتیں مولانا سے کہیں تو ان کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا اور سید صاحب کے شیدائی بن گئے۔ چنانچہ آپ نے یہی باتیں جا کر شاہ اسمٰعیل کو بتائیں تو دونوں ساتھی، شاہ اسمٰعیل اور مولانا عبدالحئی سید صاحب کی خدمت میں پہنچے اور گذارش کی کہ ہم آپ سے خصوصی استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس عظیم خدمت پر مامور کیا گیا ہے۔ تم لوگوں پر میری تابعداری

Marfat.com

لازم ہے اور ہمارے مقصد کا بر آنا اور ہماری امیدوں کی کامیابی مجھ کو اپنا امیر بنانے میں ہے۔ (حیات طیبہ)

دوسرے روز مولانا عبد الحیٔ صاحب اور شاہ اسماعیل صاحب دوبارہ حاضر ہوئے بہت ساری رازدارانہ باتیں ہوئیں اور انہی خاص باتوں کی بدولت شاہ اسمٰعیل نے سید احمد کی اطاعت قبول کی اور "سنت کے مطابق" بیعت کی۔ جب سید نے اپنی بے مثال روحانی قوت قلب سے مولانا عبد الحیٔ کے دل پر اثر ڈالا اور اپنے "پاکیزہ" خیالات مولانا پر ظاہر کئے اور بہت ساری باتیں اپنے "منصوبوں" کے بارے میں بتائیں تو یہ سنتے ہی مولانا موصوف سید احمد پر فریفتہ ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ جس راہ نما کی ہمیں تلاش تھی وہ مل گیا ہے (حیات طیبہ)

اسی کہانی کو ایک اور مصنف ذرا تبدیلی کے ساتھ اس طرح بیان کرتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل، مولوی عبد الحی کے ساتھ ایک دن سید احمد کے پاس آئے اور انہیں آزمانے کے لئے کہا کہ حضرت نماز تو پڑھتا ہوں لیکن "حضور قلب" کی سعادت سے محروم ہوں۔ سید مسکرائے اور کہنے لگے کہ آج رات عشاء کے وقت میرے حجرے میں آؤ تو تمہاری خواہش پوری ہو گی۔ یہ سننے پر مولوی لوگ بہت متعجب ہوئے۔ رات کو وقت مقررہ پر سید صاحب کے حجرے میں پہنچے اور فرض نماز کے بعد ایسا حضور قلب حاصل ہوا کہ رات گذر گئی، صبح ہو گئی لیکن کچھ پتا نہ چلا۔ دونوں پر سیّد کی "فوق الفطری طاقت" اور معجزے کا بہت اثر ہوا اور دونوں نے اسی صبح سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کے وفادار بن گئے۔

سیّد صاحب اور شاہ اسمٰعیل نے اب مل جل کر کام شروع کیا۔ شاہ اسمٰعیل

Marfat.com

صاحب کی زوردار تقریروں نے مسلمانوں میں انتشار کی کیفیت پیدا کر دی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز اپنے پاؤں مضبوط کر رہا تھا۔ بیک وقت ہند کی تمام قوتوں سے نبرد آزما ہونا بہت مشکل کام تھا اگرچہ ان کے پاس وسائل تھے لیکن دوسروں کے وطن میں آکر قبضہ جمانا اتنا آسان نہ تھا، یہاں حکمت عملی کو بروئے کار لانا ہی وقت کا تقاضا تھا اور انگریز اس فن میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ ہند میں مسلمان حکمران تھے، ان کی طاقت تھی، اس طاقت کے خلاف متعدد محاذ قائم کرنا ضروری تھا۔

ایک طرف دم توڑتی مغلیہ سلطنت پر مرہٹے پے در پے یلغار کر رہے تھے۔ وسیع سلطنت صوبوں میں اور صوبے خود مختار مملکتوں میں تبدیل ہو رہے تھے۔ اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھا۔ مرہٹوں نے ایک ہلہ بول کر دلی پر قبضہ جما لیا تھا۔ مغلیہ حکمران اکبر ثانی کو انگریز سے امداد طلب کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نظر نہ آیا۔ لہٰذا بادشاہ کی دعوت پر انگریزوں نے مرہٹوں کو دلی سے نکال باہر کیا اور بادشاہ کو اپنا تنخواہ دار ملازم بنا کر بڑی عنایت اور مہربانی کے ساتھ "بادشاہ کے مفادات" کی نگرانی انگریز نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ اب اس خود مختار بادشاہ کی بے بسی کا عالم یہ تھا کہ اپنے دربار سے کوئی درباری نہ تو نکال سکتا تھا اور نہ نیا بھرتی کیا جا سکتا تھا تاآنکہ انگریز صاحب اس کے لئے احکام صادر نہ کریں۔ یہاں یہ سمجھنا ذرا مشکل ہے کہ بادشاہ کے مفادات کی نگرانی انگریز صاحب کر رہے تھے یا بادشاہ سلامت انگریز بہادر کے مفادات کے نگران تھے؟

دراصل یہاں دونوں ایک دوسرے کے مفادات کے نگران تھے۔ انگریز کا فعل اختیاری تھا جبکہ بادشاہ اضطراری عمل کا شکار تھا۔ اس صورت حال سے علماء

Marfat.com

اور امراء کا زیرک طبقہ نہایت پریشان تھا اور اس پریشانی میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا تھا جب مذہبی عصبیت کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ یہاں ہمیں شاہ اسمٰعیل کی بہادری اور جرأت کے وہ کارنامے یاد آجاتے ہیں جو تبلیغی سلسلے میں سرانجام دیئے تھے۔ مثلاً تبرکات کے ضمن میں جو قصہ بیان کیا جاتا ہے شاہ اسمٰعیل کی دیدہ دلیری کے خلاف جب اکبر شاہ سے شکایت کی گئی تو بادشاہ نے شاہ اسمٰعیل کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے اس پر مولانا صاحب کا تقریر کرنا اور بادشاہ کا آپ کا معترف ہونا اس واقعہ کو نہایت خوبصورتی سے پیش کیا گیا۔ اس میں ایک طرف شاہ اسمٰعیل کی قوت بیان اور دوسری طرف شاہ اکبر کی بے بسی کی داستان بیان کرتا ہے۔ اس طرح کے اور واقعات بھی موجود ہیں کہ شاہ اسمٰعیل صاحب اراکین حکومت کو دھمکیاں دینے کے باوجود کسی گرفت میں نہ آسکتے تھے۔ اس بات کو سمجھنا مشکل نہیں کہ اس وقت شاہ اسمٰعیل کی پشت پر کون سا ہاتھ تھا جو انہیں تھپکی دے رہا تھا۔

مذہبی عصبیت کے نازک مرحلے کو انگریز نے جس طرح پاٹنے کی کوشش کی وہ نہایت کامیاب رہی۔ ہند میں صوفیائے کرام کے پیروکاروں کو ایک دم چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے لئے ایک متوازی محاذ قائم کرنے کی ضرورت تھی اور وہ ضرورت سید احمد اور شاہ اسمٰعیل نے پوری کر دی۔ برصغیر میں مسلمانوں کی دو بڑی قوتیں شیعہ سنی لڑ بھڑ کر تھک گئے انہیں مزید لڑانا انگریز کے لئے آسان نہ تھا۔ اس کا بدل، نجدیت کو درآمد کر کے ہی ممکن تھا۔ کیا اس صورت حال میں یہ ممکن نہیں کہ سید صاحب اور ان کے رفقاء کو اپنے عقاید کی ترویج کے لئے غیبی ہاتھ، تعاون کے لئے اگر ان کی طرف بڑھ رہا ہو اور سید صاحب نے اس ہاتھ کو

Marfat.com

رحمت اور شفقت کا ہاتھ سمجھ کر اپنا ہاتھ اس میں دے دیا ہو تو بعید از قیاس ہو سکتا ہے ؟؟ ہرگز نہیں۔ ان دونوں کا مشترک دشمن اس وقت کا موجودہ مسلمانوں کا حلقہ تھا جو صدیوں سے ہند پر حکمرانی کر رہا تھا۔ مسلمانوں کے اس حلقے سے نپٹنے کے لئے دونوں کا اتحاد یعنی انگریز اور سید صاحب اور ان کے رفقاء کا ایک دوسرے کے قریب آنا قدرتی عمل ہے۔ اس ممکنہ تعاون کی پیشکش نے انہیں مسرور اور مغرور بنا دیا تھا اور یہی وہ راز ہے جو سید احمد نے مولوی عبدالحیٔ کے کان پھونکا تھا۔ انہیں اپنا مستقبل نورٌ علیٰ نور نظر آنے لگا تھا۔ اس بات کو ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ سید صاحب نے پہلے دونوں مریدوں" کو بتا دیا تھا کہ تمہاری نجات اور بھلائی اسی میں ہے کہ میری پیروی کرو، میری خدمت کرو، ورنہ مولوی عبدالحیٔ جیسے عالم اور شاہ اسمٰعیل جیسے مقرر کو سید احمد جیسے ان پڑھ، علم سے کورے پیر کی پیروی کرنے کا عمل وہ مروج عمل نہ تھا جو عمومی سطح پر پایا جاتا ہے جبکہ ان کے مسلک میں پیری مریدی کا سلسلہ اتنا قابل تعریف بھی نہیں جتنی شاہ اسمٰعیل اور مولوی عبدالحی کے سید احمد کے مرید ہونے کی بنا پر کی جاتی ہے۔ اگر یہ لوگ اس کو اتنا ہی مستحسن سمجھتے تو شاہ اسمٰعیل کو اپنے خاندانی ورثہ کو سید احمد کے بجائے اپنے خاندان سے حاصل کرنا چاہیئے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ کچھ اور معنی رکھتا ہے۔ جس کو سید احمد نے کھل کر بیان کر دیا تھا اور مولوی عبدالحیٔ صاحب خوشی سے فوراً شاہ اسمٰعیل کے پاس پہنچے جو اس خوشی میں ان کے برابر کے شریک تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ سید صاحب کو یہ دست غیب کہاں سے حاصل ہوا جس نے انہیں یکبارگی عروج پر پہنچا دیا تھا! امیر خان کے لشکر میں سید صاحب کو ایک خاص

Marfat.com

مقام حاصل ہو گیا تھا۔ اسی مقام کے پیش نظر انگریز اور امیر خان کے درمیان صلح کرانے کا کردار سید صاحب کا ہی تھا۔ اس سے انگریزوں کو سید کی صلاحیتوں کا اعتراف کرنا پڑا۔ سید کی اس کارگزاری پر لارڈ ہسٹنگز بہت خوش تھا کیونکہ سید بڑی خوبصورتی سے امیر خان کو اپنی لائن پر لے آئے تھے۔ انگریز سمجھ گیا تھا کہ آدمی کام کا ہے ان کے نظریات و عقاید کو سمجھ کر انہیں وہ لائن دی جو ان کے مزاج اور سوچ کے عین مطابق تھی۔ انگریز نے یقین دلایا تھا کہ مشکل وقت میں ضرور مدد کی جائے گی۔ چنانچہ امیر خان کے لشکر سے رخصت ہو کر جب سید صاحب دلی پہنچے تو ان کے مقام اور مرتبے کا پراپیگنڈہ پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ سید کا اپنے دلی کے ساتھیوں سے مل کر آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنا، یہ سید صاحب اور کسی دوسرے ان کے محدود سوچ کے ساتھی کا کارنامہ نہ تھا۔ یہ ایک باضابطہ لائن تھی جس کا آغاز سید صاحب کے دلی پہنچتے ہی ہو گیا تھا اور اس کو شاہ اسمٰعیل صاحب نے برملا اپنی تقریروں میں اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایک دفعہ شاہ اسمٰعیل کے وعظ کے دوران کسی نے پوچھا کہ سرکار انگریز کے خلاف جہاد کی ترغیب کیوں نہیں دیتے تو مولانا نے فرمایا: ایسی بے ریا اور غیر متعصب سرکار کے خلاف جہاد کرنا درست نہیں ہے۔ سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ہی ان کو عبادت لازمی سے روکتی ہے ہم "ان کے ملک میں" علانیہ وعظ کرتے ہیں اور "ترویج مذہب" کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ ہم پر" کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے ہمارا اصل کام "اشاعت توحید" اور

Marfat.com

احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی کے خلاف کس سبب سے جہاد کریں ؟

اور شاہ اسمٰعیل کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ "باطل کا مقابلہ مردانہ وار کرکے ایسی صورت حال پیدا کی جائے کہ حق کے لئے غلبۂ عام کی فضا پیدا ہو جائے" تحریر و تقریر سے خاصا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا اور تقویت الایمان کے تصنیف ہونے کے ساتھ ہی فرقہ وارانہ ہیجان نہایت تیزی کے ساتھ بڑھنے لگا، اس کی عبارات کو خوب مشتہر کیا گیا اسلام کے نام پر مسلمانوں میں انتشار کی کیفیت پیدا کر دی گئی۔ سنی، وہابی تنازعہ نے اتنا کھچاؤ پیدا کر دیا تھا کہ دوسرے تمام اختلافات دب کر رہ گئے۔

اب وہ مرحلہ آ گیا تھا کہ وہابی تحریک کا غائر مطالعہ کرکے اس تحریک کو آگے بڑھایا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سید صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ حج کی تیاری میں لگ گئے چونکہ حج پر جانے سے پہلے "ان اصلاحی کوششوں سے وہ کسی حد تک بے خبر تھے جو عبد الوہاب کے پیرو عرب میں کر رہے تھے۔ جس کا بیج ابن تیمیہ نے اپنی زندگی میں اپنی تصنیفات میں بو دیا تھا جب وہ حج (سید صاحب) کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو وہاں انہیں وہابیوں کے عقاید سے پوری طرح باخبر ہونے کا موقع ملا" : (موج کوثر)

حج پر جانے سے پہلے ایک کارنامہ یہ کیا کہ تقویت الایمان کو تصنیف کرکے مشتہر کیا گیا۔ کتاب لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقویت الایمان پیش کی اور فرمایا کہ " میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔

Marfat.com

اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ میں اندیشہ ہے کہ اس اشاعت سے شورش ضرور ہو گی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس سال میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت ہمارا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی پر عزم جہاد ہے اس لئے میں کام سے معذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ کوئی دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی گو اس سے شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔" (ارواح ثلاثہ)

حج پر جانے سے پہلے اکھاڑے کی فضا قائم ہو چکی تھی۔ مغلیہ حکومت کے کارندے، امراء وزراء وہابیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے لیکن سرکار کا دست شفقت ان کے سر ہونے کے سبب کسی کی جرأت نہ تھی کہ کوئی انہیں جواب دے بلکہ ایک دفعہ جب مولانا فضل حق خیر آبادی نے مولوی اسمٰعیل کی قابل اعتراض تحریروں کا جواب دیا تو آپ سے سخت باز پرس کی گئی سرکار کے ناز برداروں کی شان میں گستاخی کرنا قابل تعزیر جرم تھا۔

حج کا سفر ۱۸۲۰ء سید احمد اور ان کے رفقاء بہت مشہور ہو چکے تھے۔ جب حج کی خبر مشہور ہوئی تو بہت سارے لوگوں نے ساتھ چلنے کی درخواست کی اور ہر طرف مولوی اسماعیل صاحب نے سید کی روانگی کے بارے میں خطوط بھیج دیئے۔ پہلے دلی سے بریلی روانہ ہوئے چند روز گھر میں قیام کیا اور وہاں سے اپنے مریدوں کے ساتھ جن کی

Marfat.com

تعداد چار سو کے قریب تھی کلکتے کی طرف قافلہ روانہ ہوا اور تین مہینے تک کلکتے میں پڑاؤ رہا۔ تبلیغ کا سلسلہ جاری تھا اس دوران کرائے پر گیارہ کشتیاں حاصل کر لی گئیں تمام لوگوں کو اس میں سوار کیا گیا اور لنگر اٹھا دیئے گئے، گیارہ مہینے کے طویل سفر کے بعد یہ قافلہ مکہ معظمہ پہنچا۔

سید صاحب کی مفلوک الحالی کی داستان صُرف نظر ہو چکی ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے قافلے کے اخراجات کا جائزہ لے لیا جائے کہ سید صاحب کو یہ "دست غیب" کہاں سے حاصل ہوا کہ قافلے والوں کی عیش دیکھ کر لوگ جوق در جوق قافلے کے ساتھ شامل ہونے کی تمنا میں چلے آ رہے تھے چونکہ نذر و نیاز سید صاحب کے عقیدے میں حرام تھا، دعوتیں جائز تھیں لیکن یہ دعوتیں بھی پیری مریدی کی ہیں جو نذر و نیاز کی قسم کی ہیں۔ اپنے مہر صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

۱. یہ دورے بظاہر پیروں اور پیرزادوں کے سے تھے، یعنی سید صاحب مریدوں کی جماعت کے ساتھ شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ پھرتے رہے۔ ہر مقام پر دعوتیں بھی ہوئیں۔ سید صاحب کا عام انداز اگرچہ وہی تھا جس پر اس وقت کے پیرزادے عمل پیرا تھے" (سید احمد شہید از مہر)

۲. مرشد آباد کے دیوان غلام مرتضیٰ نے قافلے کو روک لیا اور اصرار کیا کہ میرے وطن (رکنہ) چلئے، جس بنگلے میں سید کو ٹھہرایا گیا اس کی محض درستی اور آرائش پر (اس وقت کے حساب سے) پانچ ہزار روپے صرف ہوئے اس کے باہر بڑا بازار لگوایا گیا اور منادی کرا دی کہ سید صاحب کے ہمراہی جو کچھ خریدیں اس کی قیمت کا حساب رکھا جائے میں خود پوری رقم ادا

Marfat.com

کروں گا (ایضاً)

۳۔ سہارن پور کے تحصیل دار وھونکل سنگھ نے بھی سید صاحب کی دعوت کی (ایضاً)

۴۔ انگریز کے سپاہیوں نے دعوتِ طعام پر اصرار کیا تو فرمایا اس شرط پر منظور کرتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں گا پکایا جائے انہوں نے مان لیا (ایضاً)

۵۔ جب نماز عشا ہو چکی تو اس وقت دید بانوں نے عرض کیا کہ کچھ مشعلیں ہماری طرف آرہی ہیں اسی گفتگو کے دوران کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار مختلف قسم کے کھانے لے کر کشتی کے قریب کھڑا ہے اور پوچھتا ہے "پادری صاحب" کہاں ہے، سید صاحب نے کشتی سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں تشریف لائیے انگریز فوراً گھوڑے سے اترا اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر (انگریزوں کے ادب کا طریقہ) کشتی میں سیّد صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ مزاج پرسی کے بعد عرض کیا کہ میں نے اپنے نوکروں کو آپ کے قافلہ کی آمد کی اطلاع کے لئے متعین کر رکھا تھا۔ آج خبر ملی کہ آپ مع قافلہ اس طرف آرہے ہیں یہ خوشخبری سن کر میں نے ماحضر تیار کیا اور خدمت میں حاضر ہو گیا (مخزن احمدی)

۶۔ ایک انگریز کی مسلمان بیوی نے دعوت کی غرض سے روکا۔ سیّد صاحب نے اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا (غیرت قومی سے) پھر انگریز خود آیا اور عرض کی کہ اس کی (بیوی کی) دعوت نہ مانیے لیکن میری دعوت قبول کرنے میں تو تکلف نہ ہونا چاہیئے آپ نے انگریز کی دعوت قبول کر لی۔ (سید احمد شہید)

۷۔ بیعت کرنے والوں میں منڈو ڈصاحب فرنگی کی بیوی بھی تھی جس نے بیعت کرنے کے بعد سات روز تک دونوں وقت آپ کی دعوت کی اور ایک

Marfat.com

عظیم الشان مکان مع ساز و سامان آپ کی نذر کیا۔ (سوانح احمدی)

۸۔ منشی امین الدین احمد جو کہ بنگال کے اونچے گھرانے کے فرد تھے اور کلکتہ کے امیروں میں شمار ہوتے تھے انگریز کمپنی میں وکیل کے عہدے پر فائز تھے اور کمپنی کے تمام مقدمات کلکتہ کی مرکزی حکومت میں پیش ہوتے تھے منشی صاحب ہی کی وساطت سے پیش ہوتے تھے۔ سید صاحب کلکتہ میں قیام کے دوران ان ہی منشی امین الدین کے ہاں قیام پذیر تھے۔

۹۔ گوالیار میں مہاراجہ کی طرف سے مہمان داری کا پورا انتظام تھا کئی مرتبہ ہندو راؤ نے دعوتیں کیں۔ ایک دعوت کی تفصیل راویوں نے یوں بیان کی ہے کہ

"مرہٹی کھانا پکوایا، شیرمال، پراٹھے، پلاؤ، متنجن، قلیہ، قیرنی، یاقوتی کباب پسندے، مرغ بریانی وغیرہ تیار کرائے۔ سید صاحب اور بعض دوسرے بلند پایہ ساتھیوں کے ہاتھ ہندو راؤ نے خود دھلوائے، کھانے کے بعد جو پان پیش کئے گئے وہ سب طلائی ورق میں ملفوف تھے بہت سے تحائف، خوانوں میں لگا کر نذر کئے گئے ان میں موتیوں کا ایک بیش بہا ہار اور دو چغے بھی تھے جن پر زری کا نہایت عمدہ کام تھا۔ (سید احمد شہید)

ان دعوتوں کے علاوہ نذر و نیاز بھی وصول کی جاتی تھی اگرچہ آپ کے مسلک میں ان چیزوں کو جائز نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن نیاز مندوں کا اصرار اور ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ انکار ممکن نہ تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا جب ہاتھ تنگ ہو جاتا تو قرض لے لیا جاتا اور پھر نذر انے جب آتے تھے تو رقم لوٹا دی جاتی تھی۔ نذر و نیاز میں صرف نقدی ہی وصول نہ کرتے بلکہ جو کچھ بھی پیش کیا جاتا آپ انکار

Marfat.com

ر فرماتے تھے۔

ایک دفعہ شیخ غلام علی صاحب نے بیسیوں ہدایہ کے علاوہ ایک نہایت قیمتی قالین بھی سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا جو قبول فرمالیا گیا۔ اس کے علاوہ قیمتی کپڑے بھی بطور نذر آپ کی خدمت میں گذارے گئے۔

گھارو (سندھ) میں سید چورن شاہ جو کہ ایک ممتاز بزرگ تھے۔ سید حمید الدین اور سید اولاد حسن نے سید صاحب کے حکم سے ان سے ملاقات کی اور جب سید چورن شاہ، سید صاحب سے ملاقات کے لئے آئے تو ایک بڑا بھینسا بطور نذرانہ پیش کیا۔

سب سے عجیب تحفہ شیخ فرزند علی نے پیش کیا۔ امجد نام کا ایک نوجوان آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کو انہوں نے مثل ابراہیم خلیل اللہ اللہ کی راہ میں نذر کرکے سید صاحب کے حوالے کر دیا۔

ایک دفعہ ساتھیوں نے حلوے کی خواہش ظاہر کی، سیّد صاحب دعا کرنے کے بعد ایک کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اسی وقت ایک آدمی جس کے سر پر گرم گرم حلوے کا ایک بہت بڑا طباق تھا، سید صاحب کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گیا۔

سئی ندی کے پار سے دو آدمیوں کی آواز آئی کہ کشتی بھیجو، آپ نے دریافت کیا کون ہے؛ معلوم ہوا کہ سید صاحب کے ایک مرید سید یاسین نے جو کہ توپ خانہ میں داروغہ تھا کچھ رقم بطور نذر بھیجی ہے چنانچہ ان دو آدمیوں کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور وہ رقم آپ کی خدمت میں پیش کی۔

ہری رام کشمیری جو کہ غازی آباد میں تحصیلدار تھا بڑی نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہوا اور شیرینی کے علاوہ کچھ نذر بھی بطور انکساری پیش کی۔

Marfat.com

بدھ رام جوکہ ایک مشہور پشاور کا سیٹھ تھا سید صاحب کی خدمت میں آیا تو نقد روپے کے علاوہ انگور، پستہ، بادام، ناشپاتی اور بہی کی ٹوکریاں اور تھیلے لایا۔ شیخ غلام علی نے مجموعی طور پر جو نذرانے پیش کئے وہ بیس ہزار روپے سے کم نہ ہوں گے۔ یہ بیس ہزار اس زمانے کا ہے جب دھیلی اور ٹکہ بہت قیمتی سکہ سمجھا جاتا تھا۔ شیخ غلام علی رئیس الہ آباد انگریز کا بہت بڑا ایجنٹ تھا۔

ان فتوحات (نذرانے) کے علاوہ قابل ذکر اور بااثر لوگوں میں بیعت کرنے والے اور نذرانے پیش کرنے والے نیاز مندوں میں یہ صاحبان بھی شامل تھے۔ داروغہ محمد رحیم، محمد تقی قصاب (جوکہ انگریزی فوجوں میں گوشت کا بہت بڑا ٹھیکیدار تھا) قیمتی کپڑے، نقدی اور کئی کئی خوان نذریں پیش کئے، مولوی کرامت صدر امین شیخ محمد تقی، بستی میاں، رنجیت خان ان سب نے نذرانے گزارے۔ قلعہ کے میگزین خلاصیوں نے نذرانے پیش کئے اور جو کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا کچھ نہ کچھ ضرور لاتا۔ کوئی مرغ لا رہا ہے کوئی انڈے اٹھائے چلا آرہا ہے کوئی شہد اور گھی پیش کر رہا ہے کوئی چاول، یہ سب چیزیں آپ کے ذاتی باورچی خانے میں رکھوا دی جاتی تھیں۔

برصغیر میں یہ نذرانے پیش کرنے کی پرانی رسم چلی آرہی ہے لیکن وہابیت ان مشرکانہ رسوم کو ختم کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ لیکن سید صاحب کی وہابیت جو پیری مریدی کے راستے سے برصغیر میں داخل ہوئی اس کو بھی ان مشرکانہ رسوم کو قائم رکھنا پڑا۔ اس سے دوہرا فائدہ ہوا۔ ایک تو یہ کہ لوگ اس طریقہ کار سے مانوس تھے، نذر و نیاز پیش کر کے دل کی عقیدت و احترام کا اظہار کرتے تھے۔

Marfat.com

اس صف میں وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جو سرکار کا قرب حاصل کرنا چاہتے تھے اور سرکار بھی اس ذریعہ سے مستحسن طریقے پر سید صاحب کی حوصلہ افزائی کرکے ان کی تحریک کو مالی مشکلات سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عام لوگ آپ سے بہت قریب آگئے اس طریقہ کار کو آج کل بھی ہم دیکھ رہے ہیں۔ البتہ اس مسلک کے مفتیان شرع متین شروع سے اب تک اس طریقہ کو بدعت کہہ کر شرک کے قریب کر دیتے ہیں لیکن یہ فتویٰ دوسروں کے لئے دیتے ہیں۔

اس دوہری پالیسی نے اگرچہ وہابیت کو فائدہ پہنچایا لیکن یہی پالیسی وہابیت کے لئے الجھن بن گئی۔ اگرچہ اس کمزوری کو عوام کے سامنے لانے میں ان کے مخالفین سے سستی واقع ہوئی ہے لیکن جب بھی اس پہلو کو واضح کرکے پیش کیا گیا تو سید کے پیر کار وہابیوں کے لئے ایک مسئلہ بن گئی۔

سید احمد اور ان کے رفقاء کا سب سے بڑا ذریعہ آمدنی بلکہ اس کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ یہی فتوحات تھیں اس کار خیر میں صرف مسلمانوں نے ہی حصہ نہیں لیا بلکہ انگریزوں اور ہندوؤں نے بھی مسلمانوں سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ پیش کردہ اقتباسات سے جو چیز واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے مریدوں اور نیازمندوں میں مسلمان، ہندو سکھ اور انگریز سب شامل تھے، کیا یہ نیاز مندی قدیم صوفیاء کی طرح صرف روحانی فیوضات کے پیش نظر تھیں یا اس نیازمندی میں سیاسی عنصر شامل تھا؟ اس دوسری شق میں زیادہ تقویت پائی جاتی ہے۔ روحانی ترفع،

Marfat.com

سید صاحب کے مسلک میں جائز ہی نہ تھا۔ سید کی زندگی کے دوسرے تمام پہلو ان کے سیاسی عزائم کی نشاندہی کرتے ہیں اور آپ کے گرد جو لوگ حلقہ بگوش تھے وہ سب سیاسی عزائم کے لوگ تھے۔ یہ ایک تحریک تھی جس کے سامنے ایک مشن تھا اور متعینہ خطوط پر کام کر رہے تھے۔ لہٰذا اس تمام سیاق و سباق میں ان کے نذر و نیاز میں بھی سیاسی عنصر ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی پروگرام کو آگے بڑھانے کی غرض سے یہ قافلہ نہایت اہتمام اور دھوم دھام سے حج پر روانہ ہوا۔

سید صاحب اور شاہ اسمٰعیل کے تذکرہ نگار آپ کے حج کی تفصیلات بہت کم پیش کرتے ہیں۔ چودہ ماہ سرزمین عرب میں قیام کے دوران آپ کی کیا مصروفیات تھیں؟ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا جیسا کہ کسی خاص پروگرام کو اخفا میں رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہو لیکن بعض واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے کہ وہاں کیا کچھ ہوتا رہا۔ ایک روایت کے مطابق

"فریضہ حج ادا کرنے کے بعد اس گروہ نے مدینہ دیکھا اور پھر جدہ واپس آ گیا۔ عرب کی سرزمین پر چودہ ماہ قیام کیا۔ مولوی اسماعیل نے عرب کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے وفود سے ملاقاتیں کیں اور ان ممالک کے حالات معلوم کیے اس کے بعد واپس آ گئے، واپسی پر دو مہینے کلکتے میں قیام کیا۔ چنانچہ تین سال غیر حاضری کے بعد اپنے گھر پہنچے۔"

عرب میں قیام کے دوران ان اندرونی مصروفیات کی شکایت کسی نے حکام سے کر دی۔ گروہ کے سرکردہ افراد کو حراست میں لے لیا گیا اور بڑی مشکل

Marfat.com

سے آپ کو حنفی سنی ثابت کر کے چھٹکارا حاصل کیا. چونکہ ابھی چند سال پہلے ترکیہ کی حکومت نے سرزمین حجاز پر اپنا کنٹرول دوبارہ سنبھالا تھا وہابی تحریک کی یلغار کے بعد دوبارہ حکومت ترکیہ نے سنی حنفیت کو بحال کیا تھا. حکومت ترکیہ کا اپنا مسلک یہی تھا لہٰذا وہابی تحریک کو سختی سے کچل کر اس کے افراد پر نگرانی سخت کر دی گئی تھی. مولوی اسماعیل اور آپ کے دوسرے ساتھی خفیہ طور پر ان لوگوں سے مل رہے تھے جو وہابی تحریک کا احیاء چاہتے تھے. چنانچہ ان ملاقاتوں میں تفصیل سے تحریک کی کامیابی اور ناکامی کے وجوہات کا جائزہ لیا گیا. یہی وجہ ہے کہ عبدالوہاب کے ساتھیوں نے جو سختی روا رکھی تھی اور جس کے نتیجے میں انہیں ناکام ہونا پڑا تھا اس کو سید احمد اور ان کے رفقاء نے ذرا نرم کر کے اور پالیسی میں ترمیم کر کے اس تحریک کی بنیاد پہلے ہی پیری مریدی پر رکھی تھی.

مکہ معظمہ اور مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام کے دوران سید صاحب اور ان کے ساتھی اپنی نماز کی جماعت الگ کرتے تھے اور مذکورہ بالا عبارت کے یہ الفاظ کہ "فریضہ حج ادا کر کے اس گروہ نے مدینہ دیکھا" بڑے اضطراب اور بیزاری کے غماز ہیں، جو لوگ مدینۃ النبی میں زیارت کی غرض سے جاتے ہیں ان کا جانا اور قیام نہایت عقیدت کے ساتھ ہوتا ہے یہاں جیسے سیر و تفریح کی غرض سے جا کر "مدینہ دیکھا" واپس جدہ تشریف لے آئے.

سید صاحب نے اپنے مریدوں کو حکم دے رکھا تھا کہ "جب دوسرے لوگ فارغ ہو جائیں تو اپنی جماعت کھڑی ہو"! اس الگ جماعت کی وجہ صاف ظاہر

Marfat.com

ہے کہ سنی حنفی امام کی اقتدا میں ان کی نماز جائز نہ تھی چونکہ امام صاحب کا عقیدہ و مسلک سید صاحب کے عقیدہ و مسلک سے مختلف تھا۔

صبح کی اذان سے پہلے حرم محرم کے میناروں پر چڑھ کر مؤذن بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھا کرتے تھے سید صاحب کے ایک ساتھی مسمیٰ مولوی عبدالحق نیوتنوی نے جو کہ کم علم ہونے کے علاوہ تیز مزاج بھی تھے مؤذن کو "رجیم" کہتے تھے اور آج تک سید صاحب کے پیروکار صلاۃ وسلام کو اچھا نہیں سمجھتے اور پڑھنے والے کو بدعتی اور مشرک کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

مکہ معظمہ میں قیام کے دوران دوسری تمام مصروفیات کے علاوہ سید صاحب سونا بنانے کا دھندا بھی کرتے رہے۔ رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ "مکہ معظمہ میں سید قاسم صاحب ایک بزرگ سید صاحب کے خلفاء میں سے تھے اچھے بزرگ تھے۔ جب میں ان سے ملا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ ہم نے سید صاحب کے ساتھ مل کر دھڑیوں سونا بنایا ہے تم بھی سیکھ لو۔" (تذکرۃ رشید)

جہاد

حج سے واپس آکر جہاد کا اعلان کیا گیا۔ انگریز کے مقبوضہ علاقوں میں دورے کئے گئے۔ چندے اور اسلحہ کی فراہمی کے لئے بااثر لوگوں سے رجوع کیا گیا۔ انگریزوں سے سید صاحب کی علیک سلیک پہلے سے تھی۔ چنانچہ آپ کی اس کارروائی میں کسی قسم کا کوئی رخنہ نہیں ڈالا گیا بلکہ متوقع شکوک رفع کرنے کے لئے سید صاحب نے شاہ اسماعیل صاحب کے مشورے سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی غرض سے تیاری کر رہے ہیں سرکار کو تو اس میں

Marfat.com

کوئی اعتراض نہیں ہے ؟ لیفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھا کہ ہماری عملداری کے امن میں خلل نہ پڑے ہمیں کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں (حیات طیبہ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ عظیم آباد (پٹنہ) کے بعض شیعوں نے انگریز حاکم سے جاکر کہا کہ یہ سید صاحب جو یہاں اتنے آدمیوں کے ساتھ آئے ہیں ہم نے سنا ہے کہ ان کی نیت جہاد کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں سے جہاد کریں گے (انگریز) حاکم نے اس کو تعصب اور حسد پر محمول کیا اور ان (شکایت کرنے والوں) کو تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی مفسدانہ بات نہ کہی جائے۔ اسی طرح ایک دفعہ ضلعی سطح کے افسران نے حکام بالا کو اس خطرناک تحریک کے خطرے سے آگاہ کیا تو اوپر سے جواب آیا کہ "ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔

سید صاحب کی پالیسی انگریز سے دوستانہ قسم کی تھی۔ انگریز سے ٹکرلے کر اپنا سر پھوڑنے والوں کو نہایت دانشمندی سے روکتے تھے۔ مولوی عبدالرحیم صادق پوری لکھتے ہیں۔

" سید احمد کی برابر روش یہ رہی ہے کہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے مقابل آمادہ جہاد کرتے اور دوسری طرف حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلے سے روکتے تھے (الدر المنثور) اس دوستانہ پالیسی کی وضاحت شاہ اسماعیل صاحب کی طرف سے پہلے گذر چکی ہے کہ اس بے ریا گورنمنٹ کے خلاف اگر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس (حملہ آور) سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔

Marfat.com

اور جہاد کی غرض سے سید صاحب جب سرحد کی طرف جا رہے تھے تو کسی نے پوچھا آپ اتنی دور جا کر سکھوں سے جہاد کریں گے، انگریز جو کہ اس ملک پر قابض ہیں دین اسلام کا دشمن ہے آپ ان کے خلاف جہاد کریں اور ہندوستان پر آپ قبضہ کریں۔ یہاں کے لاکھوں لوگ انگریزوں کے خلاف آپ کی مدد کریں گے تو سید صاحب نے جواب دیا" سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ (موج کوثر) اس صورت حال کو مزید صاف کرتے ہوئے مولانا تھانیسری کہتے ہیں" وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریز اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔

بعض تاریخ سازوں کا کہنا ہے کہ سید صاحب نے سرحد میں جا کر انگریز کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تھا۔ یہ سید صاحب پر اتنا بڑا بہتان ہے کہ ان کے ساتھ ہمدردی یا ان کی بڑائی نہیں کہی جا سکتی بلکہ ان کی تحریک اور تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ یہ تو تحریک کو مشکوک کرنے کا اہتمام ہے اگر سید صاحب وہاں جا کر انگریز کے خلاف جہاد کا اعلان کرتے تو مجاہدین کے لئے اسلحہ تحریک کے لئے پیسہ ٹکہ کہاں سے جاتا اور ہند میں موجود ان کے بیوی بچے بحفاظت کیسے رہتے؟

بات در اصل یہ ہے کہ اس وقت مسلمان اور سکھ ہند میں دو ایسی طاقتیں

Marfat.com

بھیں جن سے انگریز براہ راست ٹکر نہیں لے سکتا تھا ان سے نمٹنے کا یہی طریقہ تھا جو اختیار کیا گیا۔ سید صاحب اور آپ کے رفقاء کو یقین دلایا گیا کہ وہابی حکومت قائم کرنے میں انگریز ان کی پوری پوری مدد کرے گا لیکن اس حکومت کی بنیاد اور اس کا مرکز سرحد میں ہونا چاہیئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سید صاحب انگریز کے حق میں جو بیان بازی کر رہے تھے وہ مصلحت پر مبنی ہو۔ سید صاحب انگریز سے اور انگریز سید صاحب سے چال چل رہے ہوں لیکن یہ چال سید صاحب کے حق میں نہایت خطرناک تھی۔ چونکہ سید صاحب جہاں بھی جاتے آپ کے پہنچنے سے پہلے آپ کی انگریز دوستی کی خبر وہاں موجود ہوتی تھی۔ اگرچہ آپ نے پیری مریدی کا خول چڑھا رکھا تھا لیکن لوگ آپ کی وہابیت کی بو بھی سونگھ رہے تھے، وہابیت کی مہک نے سید کے خلاف وہ محاذ قائم کر دیا تھا جو ان کی تمام منافقانہ پالیسی کو تہ وبالا کرنے والا تھا۔

اس وقت کی صورت حال کو سید صاحب کے ایک اور عقیدت مند اس طرح بیان کرتے ہیں۔

" انگریزی ڈپلومیسی کا یہ عجیب وغریب کرشمہ تھا کہ حضرت شہید کے لئے سکھوں پر حملہ کرنے کی سہولتیں پیدا کیں اور پھر سکھوں کی حکومت انگریزوں سے معاہدہ کے باعث مجبور تھی کہ حضرت شہید کو راستہ نہ دیتی اور جب حضرت شہید کی جمعیت ایک لاکھ سے متجاوز ہونے لگی تو آپ کی جمعیت میں عقائد کے متعلق اختلاف پیدا ہوا یا کروایا گیا" (اسلامی حریت کا علمبردار)

انگریزی ڈپلومیسی کے بارے میں ایک انگریز اس طرح بیان کرتا ہے کہ

Marfat.com

" ہماری حکومت کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ جو بڑی جماعتیں ہیں ان کو تقسیم کرکے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تاکہ وہ جدا رہیں اور حکومت کو متزلزل نہ کرسکیں "۔ (سر جان میلکم)

سرحد کو روانگی سے پہلے شور مچایا جاتا ہے کہ سکھوں کے خلاف جہاد کی غرض سے سید صاحب کا لاؤ لشکر نذر و نیاز وصول کرتا، اسلحہ جمع کرتا اور مسلمانوں کے لشکر جرار کے ساتھ عازم سرحد ہوا تاکہ وہاں سکھوں سے جہاد کیا جا سکے۔ چونکہ مسلمانوں کو سکھوں نے نہایت پریشان کر رکھا تھا ان کا جینا دوبھر کر دیا تھا، اب ذرا سکھوں کے خلاف جہاد کی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

سکھوں کے خلاف جہاد

سید صاحب کی معیت میں ہم بھی سکھوں کے خلاف جہاد کی غرض سے غازیوں میں شامل ہو جائیں اور دیکھیں کہ اس طویل سفر کا انجام کیا ہونے والا ہے اور اس کے مضمرات کیا ہیں۔ سید صاحب کو الہام ہوا تھا کہ " پس از فقیر از پردہ غیب بر بشارت ربانی باستیصال کفار دراز مویاں مراد است " یعنی پردہ غیب سے " دراز مویاں " لمبے بالوں والوں کے خلاف جہاد کرنے پر مامور کیے گئے تھے۔ مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں کہ " سفر جہاد سے پہلے آپ کو الہام ربانی ہوا تھا کہ ملک پنجاب (سرحد اور پنجاب) آپ کے ہاتھوں پر فتح ہو کر پشاور سے دریائے ستلج تک مثل ملک ہندوستان کے رشک افزائے چمن ہو جائے گا چنانچہ ان متواترہ وعدہ ہائے فتح سے آپ کا ہر ایک مرید واقف تھا "

۱۸۲۵ء میں سید صاحب " متعدد الہامات " کی روشنی میں اپنے ساتھیوں

Marfat.com

کے ہمراہ سرحد کی طرف روانہ ہوئے آپ کی یہ روانگی پیروں اور پیرزادوں کی طرح تھی۔ عام طور پر لوگ آپ کا استقبال اس طرح کرتے تھے جس طرح پیروں کا کیا جاتا ہے اور سید صاحب اپنے مریدوں سے نذر و نیاز، تحفے تحائف وصول کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ آپ نے دہلی سے سندھ کے راستے یاغستان کا رُخ کیا اور تھانیسر، مالیرکوٹلہ، بہاول پور حیدر آباد سندھ، شکارپور سے ہوتے ہوئے ڈھادر اور بولان کے درول سے گزر کر پشین سے قندھار اور قندھار سے کابل پہنچے اور کابل سے پشاور کا رُخ کیا۔ ۱۸۲۶ء میں غازیوں کے اس قافلے نے پشاور کے نزدیک "ہشت نگر" میں کچھ عرصہ قیام کیا اور سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔

یہاں ایک متنازعہ مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے پہلی جنگ سکھوں کے خلاف لڑی تھی یا ان سرحدی مسلمانوں کے خلاف جو آپ کو پیر ماننے پر آمادہ نہ تھے وہاں کے حالات دیکھ کر سید صاحب کو یہ مسئلہ در پیش تھا کہ ان منافق مسلمانوں سے پہلے نمٹا جائے یا سکھوں کے خلاف' ان سرحدی مسلمانوں کے بارے میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے ایک مکتوب میں لکھا تھا "یہاں دو معاملے درپیش ہیں ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور ان کے قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو (مجاہدین کے لئے) جائز قرار دینا، اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے دوسرے یہ کہ آیا اس کا کوئی سبب ہے یا نہیں جبکہ بعض اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور

Marfat.com

بعض کے متعلق بغاوت کا۔ ۔ ۔ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں (مکتوبات شہید)

جب سید صاحب وارد سرحد ہوئے تھے تو لوگوں نے پیروں جیسے ٹھاٹھ دیکھ کر سچ مچ پیر سمجھ لیا تھا لیکن اصل معاملہ سامنے آیا تو لوگ مرتد ہو گئے۔ چونکہ ان مرتدوں نے سید صاحب کے بارے میں یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ جعلی پیر ہیں اور حقیقت میں وہابی ہیں اور بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ تو اس صورت میں متنازعہ مسئلہ یہ آن پڑا تھا کہ پہلے سکھوں سے نمٹیں یا ان مرتدوں سے۔ گو یہ مسئلہ متنازعہ ہے کہ پہلی جنگ سکھوں سے لڑی گئی یا مسلمان مرتدوں سے لیکن اس میں کوئی تنازعہ نہیں کہ جتنی جنگیں لڑی گئیں یہ زیادہ مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ سید صاحب کے مجاہدوں نے پہلا شبخون ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء کو اکوڑہ کے مقام پر مارا (یہ جنگ نہیں تھی) اور آخری معرکہ ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے مقام پر ہوا۔ ساڑھے چار سال کے عرصہ میں سید صاحب نے کل چھوٹی بڑی ۱۵ جنگیں لڑیں جن میں سے سکھوں کے خلاف پانچ جنگیں ہوئیں اور ان میں بھی جنگ صرف ایک ہوئی باقی شبخون مارے گئے اور سید صاحب بذاتِ خود صرف جنگ شیدو میں شریک ہوئے تھے جبکہ دس جنگیں مسلمانوں کے خلاف لڑی گئیں۔

سرحد کے اکتائے ہوئے مسلمانوں نے سید صاحب کا استقبال فرشتہ رحمت کی سمجھ کر کیا تھا اور سکھوں کے خلاف اعلان جہاد پر ہزاروں مسلمان

Marfat.com

ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ مسلمان سید صاحب کی قیادت میں جمع ہو گئے تھے اور سب سے زیادہ حصہ فتح خان پنج تاری، اشرف خان، خادے خان نے لیا تھا۔ سرحد کے مسلمان سکھوں کے خلاف جہاد کے نشے میں سرشار سید صاحب کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

اس عظیم اجتماع کو دیکھتے ہوئے شاہ اسمٰعیل صاحب نے مناسب سمجھا کہ اس پوری قیادت کا ایک امیرالمومنین بنا دیا جائے اور یہ امیرالمومنین سید صاحب کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ شاہ اسمٰعیل صاحب کا یہ پرانا خواب تھا جس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ اس کو کئی مراحل میں تکمیل تک پہنچایا جائے ورنہ اس کے کھٹائی میں پڑنے کا اندیشہ تھا پہلے مرحلے میں سرحدی خوانین سے یہ تسلیم کرانے میں کامیاب ہو سکے کہ

" جنگ کی صورت میں جنگی تیاری کے لئے سید صاحب امیر ہوں گے۔ باقی تمام سرداروں کے اختیارات وہی ہوں گے جو معمول سے چلے آ رہے ہیں اس کی وضاحت مہر صاحب فرماتے ہیں۔

" یہ حقیقت ایک بار پھر ٹھیک ٹھیک ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ امامت کے بعد سید صاحب کو صرف کاروبار جہاد کی تنظیم کے لئے مختار بنایا گیا تھا۔ رؤسا و خوانین کے عام امور ریاست و خانیت سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا وہ دعوت کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں میں جہاد کے جذبے کو ابھار سکتے تھے۔ انہیں دینی واجبات سمجھا سکتے تھے۔ جن جن رئیسوں نے بیعت

Marfat.com

کی بھی ضرورت کے مطابق ان سے امداد طلب فرما سکتے تھے. میدان جنگ میں سب لوگ ان کی تنظیمات قبول کرنے پر مجبور تھے لیکن میدان جنگ سے باہر آتے ہی سب اپنے حلقوں میں بالکل آزاد تھے موجودہ زمانے کی عام اصطلاح میں یوں سمجھنا چاہیئے کہ جہاد کی غرض سے تمام عناصر کو یکجا رکھنے کے لئے یہ ایک نوع کی کنفیڈریشن (دینی عوام خوانین رؤسا کا اتحاد) بن گئی تھی جس کے سید صاحب رئیس اعلیٰ تھے"۔

سید صاحب کے وہ اختیارات نہ تھے جو عام اصطلاح میں امیرالمؤمنین کے ہوتے ہیں لیکن اس محدود اتحاد کے لئے امیرالمؤمنین کی اصطلاح کیوں اختیار کی گئی یہ ایک ایسا پھندا تھا جس سے سرحدی رؤسا واقف نہ تھے لیکن اس کے باوجود ہندوستان کے "غازی" پہلے سے آپ کو امیرالمومنین کہتے تھے اہل سرحد نے آپ کو سید بادشاہ کا لقب دیا۔ سکھ آپ کے لئے خلیفہ کی اصطلاح استعمال کرتے تھے۔

ہندوستانی غازی جو شروع ہی سے آپ کو امیرالمومنین تصور کرتے چلے آرہے تھے حالانکہ آپ کسی علاقے کے باقاعدہ امیر نہ تھے لیکن امیرالمومنین کی سکیم سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔

دوسری نشست میں سید صاحب کی اقامت کی طرف بڑھتے ہوئے شاہ اسمٰعیل نے مزید پیش رفت کرتے ہوئے ایک فارمولا پیش کیا کہ

"جہاد اسی صورت میں آسمانی برکات کے نزول کا سبب بن سکتا ہے۔ جب سب لوگ حقیقی معنوں میں مسلمان بن جائیں جو کچھ کریں خدا کی رضا کے لئے

Marfat.com

کریں اور خدا کی اطاعت اطاعتِ امام سے ہی ممکن ہے، بدعات، منکرات اور معصیت سے پاک امام کی اطاعت خدا اور رسولؐ کی اطاعت اور اسی طریقہ سے اولی الامر کی فرمابرداری کا حق ادا ہو سکتا ہے۔"

یہ ایک ایسا موڑ تھا جس سے سکھوں کے بجائے مسلمانوں کو مسلمان بنانے کی مہم کا آغاز ہونے والا تھا یہی وہ اجتماع تھا جو سرحدی مسلمانوں میں نفاق کا بیج بونے کا سبب بنا، خوبصورت الفاظ میں انہیں اپنی لائین پر لانے کی طرف یہ دوسرا قدم تھا۔

یہ دوسرا اجتماع پنجتار میں منعقد ہوا تھا اس میں شاہ اسماعیل صاحب نے علماء اور خوانین سے سید صاحب کے لئے "اقامت شریعت" کی بیعت کی۔ بیعت ثانی یعنی بیعت اقامت شریعت کی رو سے آپ احکام شرعی کے مرکز بن گئے لیکن اب بھی ہر سردار اور رئیس اپنے علاقے کا حاکم تھا۔ سید صاحب شرعی معاملے میں دخل انداز ہو سکتے تھے اور اپنے مطیع رئیسوں کے علاقے کو اسلامی حکومت کا رقبہ قرار دے دیا۔ یہ بڑا خوبصورت اقدام تھا۔ حالانکہ بیعت کی رو سے سید صاحب کو (ان پڑھ ہونے کے باوجود) قاضی القضاء کے اختیارات حاصل تھے۔ اب بھی امیر المومنین کا اطلاق آپ کی نیابت پر نہیں ہو سکتا تھا۔ شاہ اسمٰعیل صاحب کو اندازہ تھا کہ سرحدی مسلمان اپنے اعتقادات میں کٹر حنفی سنی ہیں جیسے ہی ان کے عقیدے کو چھیڑا گیا مخالفت بھڑک اٹھے گی اسی وجہ سے مخصوص طریقہ اپنا کر اور امیر المومنین کے چکر میں دے کر انہیں قابو میں لایا جا سکتا ہے۔ اس لئے پنجتار کے اجتماع میں علماء سے قبل از اجتماع

Marfat.com

اس فتوی پر تصدیق حاصل کر لی کہ

۱.   اثبات اقامت کے بعد امام کے حکم سے روگردانی سخت گناہ اور بہت بڑا جرم ہے۔

۲.   امام کی مخالفت کرنے والے اگر اس حد کو پہنچ جائیں کہ ان سے قتال ضروری ہو جائے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ امام کے مخالفوں کو درست کرنے کے لئے تلوار سے کام لیا جائے اور امام کا حکم طاقت سے منوایا جائے۔

۳.   امام کے مخالفوں سے لڑتے ہوئے جو مارا جائے وہ شہید کا درجہ پائے گا اور مخالفوں سے جو مارا جائے گا وہ مردود اور دوزخی ہوگا۔ ان کی حالت فاسقوں سے بھی بدتر ہوگی۔ فاسق کی نماز جنازہ جائز ہے لیکن ان کے مخالفوں کے جنازے کی نماز بھی جائز نہ ہوگی (سید احمد شہید)

اس فتوی کی رو سے کسی شخص کو حق نہیں تھا کہ اس اسلامی حکومت پر تنقید کرے یا اس کے قاضیوں کے فتوؤں سے سرتابی کرے۔ سید صاحب کے امامت کے مرتبے پر فائز ہونے کے بعد مختلف علاقوں میں خطوط بھجوائے گئے جن میں آگاہ کیا گیا کہ

"سید صاحب کی امامت کا جو اقرار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور جو اس منصب کا انکار کرے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں مردود ہے" سید صاحب کی امامت حق اور باطل کے درمیان فارق تھی۔ جنتی اور جہنمی، مقبول اور مردود ہونے کا معیار تھا، پیمانہ تھا، آپ کے قاصد مختلف علاقوں میں پھیلا دیئے گئے اور ان سے کہا گیا کہ

Marfat.com

"تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو حالانکہ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ جو شخص امام کی بیعت کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا حالانکہ امام (سید صاحب) تمہارے درمیان موجود ہے" ایضاً۔

امامت کی اس یلغار سے لوگ برافروختہ ہونے شروع ہو گئے، علماء حضرات تاڑ گئے کہ انہیں کس چکر میں دیا جا رہا ہے، مخالفت بڑھنے لگی تو سید صاحب کی طرف سے ایک اعلامیہ جاری ہوا۔

"مجاہدین کی اعانت و رفاقت ایمان و انقیاد کی علامت ہے ان سے الگ رہنا نفاق و فساد کا نشان ہے، بغی و طغیان (بغاوت اور سرکشی) کا دائرہ اتنا پھیل چکا تھا کہ انہیں ختم کئے بغیر جہاد ممکن نہیں رہا تھا لہٰذا منافقوں کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اسے جہاد کا اعلیٰ مرتبہ سمجھو" (سید احمد شہید)

جن لوگوں کے خلاف جہاد کرنا فرض ہو چکا تھا ان میں سردار پائندہ خان سرفہرست تھا۔ اس کے بارے میں مہر صاحب کی رائے یہ ہے کہ" خان یقیناً بہادر بلند ہمت اور باتدبیر رئیس تھا۔ اس کی شجاعت و اولوالعزمی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ سب سردار سکھوں سے دب گئے لیکن وہ ہزاروں مصیبتوں اور پریشانیوں کے باوجود بدستور مقابلے پر جما رہا" (سید احمد شہید)

ان تمام اوصاف کے باوجود جب پائندہ خان نے سید صاحب کی بیعت سے انکار کیا تو کفر کے فتوے کی لپیٹ میں آ گیا تھا اور اس کی سرکوبی کرنا سکھوں سے جہاد کرنے پر اولیت اختیار کر چکا تھا۔ پہلے اس کی طرف بیعت کا پیغام بھیجا گیا جب وہ آمادہ نہ ہوا تو اس پر مزید کفر کا فتویٰ صادر کر کے اس کے

Marfat.com

خلاف اقدام کیا گیا۔ سردار پائندہ خان کی توجہ سکھوں کی طرف تھی اور وہ ذہنی طور پر اس نئی صورت حال کے لئے تیار نہ تھا اس لئے شکست کھا کر اپنا علاقہ خالی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ شکست کا بدلہ لینے کے لئے صف بندی کرنے لگا اور سکھوں سے ہی مدد لینے کے علاوہ اس کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا لہذا اس نے اپنا لڑکا بطور یرغمال سکھوں کے حوالے کیا اور مدد لے کر سید صاحب کے خلاف چڑھائی کر دی۔

دوسرے سرحدی مسلمانوں کے خلاف سید صاحب کی لشکر کشی کے ضمن میں تاریخ تناولیاں میں مذکور ہے کہ "راویان معتبر بچشم دیدہ نقل کرتے ہیں کہ ۱۸۳۰ء میں خلیفہ سید احمد سرگروہ وہابیاں نے یار محمد خان حاکم پشاور و کوہاٹ برادر دوست محمد خان والئی کابل کو بہ پشت لشکر غازیان شکست دی اور ملک پشاور و کوہاٹ پر قبضہ کر کے اپنے تھانہ جات مقرر کئے اور بہ لقب سید بادشاہ مشہور ہوا۔"

ملک پشاور پر قبضہ جمانے کے بعد سید صاحب نے اصلاحات شروع کر دیں اس کا نقشہ مرزا حیرت دہلوی نے کھینچا۔ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے "غازیوں کو مختلف عہدوں پر فائز کر کے "شرع محمدی" کے مطابق عملدرآمد کرنے کا حکم دیا مگر ان کی سختیاں حد سے بڑھ گئیں۔ بیوہ خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں۔ اکثر بیوائیں جو بعض حالات میں نکاح کرنا پسند نہ کرتی تھیں زبردستی مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھایا جاتا۔ بڑے بڑے سرداروں میں نکاح ثانی کی رسم نہ تھی اور وہ اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے

Marfat.com

تھے۔ نکاح ثانی کا اگرچہ حکم ہے مگر جس طرح کا ناگوار طریقہ اختیار کیا گیا تھا وہ ناقابل برداشت تھا۔

ایک خاتون نہیں چاہتیں کہ میرا نکاح ثانی ہو مگر "مجاہد صاحب" زور دے رہے ہیں نہیں! ہونا چاہیئے۔ آخر ماں باپ اپنی لڑکی کو مجاہد کے حوالے کر دیتے تھے اس کے سوا کچھ چارہ نہ تھا۔"

ہر ضلع قصبہ گاؤں میں ایک عامل سید صاحب کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ وہ بے چارا اہما نداری کیا خاک کر سکتا۔ الٹے سیدھے "شریعت کی آڑ میں" نئے نئے احکام بے چارے کسانوں پر جاری کرتا تھا اور وہ اُف تک نہ کر سکتے تھے۔ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا شادی کرنا سب ان پر حرام ہو گیا تھا۔ نہ کوئی منتظم نہ کوئی دادرس، معمولی باتوں پر کفر کا فتویٰ ہو جانا کچھ بات ہی نہ تھی۔ کسی کی لبیں بڑھی دیکھیں اس کے سب بال کتروا دئیے ٹخنوں سے نیچے تہمند دیکھی ٹخنہ اڑا دیا۔ تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی۔ انتظام سلطنت ان مسجد کے ملاؤں کے ہاتھ میں تھا جن کا جلیس سوائے مسجد کے در و دیوار کے کبھی کچھ نہ رہا تھا اور اب ان کو منتظم امور سلطنت بنا دیا گیا تھا اور پھر غضب یہ تھا کہ ان پر کوئی حاکم نہ تھا کہ پبلک ان کی اپیل اعلیٰ احکام کے آگے پیش کرے۔ ان ہی بے دماغوں کے فیصلے ناطق سمجھے جاتے تھے اور تسلیم کر لیا جاتا تھا اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کوئی بات بھی قابل تنسیخ و ترمیم نہ سمجھی جاتی تھی کیسا ہی پیچیدہ مقدمہ ہوتا اس کی گھڑی بھر میں بھی تحقیق نہ کی جاتی تھی نہ اس پر غور کیا جاتا تھا۔ بس ملاں جی کے سامنے آ گئے اور انہوں نے پھٹ

Marfat.com

سے فیصلہ دے دیا کون جھک جھک کرے اور کون تحقیق کی تکلیف برداشت کرے۔ سید صاحب کی خدمت میں شکایتوں کی عرضیاں گذر رہی تھیں مگر وہاں اس لئے پرسش نہ ہوتی تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ شریعت کے ارکان کی پابندی کرنے کے یہ لوگ چونکہ عادی نہیں ہیں اور اب انہیں پابندی کرنی پڑتی ہے اس لئے یہ ناراض ہیں۔ ملائی دماغ کبھی اس قابل نہیں ہوتا کہ اتحاد سے کام کرے قدرتی طور پر اس میں خود پسندی اور بے جا تبختر (بڑائی) بغیر نتیجہ ضد اس میں بلا کی ہوتی ہے کہ نہ خود چین سے رہتا ہے نہ اپنے متعلقین کو آرام سے رہنے دیتا ہے ان لوگوں کو جنگ اور تدابیر ملکی یا قومی اتحاد سے کیا کام؟ . . . . ان ملانوں نے ہمیشہ اپنی نامعقول تدابیر کے صدقے میں ناکام رہنے دیا۔" (حیات طیبہ)

"ملانوں" کے خلاف غیض و غضب کا سبب یہ ہوا کہ مولوی محبوب علی دہلوی جو کہ سید صاحب کے معتقد خاص تھے اور سید صاحب کی ہندوستان سے روانگی کے بعد دہلی میں جہاد کی تبلیغ کرتے رہے جب کچھ لوگ جمع ہو گئے تو انہیں ساتھ لے کر سید صاحب کی خدمت میں پنجتار پہنچے، یہاں انہیں وہ جہاد کہیں دکھائی نہ دیا جس کی تبلیغ میں انہوں نے اپنی پوری ایمانی قوت صرف کی تھی مجاہدین کی کیفیت دیکھ کر تاؤ میں آ گئے پہلے تو سید صاحب سے مخاطب ہوئے۔

۱۔ آپ کا امیر المومنین ہونا شرعی نکتہ نگاہ سے درست نہیں۔

۲۔ آپ کا باورچی خانہ الگ ہے آپ مجاہدین سے عمدہ کھانا کھاتے ہیں

Marfat.com

جبکہ مجاہدین بے چارے چکی چلاتے ہیں گھاس چھیلتے ہیں اور انہیں پاؤ بھر غلہ ملتا ہے۔

۴۔ آپ عمدہ اور نفیس لباس پہنتے ہیں جو مجاہدین کو میسّر نہیں آتا۔

مولوی محبوب علی سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ یہ وہی جہاد ہے جس کا وعدہ ہم سے کیا گیا تھا۔ حالانکہ انہیں سید صاحب سے نہایت عقیدت تھی لیکن جہاد سے متعلق وعدے غلط نکلے اور وہ برس پڑے، سید صاحب سے خطاب کے بعد مجاہدین کی طرف پلٹے۔

"جو کچھ تم کر رہے ہو یہ جہاد نہیں اس لئے بہتر ہے کہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اس لئے کہ تم پر تمہارے بیوی بچوں کے بھی حقوق ہیں یہاں بیٹھے تم کن کافروں سے جہاد کر رہے ہو؟ صبح سے شام تک تم کھانے پکانے میں جتے رہتے ہو جہاد کے نام پر اپنی دنیا اور آخرت برباد نہ کرو"

مولوی محبوب علی کا یہ باغی پنا گو ناقابل برداشت تھا لیکن آپ سرحد کے کوئی ملانے نہ تھے کہ آپ کے خلاف کفر کا فتوی صادر کر کے چپ کرا دیا جاتا یا ان کی گردن مار دی جاتی، آپ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد اور مرید تھے۔ سید احمد کے دست راست اور جب بگڑے تو تمام "تاریخ سازوں" کا نشانہ بن گئے۔ مرزا حیرت کا بگڑنا بھی اسی نوعیت کا ہے۔ اس ضمن میں تمام ملانے زیر عتاب آ گئے۔ وہی ملانے تھے جو اب تک سید صاحب کے زیر تربیت تھے جو کچھ انہوں نے کیا سید صاحب اور شاہ اسماعیل صاحب

Marfat.com

کے عین منشاء کے مطابق کیا تھا۔ ان حضرات کے پروگرام کا یہ حصّہ تھا۔ مرزا حیرت شاید نجدیوں کے پروگرام کو بھول گئے تھے یا اس تمام کارروائی کی ذمہ داری سے سید صاحب اور شاہ اسماعیل کو بری الذمہ قرار دینا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ کا مؤرخ مجاہدین کے کارناموں کو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہو جائے۔ اور امام المجاہدین کی بصیرت افروز قیادت کو آئندہ تمام آزادی کی تحریکوں کا منبع قرار دیا جائے۔ ہم دیکھ رہے ہیں تحریک پاکستان سے پہلے اور بعد اسلام کے نام اٹھنے والی ہر تحریک کو سید صاحب کی اس تحریک سے نتھی کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ بہت بڑا مذاق ہے۔

مرزا صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں: "مولوی محبوب علی صاحب عجیب دماغ کے آدمی تھے ان کی نسبت زیادہ لکھنا فضول ہے۔ صرف یہی دو لفظ کفایت کرتے ہیں کہ وہ ملانے تھے کچھ ضرورت نہیں کہ تمام جہاں کا رونا رونے بیٹھیں کہ خود پسند تھا، خر دماغ تھا، متعصب تھا، کوتاہ اندیش تھا۔ حاسد اور مسلمانوں کو برباد کرنے والا تھا، بس ان الفاظ کے بجائے یہی کہہ دینا کافی ہے کہ ملانے یا مُلاّ تھا۔ مولوی محبوب علی صاحب کا سفر مولانا شہید کے لئے یا سید صاحب کے لیے اور آپ کی پارٹی کے لیے منحوس تھا"۔

مولوی محبوب کا سفر منحوس تھا یا نہیں لیکن جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ بالکل صحیح کہا تھا اور وہ اس معاملے میں حق بجانب تھے۔ سرحد میں مجاہدین نے جو کارنامے شروع کر رکھے تھے وہ کچھ ایسے مستحسن بھی نہ تھے کہ عقیدت کی پٹی باندھ کر بے لگام تعریفیں کی جائیں۔

Marfat.com

مجاہدین کے کارناموں کی طویل فہرست ہے اس کا اپنے قدرتی انجام کو پہنچنا ضروری تھا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں "ایک عام ناراضگی ان نئے منتظموں کی طرف سے تمام ملک پشاور میں پھیل گئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ان کے قتل کی سازشیں ہونے لگیں ابھی تک ان سازشوں میں رؤسا شامل نہیں ہوئے تھے وہ مجاہدین سے دبے ہوئے تھے اور لوگ تھے کہ ان کے تیور بدلے ہوئے تھے۔

" بدقسمتی سے ایک نیا گل یہ کھلا کہ عمال کی طرف سے ایک فتویٰ مرتب کیا گیا اور اسے مولوی اسماعیل کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ فتویٰ کا مضمون تھا کہ بیوہ کا نکاح ثانی ضروری ہے۔ آپ نے اس پر مہر ثبت کر دی اور سید صاحب کی مہر بھی اس پر لگا دی اور پھر وہ فتویٰ قاضی شہر پشاور مظہر علی صاحب کو بھیج دیا گیا انہوں نے اس فتوے کی اشاعت پر ہی قناعت نہ کی بلکہ یہ اعلان کر دیا کہ تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور میں جتنی بیوہ عورتیں ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضروری ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بیوہ عورت رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔ اس اعلان کا شائع ہونا تھا کہ ملک پشاور، مجاہدین کے خلاف شمشیر بدست ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ تین دن کی مدت میں انہی کا صفایا کر دیا جائے۔ جب یہ بات مجاہدین کے کانوں تک پہنچی اور انہوں نے سید صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا لیکن سید صاحب نے کچھ پرواہ نہ کی۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی شہر مولوی مظہر علی اور ان کے ساتھیوں کو گورنر پشاور سلطان محمد کے دربار

Marfat.com

یں طلب کیا گیا اور ان کے سر قلم کر دیئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی عام حکم دے دیا گیا کہ جو مجاہد ہاتھ آئے قتل کر دیا جائے صرف ایک ہی رات میں مجاہدین کو چن چن کر صفایا کر دیا گیا اور نہایت بے دردی کے ساتھ انہیں بکروں کی طرح لٹا کر ذبح کیا گیا جب یہ خونی خبر پنجتار پہنچی تو سید صاحب کے ہوش اڑ گئے، مولوی اسماعیل کے ارادے پست ہو گئے اور ایسی مایوسی طاری ہوئی کہ انتقام کی بھی ہمت نہ رہی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ زمین پاؤں کے نیچے سے نکل گئی۔ کثیر تعداد میں مجاہدین کا مارا جانا قہرناک تھا اور پشاور کا ہاتھ سے نکل جانا سب سے زیادہ خوفناک تھا۔ اب صورت حال کا تقاضا تھا کہ ملک پنجاب کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ لوگوں نے بہت سمجھایا لیکن آپ کا دل ٹوٹ چکا تھا۔"

اسی صورت حال کو ایک انگریز مؤرخ اس طرح بیان کرتا ہے کہ

"سید صاحب نے یہ ضرورت سمجھی کہ وہ اپنے ہندوستانی پیراؤں کو اپنے فضل وکرم سے نہال کر دیں۔ جن پر ان کو کامل بھروسہ تھا پہلے آپ نے اپنے سرحدی لوگوں کو "دہ یکی" (عشر) لینے میں محدود رکھا۔ اس امر کو انہوں نے مجبوری کے ساتھ برداشت کر لیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم سے وہ یکی (عشر) نیک کام میں خرچ کرنے کے لئے لی جاتی ہے مگر جب سید صاحب کے پیراؤ کار دہ یکی سے گذر کر زیادہ لینے لگے تو سرحدی لوگ سخت برہم ہوئے اور جس کا نتیجہ سید صاحب کے لئے بہتر نہیں ہوا۔ سید صاحب کا مزاج صلح کل اور حاکمانہ امتزاجی عنصر اپنے میں کم رکھتا تھا بلکہ اس میں سخت تعصب اور فتنہ انگیزی ملی ہوئی تھی جس نے اس

Marfat.com

حیرت انگیز اثر کو جو سرحدی لوگوں پر ہوا تھا آناً فاناً ملیا میٹ کر دیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ میری قوت زوال پذیر ہو رہی ہے آپ نے اور بھی سرحدی لوگوں پر سختی کی اور ان کے ساتھ سخت غیر انسانی برتاؤ کیا جس نے سرحدی لوگوں کی عقیدت کو مجروح کر دیا۔ آپ نے پہاڑی آدمیوں کی شادی بیاہ اور رسوم میں دست اندازی کی۔ آپ کے ساتھی جو عرصہ دراز سے وطن سے دور تھے اور اب انہیں بیویوں کی بھی خواہش تھی تو آپ نے ایک فرمان جاری کیا کہ جتنی کنواری لڑکیاں ہیں وہ سب ہمارے لیفٹیننٹ کی خدمت میں مجاہدین کے لئے حاضر کی جائیں اور ان کی شادی ۱۲ دن کے اندر کر دی جائے۔ اس اعلان سے پوری قوم بھڑک اٹھی اس نے ہندوستانی آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور سید صاحب بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگے" (دی انڈین مسلمان) ہنٹر۔

مجاہدین کے کارنامے یہیں تک محدود نہ تھے بلکہ بہت بڑھے ہوئے تھے ان کے نظریات وعقائد پر حملے کئے جاتے انہیں پریشان کیا جا رہا تھا جس کو مرزا حیرت مسکہ کے ساتھ بیان کرتا ہے: "یہ مولانا شہید ہی تھے جنہوں نے ہندوستان میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرح شریعت محمدی کا ٹھنڈا شربت ہندوستانی مسلمانوں کو پلایا اور قابل نفرت عادتوں اور رسوم کو مٹا دیا۔ سب پکے مسلمان ہو چکے تھے، بدعت شرک، گور پرستی، تعزیہ پرستی، چھوڑ دی تھی اور صرف خدا کی پرستش کرنے لگے تھے ورنہ پشاور میں کوسوں بھی نظر نہ آتا تھا کہ ایک شخص اللہ کا نام لیتا ہوا سنائی دے، سوائے غوث اور قطب کے ان کا کوئی خدا ہی نہ تھا۔" (حیات طیبہ)

Marfat.com

سرحدی عوام اور علماء مجاہدین کی اخلاقی اور اعتقادی ناہمواریوں سے اکتائے ہوئے تھے انہیں شکایت تھی کہ :-

۱. یہ لوگ نفسانی خواہشات کو اسلامی رنگ دے کر ان کا جواز پیدا کرتے ہیں۔

۲. ظلم وستم کے عادی ہو چکے ہیں اس کو شرعی رنگ دے کر مسلمانوں کے جان ومال کو اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔

۳. افغانوں کی لڑکیوں کو جبراً ہندوستانی مجاہدین کی تاویل میں دے کر اس پر اسلام کا خول ڈھانپ دیتے ہیں۔

۴. جو علماء سید صاحب کی وہابیت کو بے نقاب کرتے تھے انہیں علماء سوء قرار دیا گیا اور ان کے سوء ہونے کی تشریح کرتے ہوئے کہا گیا کہ "پہلے یہ علماء مسلمانوں سے عشر لیتے تھے اب سید صاحب لینے لگے ہیں"۔ اس رقابت کی بناء پر یہ مولوی سید کی مخالفت کرتے تھے لیکن یہ محض وہابیت کو چھپانے کی آڑ تھی، علماء اہل سنت اعتقادی بنیاد پر مخالفت کرتے تھے۔ اس کو معاشی مسئلہ بنا کر اختلاف کی بنیاد بنانا قطعاً غلط ہے۔

اس تمام صورت حال کو ایک انگریز مؤرخ بیان کرتا ہے۔

" اگرچہ وہابیوں کی جنگی اور ملکی قوت چکنا چور ہو گئی تھی اور سعود خاندان کی حکمرانی کی حدود نجد میں محدود ہو کر رہ گئی تھیں مگر پھر بھی جو اصول مذہبی محمد بن عبدالوہاب نے بنائے تھے اب تک مساجد میں نہایت مذہبی جوش میں بیان کئے جاتے ہیں ان پر دھوم دھام سے وعظ ہوتے ہیں۔ ان جوشیلے واعظوں

Marfat.com

کی کوششیں حدود نجد ہی میں مقید نہ رہیں بلکہ انہوں نے ہندوستان کے ایک بزرگ کی بے آرام روح میں مذہبی ولولے کی نئی روح پھونک دی۔ جب یہ بزرگ مکہ معظمہ میں حج کو آئے تو انہوں نے وہابیوں کے بڑے فاضل سے وہابی مذہب کی تعلیم حاصل کی اور محمد بن عبدالوہاب کے "اسلامی اصول" کو خوب مانجھا۔ سید احمد رائے بریلی کے قزاق اور رہزن نے ۱۸۲۲ء میں حج بیت اللہ کر کے چاہا کر شمالی ہند کو یک لخت اپنے اسلامی اصول" منوا دے۔ پیغمبر اسلام کے براہ راست سلسلہ اولاد ہونے کی وجہ سے برخلاف وہابیان نجد کے اس نے اپنے میں امیرالمؤمنین بننے کی ضروری صفات ملاحظہ کیں، بعض مسلمانان ہند نے اس سے اپنا خلیفہ یا مہدی تسلیم کر لیا۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کو اس نے سکھوں کے خلاف جہاد کا جھنڈا بلند کیا اور وسط ایشیا کو اپنے ساتھ ہم زبان کرنے کی کوشش کی۔ حدود پشاور اور پشاور میں اس نے قیامت برپا کر دی۔"

"وہابی مذہب بالکل ہمارے مذہب پروٹسٹنٹ سے مشابہت رکھتا ہے اس کے عقلی اور قابل تسلیم اصول پروٹسٹنٹ کے ہم پلہ ہیں۔ وہابی اپنے کو موحد اور دوسرے مسلمانوں کو مشرک بتاتے ہیں اور ان کے اصول یہ ہیں۔

۱۔ وہ فقہ کے چاروں مذہبوں کے اماموں کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا قول ہے کہ کوئی شخص بھی جو قرآن، حدیث کو پڑھ سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے اصول مذہب کے معاملات میں اپنا فیصلہ آپ کر سکتا ہے۔ اس لئے اجماع کے اصول کو تسلیم نہیں کرتے۔

۲۔ قیامت کے دن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالٰی سے اپنی امت

Marfat.com

کی شفاعت کرنے کی اجازت یا اذن چاہیں گے جبکہ مقلدین کا مذہب ہے کہ اذن رسول خدا کو دیا جا چکا ہے۔

۳۔ وہابی خلاف شریعت سمجھتے ہیں کہ کسی پیر شہید کے مزار پر روشنی کی جائے اس کے آگے جھکا جائے یا اس کا طواف کیا جائے۔ وہ یہ باتیں نبی عربی کے مزار کے لئے بھی جائز نہیں سمجھتے۔

۴۔ مولود شریف کی تقریب (میلاد النبی) فضول چیز ہے۔

۵۔ وہ کسی مزار پر کوئی نذر و نیاز نہیں چڑھاتے بلکہ ایسا کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔

۶۔ وہ خدا کے ننانوے نام اپنی انگلیوں پر پڑھتے ہیں تسبیح کا استعمال بدعت سمجھتے ہیں۔

۷۔ وہ خدا کا عرش پر قیام کرنا اور خدا کا ہاتھ ہونا جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ مجازی نہیں سمجھتے بلکہ حقیقی جانتے ہیں۔"

مجاہدین اور سرحدی مسلمانوں کے درمیان یہ اختلافات تھے، مجاہدین کی نظر میں سرحدی مسلمان حقیقی مسلمان نہ تھے۔ بدعتی اور منکر تھے، وہابی عقاید کو بطیبِ خاطر قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے، مولوی اسماعیل صاحب نے ان کے بارے میں اعلان کر دیا تھا کہ

"ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں۔"

اور سید صاحب فرماتے ہیں۔

Marfat.com

"مجھے ان لوگوں سے ایسی نفرت ہے جیسی کسی کو اپنی قے سے نفرت ہوتی ہے میں ان کے ملک میں قیام سے بھی نفور ہوں۔"

جب سید صاحب اور مجاہدین نے سرحدی مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا۔ سکھوں کے جانشین مجاہدین بن گئے۔ ان کی بہو بیٹیاں کو ہوس کا نشانہ اسلام کے حوالے سے بنایا جانے لگا تو پہلے مرحلے میں مجاہدین کی طرف سے مقرر کئے گئے حکام کی خبر لی۔ اس کے بعد سید صاحب سے نمٹنے کے لئے اپنے پرانے دشمن سے راہ رسم پیدا کئے۔ دونوں حریف ایک دوسرے کے قریب آنے لگے۔ اپنی پرانی دشمن کو ذرا کچھ دیر کے لئے طاق نسیان میں رکھ دیا۔

پینڈے خان جس کی زندگی سکھوں سے ہاتھا پائی میں گذری تھی۔ مجاہدین کی نزاکتوں سے تنگ آ کر سکھوں سے مدد کا طلب گار ہوا۔ اس مدد کے عوض بطور یرغمال اپنے لڑکے کو سکھوں کے پاس چھوڑا تاکہ انہیں یقین رہے کہ وہ صرف اپنے علاقے واپس کرنا چاہتا ہے جو مجاہدین نے ہتھیا لئے تھے۔

مسلمانوں اور سکھوں کا یہ پہلا اتحاد تھا۔ بعد میں سکھوں اور سرحدی مسلمانوں میں جزوی اور علاقائی تعاون رہا اور یہ تعاون مجاہدین سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے لئے تھا۔

پشاور کے واقعہ کے بعد سید صاحب کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ اب وہ لڑنے کے لئے بالکل تیار نہ تھے بلکہ ایک ایسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھے۔ جہاں انہیں زندگی کے دن سکون سے گذارنے نصیب ہوں۔ نہایت مایوسی کی حالت میں پنجتار سے روانہ ہوئے راستے میں ایک آدھ پڑاؤ کرنے کے

Marfat.com

بعد بالاکوٹ کے مقام کی طرف پیش قدمی کی۔

ہزارہ کے لوگوں نے جب سید صاحب کی آمد کی خبر سنی تو خوف زدہ ہو گئے۔ ان کو کیا خبر تھی۔ اب وہ مار دھاڑ والے سید نہیں آرہے ہیں بلکہ پناہ حاصل کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ بہرحال مقامی لوگ نہایت خوفزدہ تھے اسی اثناء میں انہیں یہ خبر بھی موصول ہوئی کہ سکھوں کا لشکر مجاہدین سے مقابلے کے لئے آرہا ہے۔ سکھوں کے کمانڈر انچیف راجہ شیر سنگھ کو یہ رپورٹ مل چکی تھی کہ مقامی لوگ سید صاحب سے تعاون نہیں کر رہے ہیں۔ اس صورت حال سے اس نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور آگے بڑھ کر اس نے مقامی لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کیں لوگوں نے مجاہدین کی مخبری کے فرائض انجام دئے اور سکھوں کو ایسا راستہ بتایا جس سے انہوں نے بڑی آسانی کے ساتھ مجاہدین کا راستہ روک لیا اور ان کا حلقہ تنگ کر دیا۔ سرسید احمد خان لکھتے ہیں۔

" ہندوستان کے گوشہ شمال مغرب کی سرحد پر جو پہاڑی قومیں رہتی ہیں وہ سنی المذہب حنفی قومیں ہیں۔ چونکہ پہاڑی قومیں ان (سید صاحب) کے عقائد کی مخالف تھیں۔ وہابی ان پہاڑی لوگوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے۔ وہ سکھوں کے جور و ستم سے نہایت تنگ تھے اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبے میں شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جائے۔ . . . لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے۔ اس قوم نے آخر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی اسماعیل صاحب و سید صاحب کو شہید کر دیا۔"

Marfat.com

یہ بات بالکل واضح ہے کہ لوگ سکھوں سے نہایت تنگ تھے۔ سید صاحب کو فرشتۂ رحمت سمجھ کر ان کے چشم براہ ہوئے تھے لیکن جب وہابیوں نے اپنے پینترے دکھائے اور انہیں سکھوں سے اتحاد کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ بالاکوٹ کے مقام پر ۶ جولائی ۱۸۳۱ء کو نہایت خوفناک مگر افسوسناک انجام ہوا۔ سید صاحب اور آپ کے رفقاء ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے لیکن جو بیج تقویت الایمان کے ذریعہ بو گئے تھے اس نے خوب پھل دیا۔ ایک صاحب کی رائے ہے کہ اگر سید صاحب اور مولوی اسماعیل کو معلوم ہوتا کہ ان کی تقویت الایمان یوں رنگ لائے گی تو وہ بالاکوٹ کے مقام پر یوں بے دردی سے شہید نہ ہوتے اور اپنے خون میں اس طرح بے کسی میں رنگے نہ جاتے۔

تقویت الایمان کو زیر بحث لانے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ان شہیدوں پر ان کے عقیدت مندوں کے پھول نچھاور کئے جائیں اور دیکھا جائے کہ سید صاحب اور مولوی شاہ اسماعیل صاحب کس درجے اور مرتبے پر فائز تھے۔

فضائل ومناقب

حدیث شریف میں مہدی آخر الزمان کے بارے میں آیا ہے کہ "آخری زمانے میں مہدی پیدا ہوں گے جو عدل و انصاف سے دنیا کو بھر دیں گے۔" اس حدیث سے بہت لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور اپنے مہدی آخر الزماں ہونے کی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ سید صاحب کے بارے میں بھی آپ کے عقیدت مندوں کو ہونے لگا تھا، آپ کے دست راست شاہ

Marfat.com

اسماعیل صاحب نے کہا تھا" اگر یہ بزرگ اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کریں تو میں بلا تامل اس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔" چنانچہ چند روز بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

سرحد کے علماء نے مجاہدین پر جو اعتراضات کئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ "مولانا اسماعیل نے اور دوسرے لوگوں نے سید صاحب کو مہدی موعود قرار دیا ہے۔" مرزا حیرت نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ" ان (شاہ اسماعیل) کی عربی کے علم وادب اور علوم مختلفہ سے عظیم واقفیت نے عام طور پر انہیں اس قابل بنا دیا تھا کہ اپنے پیر کے مہدیت کے لقب کو جس کو انہوں نے قبول کرلیا تھا۔ بہت زور شور سے تائید کریں اور لوگوں سے منوائیں" یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے جو آپ کے نہایت عقیدت مند تھے۔ عرصہ تک آپ کو مہدی موعود سمجھتے رہے اور جو انہیں مہدی موعود سمجھتے رہے اور جو انہیں مہدی موعود سمجھتے تھے یہ خیال کرتے رہے کہ سید صاحب غائب ہوگئے ہیں۔ (شہید نہیں ہوئے) موج کوثر)

ایک اور عقیدت مند فرماتے ہیں کہ" اگر اس بزرگ (سید احمد) کو (ان پڑھ ہونے کے باوجود) مجدد تیرھویں صدی یا مہدی وسط کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔" (سوانح احمدی)

حکیم مومن خان مومن سید صاحب کے عقیدت مندوں سے تھے اور اپنی عقیدت کا اظہار اپنی فنکارانہ زبان میں اس طرح کرتے ہیں ؎

Marfat.com

جو سید احمد امام زماں و اہل زماں　　کرے ملاحدِ بے دین سے جنگ
تو کیوں نہ صفحۂ عالم پہ سالِ وغا　　"خروجِ مہدی کفار سوز" کلک تفنتنگ
۱۲۴۲ھ

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

۱۲۴۲ھ
وہ شاہ مملکت ایمان کہ جس کا سالِ خروج　　" امام برحق مہدی نشان علی فر" ہے

سید صاحب کے معتقدین کی بڑی تعداد آپ کو مہدی آخر الزمان سمجھتی تھی۔ شیعوں کا عقیدۂ امام مہدی وہابیوں سے مختلف ہے شیعہ کہتے ہیں کہ وہ ایک غار میں غائب ہیں اور قیامت کے قریب ظہور کریں گے لیکن سید صاحب کے عقیدت مند وہابی کہتے ہیں کہ آپ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں۔

" مجاہدین کو یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت سید احمد صاحب شہید نہیں ہوئے بلکہ عین لڑائی میں ان کا رفع الی السماء" ہوا اور اب وہ واپس تشریف لانے والے ہیں۔ یہی مجاہدین ان کے اصحاب صفہ بنیں گے اور پھر ہندوستان کو فتح کریں گے" (مشاہدات کابل و یاغستان) اور سید صاحب کا آسمان پر جانا حضرت عیسیٰ کی طرح نہیں کہ وہاں جا کر پکے ڈیرے لگا دئے اور ایک ہی بار واپس آئیں گے۔ حضرت سید بہت جلد واپس آئیں گے اور انوار ہدایت سے اس دنیا کو نورٌ علیٰ نور فرما دیں گے۔

" ہمارے حضرت کی خلافت کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی نہ سمجھے کہ کسی سے ملاقات ہی نہیں ہوتی یا ان کے ظہور میں بعید عرصہ گزرے گا یہاں تو اکثر لوگ جب چاہتے ہیں تھوڑی سی کوشش میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ عرصہ قریب میں خورشید درخشاں

Marfat.com

کی مثل ظاہر ہو کر عالم کو اپنے انوار و ہدایت سے منور فرمائیں گے ؟
(سید احمد شہید از ندوی)

سید صاحب کو حضرت عیسیٰ پر ایک گونہ فضیلت حاصل تھی۔ اپنے مجاہدین سے سید کا رابطہ رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا غیوب آپ کا اختیاری فعل ہے خدا کی مصلحت اور مشیت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

ملاحظہ کیجئے: جماعت مجاہدین کے اکثر راسخ العقیدہ لوگوں کو یقین تھا کہ حضرت سید صاحب دوبارہ تشریف لائیں گے اور اس جہان کو الحاد و زندقہ اور کفر و شیعت سے پاک کر دیں گے چنانچہ مجاہدین کی جماعت میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا وجود تھا جو نہایت متدین تھے اور نہایت خشوع و خضوع سے ہر وقت یہ دعا کرتے تھے کہ خدایا ہمارا ابتلا کا دور ختم ہو اور سید صاحب دوبارہ تشریف لائیں چنانچہ جب میں (محمد علی قصوری) پہنچا تو کئی راسخ العقیدہ مسلمانوں نے مجھ سے اپنے رؤیا (خواب) بیان کئے کہ حضرت سید صاحب ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرما گئے ہیں کہ ہم اب ظاہر ہونے والے ہیں ایسے خوابوں کی کثرت سے اشاعت کی جاتی اور حکمران طبقہ کی طرف سے ان کے ذریعہ ہندوستان اور یاغستان کے جاہلوں کے حسن ظن سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کی جاتی۔ وہ لوگ دیانت داری سے یہ سمجھتے تھے کہ جب تک حضرت احمد صاحب تشریف نہ لائیں گے اس وقت تک جہاد کی تیاری کرنا فضول ہے۔ حضرت سید صاحب کے ساتھ فرشتوں کا ایک لشکر جرار ہوگا اور فتح و نصرت ان کی رکاب تھامے

Marfat.com

گی ." (مشاہدات قابل یا عتنان)

اور ہزارہ گزیٹر کے مطابق ہندوستانی مجاہدین یہ اعلان کرتے ہوئے جمع ہوئے کہ خلیفہ سید احمد شہید نہیں ہوئے بلکہ بہت جلد ظاہر ہونے والے ہیں " (بحوالہ موج کوثر)

صادق پور کے مرکز میں جتنے لوگ پہنچتے تھے انہیں باقاعدہ تلقین کی جاتی تھی کہ سید صاحب کا ظہور قریب ہے وہ امام وقت ہیں، مولوی جعفر علی تھانیسری لکھتے ہیں " مجھ کو حضرت مرشدنا کی حیات وظہور کا ایسا یقین ہے جیسے اپنی موت کا . . . . مولوی حیدر علی صاحب اور ان کے فرزند کو ۱۴۰۲ھ میں زیارت کا فخر حاصل ہوا. مولوی حیدر علی صاحب تو بعد حصول قدم بوسی چند ماہ بعد انتقال کر گئے اور ان کے فرزند موجود ہیں "

مولوی مظفر حسین کاندھلوی فرماتے تھے کہ میں نے سید صاحب سے دس باتیں سنی تھیں جن میں نو پوری ہو چکی ہیں ایک باقی ہے. یعنی آپ کی غیبت و ظہور، منشی محمد ابراہیم نامی شخص نے مولانا گنگوہی کی محفل میں ایک مرتبہ کہا کہ ممکن ہے سید صاحب ابھی زندہ ہوں مولانا گنگوہی نے کہا بلکہ امکن (بہت زیادہ ممکن) ہے (ارواح ثلاثہ)

ایک انگریز مورخ (ہنٹر) نے لکھا ہے .

" ایک وقت وہ تھا کہ امام وقت کے غائب ہوجانے کی کرامت کے متعلق تحقیقات کرنا، کرامت سے خالی نہ تھا. ایک جانثار مبلغ. ایک ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف چلا گیا. اس نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ کوہستانی علاقہ

Marfat.com

میں اس غار تک ضرور پہنچے گا جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ خدا نے امام کو چھپا رکھا ہے ۔ جب وہ اس خانقاہ کے دروازے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ تین مجسمے گھاس کے بھرے ہوئے موجود ہیں ۔ یہ مبلغ وہاں سے بھاگا اور مریدوں کو خط لکھا کہ

" ملا قادر نے امام صاحب کا بت بنایا ہے مگر کسی کو دکھانے سے پہلے یہ وعدہ کر لیتا ہے کہ نہ وہ امام صاحب سے ہاتھ ملائے گا اور نہ ہی ان سے بولنے کی کوشش کرے گا کیونکہ ایسا کرنے سے امام صاحب چودہ برس کے لئے گم ہو جائیں گے جب بہت عرصہ تک تسلی بخش جواب نہ ملا تو لوگوں میں امام صاحب سے ہاتھ ملانے کی خواہش ہوئی مگر ملّا قادر نے یقین دلایا کہ اگر ایسا کیا گیا تو امام صاحب کے خادم (جو ان کے پاس کھڑے ہیں) پستول مار دیں گے ۔ (آخر کار اندر جا کر دیکھا تو) معلوم ہوا کہ بکرے کی کھال کو گھاس سے بھر کر رکھا ہے اور لکڑی کے ٹکڑوں اور بالوں کی مدد سے انسانی شکل دے دی ہے ۔ دریافت کرنے پر ملّا قادر نے جواب دیا کہ سب کچھ صحیح ہے ۔ امام صاحب نے خود بطور معجزہ اپنے آپ کو گھاس کے بھرے ہوئے مجسمے کی شکل میں لوگوں کے سامنے ظاہر کیا " (ہمارے ہندوستانی مسلمان از ہنٹر ترجمہ صادق حسین)

ہنٹر کی اس تحریر کی تصدیق اس مکتوب سے بھی ہوتی ہے جو "تحفہ محمدیہ" میں مندرج ہے ۔ اس خط میں تفصیل سے بتایا گیا "کہ ملا قادر کہتے ہیں کہ دو صحابی جنگ بدر یا جنگ احد میں ایک کا نام ابن عباس اور دوسرے کا نام ابن خزیمہ تھا ۔ غیب ہو کر زمین کے نیچے ہدایت میں مشغول ہو گئے تھے اب جو امام

Marfat.com

کے ظہور کا زمانہ نزدیک آیا سو وہ دونوں شاہ گرداں کے پہاڑ کے ایک پتھر کے نیچے سے باہر نکل کر امام ہمام (سید احمد) کی رفاقت میں بیٹھے ہیں۔

ملا قادر یہ بھی کہتے ہیں کہ جنوں کا بادشاہ میاچین سے بلایا گیا ہے کہ اس کے تخت پر امام ہمام سب اولیائے زمان کے ساتھ بیٹھ کر سلیمان علیہ السلام کے مانند ہوا پر سیر کرتے پھرتے ہیں۔

ملا قادر کہتا ہے کہ سب اولیاء پیغمبر علیہ السلام کے ہمراہ امام ہمام کے نزدیک آئے تھے اور امام ہمام کو کہتے تھے کہ اٹھو کافروں کا لشکر بالاکوٹ کے مقام پر آیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ "میں خدا کے حکم کے سوا نہ اٹھوں گا" اس کے بعد مذکورہ بالا قصہ بیان کیا۔

سید صاحب کے ساتھ اس مشرکانہ عقیدت مندی کا اعتراف ابوالکلام آزاد نے بھی کیا ہے لیکن ذرا دوسرے الفاظ میں فرماتے ہیں "چند چالاک اور دنیا پرست آدمیوں نے اپنی ذاتی اغراض سے واقعی ایک پتلا بنایا تھا۔"

ان لوگوں کو ابوالکلام آزاد چالاک اور دنیا پرست کہتے ہیں لیکن اس کے اصل کرداروں کے متعلق مہر صاحب کی رائے ہے "میں اس کہانی کے صدق و کذب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ مولوی محمد قاسم جو سید صاحب کے مخلص مرید تھے ان کے بھائی اور والد میدان جنگ میں شہید ہوئے تھے۔"

یہ قاسم ملا قادر کا ساتھی تھا۔ مذکورہ بالا قصہ میں اور مکتوب میں بایں الفاظ اس کا ذکر موجود ہے۔ مکتوب نگار لکھتا ہے "اس عاجز نے یہ احوال قاسم

Marfat.com

کذاب سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ سچ ہے اور یہ بھی امام ہمام کی کرامت ہے کہ لوگوں کی نظر میں ایسی صورت میں (بت کے مجسمے) دکھلائی دیتے ہیں۔

ے بعد ازیں تدبیر چیست یاران ما

تقویت الایمان

حج پر جانے سے پہلے مولوی شاہ اسمٰعیل صاحب نے ایک کتاب بعنوان تقویت الایمان لکھی جس میں توحید اور شرک کے بارے میں اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا گیا۔ یہ کتاب دراصل محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کی شرح ہے۔ اس میں انہی مضامین کو اضافے کے ساتھ پیش کیا گیا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نجدیت اور وہابیت ہند میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ہے تو طریقہ کار میں۔ برصغیر کے مزاج کے پیش نظر ہندی وہابیت کو پیری مریدی کے حوالے سے پیش کیا گیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے شاہ اسمٰعیل نے ان خیالات کا اظہار کیا تھا "میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے خدشہ ہے کہ اس اشاعت سے شورش ہو گی۔ ۔ ۔ گو شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔" (ارواح ثلاثہ)

مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف اسلام کے نام پر صف آرا کرنے والی اس تقویت الایمان میں جس کے بارے میں توقع تھی لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے

Marfat.com

نجدیت کی یہ ایک ایسی خوفناک سوچ ہے جس سے انسانیت لرزہ براندام ہو جاتی ہے ان کی تعبیرات، الفاظ کے نئے مفاہیم نے امت مسلمہ کو جو اتحاد، امن، آشتی، صلح جوئی کا پیغام بر بن کر آئی تھی، انتشار کے غار میں دھکیل دیا، اس کی تعمیری روح کو محبت و اخوت کے پیغام کو، منفی اور تخریبی سوچ میں بدل دیا گیا، نفرت اور حقارت کے ناپید اکنار بھنور میں پہنچا دیا۔

کتاب التوحید کے اس ہندی ایڈیشن کے چھپتے ہی ایک طوفان امڈ آیا۔ اس کتاب کے رد عمل کے طور پر تقریباً اڑھائی سو کتابیں مختلف زبانوں اور مختلف علاقوں سے منظر عام پر آگئیں۔ یہ کتاب گویا اہل سنت اور وہابیت کے درمیان خط امتیاز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں مذکورہ مضامین کی یہ فہرست ہے:

۱۔ علم الغیب:۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلعم کو فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا، نہ فرشتے، نہ آدمی، نہ جن نہ کوئی چیز یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں۔

۲۔ جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا یا کوئی امام یا بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کی رو سے منہ سے نہ کہتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۳۔ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی بات معلوم کر لوں اور آئندہ باتوں کو معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعویٰ خدائی کا کرتا ہے اور جو کوئی کسی نبی ولی، جن یا فرشتہ کو، امام یا امام زادے یا پیر و مرشد، نجومی یا جفار کو یا فال

Marfat.com

دیکھنے والے کو یا برہمن رشی کو یا بھوت پری کو ایسا جاننے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

۴۔ کچھ اس میں بھی ان کی بڑائی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کے احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس غیب کا جب چاہیں معلوم کر لیں کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا ہے یا کس شہر میں ہے یا جس آئندہ بات کو جب ارادہ کر لیں دریافت کر لیں کہ فلاں کے یہاں اولاد ہو گی یا نہ ہو گی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہو گا یا نہ ہو گا یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست کہ ان سب باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان ہیں۔

تصرف: ۵۔ جو اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاؤ۔ کتنا بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب ہو۔ مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کہے کہ فلاں کی شادی کب ہو گی یا فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول جانے، کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟

۶۔ مرادیں پوری کرنا حاجتیں بر لانی بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنا، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اسی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی پیر و شہید کی بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور

Marfat.com

اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں ماننے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے . . . . پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے. ہر طرح شرک ثابت ہے۔

۷۔ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا یہ سب اللہ کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی پیر و مرشد کی بھوت پری کی. یہ شان نہیں جو کوئی کسی کا ایسا تصرف ثابت کرے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

۸۔ سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ میں اپنی جان و مال کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا کروں گا؟ اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اگر بھلا ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا. اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا فقط پیغمبری کا مجھ کو دعویٰ ہے.

۹. ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنی حاجت کی چیزیں اپنے رب سے مانگے یہاں تک کہ لون (نمک) بھی اس سے مانگے اور جوتی کا تسمہ جب ٹوٹے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔

۱۰. اللہ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیں کہ میں تمہارے نفع و نقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم جو مجھ پر ایمان لے آئے ہو اور میری امت میں داخل ہوئے ہو۔ سو اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ مضبوط ہے

Marfat.com

اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور شفیق بڑا محبوب، سو ہم جو چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچا لے گا۔ یہ بات محض غلط ہے اور اس واسطے کہ میں آپ ہی سے ڈرتا ہوں اور اللہ کے ڈر سے کہیں بچاؤ نہیں جانتا سو وہ دوسرے کو کیا بچائے گا۔

۱۱۔ سارا کاروبار جہاں کا اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

۱۲۔ یہ جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے اور پھر یوں کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کرائی۔ یہ بات شرک ہے اس لئے کہ گو مانگنے کی راہ سے نہیں ثابت ہوا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔

شفاعت ۱۳: جو کوئی کسی نبی ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصل مشرک اور بڑا جاہل ہے۔

۱۴۔ اس شہنشاہ کی شان تو یہ ہے کہ آن واحد میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے، جبرئیل اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔

۱۵۔ اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

۱۶۔ جو کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان

Marfat.com

سے یا دل سے یا اس کی صورت یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو کچھ مجھ پر احوال گذرتے ہیں جیسے بیماری تندرستی، کشائش و تنگی مرجا جینا، غم اور خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر رہتی ہے۔ سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی سب باتیں شرک ہیں . . . خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و مرشد سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ ان کو اپنی ذات سے ہے۔ خواہ اللہ کے دیئے سے۔ غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوگا۔

۱۷۔ انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیئے۔ ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں۔ سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے۔

۱۸۔ میں بھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

۱۹۔ کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بولو۔

۲۰۔ جیسا کہ ہر قوم کا چوہدری اور گاؤں کا زمیندار ہے سو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔

Marfat.com

وہابیت اور تصوف میں باہم پیوند کاری کا تجربہ

محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کی تشریح و توضیح تقویت الایمان کے عنوان سے کی گئی ہے، جس عقیدت سے بعض علاقوں میں کتاب التوحید کو دیکھا جاتا ہے اسی طرح تقویت الایمان کو بھی دیکھا جاتا ہے اور ان کے مخالفین حنفی مسلک کے لوگ اس سے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے چونکہ ان میں آیات و حدیث کو جو نیا مفہوم دیا گیا ہے وہ مسلک اہل سنت کے خلاف ہے اور لب و لہجہ جارحانہ، جو نفرت کا سبب بن گیا، ان کے خلاف عرب و عجم میں یکساں شدید ردعمل ہوا۔ کتاب التوحید اور تقویت الایمان کا مشن ایک ہے اور دونوں کو وہابیت کی بائیبل کا درجہ حاصل ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ حنفیت اور وہابیت دو الگ الگ مسلک ہیں۔ دونوں کے نظریات ایک دوسرے سے متصادم، متضاد ہیں اور دونوں کو یکجا کرنا اجماع نقیضین کے مترادف ہے۔

کتاب التوحید اور تقویت الایمان کا ذکر کرتے ہوئے مسعود ندوی لکھتے ہیں کہ "کتاب التوحید شیخ (محمد بن عبدالوہاب) کی تصنیفات میں یہ رسالہ زیادہ مشہور ہے جس طرح ہندوستان کے خوش فہموں میں مولانا شہید کی تقویت الایمان بدنام ہے اسی طرح عرب و عجم کے اکثر خوش عقیدہ لوگوں میں کتاب التوحید بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی"۔ کتاب التوحید کے مضامین اور اس کے مسائل کے بارے میں یہی مصنف لکھتے ہے۔

"اس شرح میں تمام مسئلوں پر سیر حاصل بحث ہے۔ جابجا امام ابن تیمیہ اور

Marfat.com

ابن قیم کی کتابوں سے طویل اقتباسات دیئے ہیں اور اس طرح یہ شرح ایک جامع اور مستند کتاب بن گئی "!

گویا یہ ثابت ہوا تقویت الایمان، کتاب التوحید کا تتمہ ہے اور کتاب التوحید؛ ابن تیمیہ وغیرہ جو کہ سلفیت کے نقیب، وحدۃ الوجود کے دشمن اور تصوف کے ساتھ ہر محاذ پر ٹکرانے والوں کی شارح ہے۔

یہاں ایک مغالطہ سوچ سمجھے منصوبے کے تحت دیا جاتا ہے۔ یہ ملاوٹ کا ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا گیا جس میں ان لوگوں کو پھنسایا جاتا ہے جو مذہب کی تاریخ سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے۔ خاص طور پر طالب علموں اور یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل اس مغالطے کا شکار ہوتے ہیں یا کئے جاتے ہیں۔ یہ بات مدنظر رہے کہ وہابیت اور تصوف ایک دوسرے کی ضد ہیں، وہابیت کا جنم تصوف کی رقابت کے نتیجہ میں ہوا۔ تو کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ وہابیت کے نظریات وعقاید کو صوفیاء کی مشہور شخصیات کے حوالے سے پیش کر کے لوگوں کو اصل مسلک سے ہٹایا جائے۔ نجدیت میں اگر جرأت ہوتی اور اس کے اپنے نظریات میں صداقت ہوتی تو اس کو کیا ضرورت تھی۔ ایسا بے تکا فراڈ کرنے کی۔ اپنے پیشواؤں کے حوالے سے اپنے نظریات پیش کریں۔

برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ کی شخصیّت کو وہابیت کا ایک فرد، راہنما کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے اور ہند میں قاطع بدعت (وہابی) کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے شاہ ولی اللہ اور آپ کے خاندان کو توحید کا مرکز بتا کر وہابیت کے لئے راستہ ہموار کیا گیا۔ تقویت الایمان اور شاہ اسماعیل کو شاہ ولی اللہ

Marfat.com

کے مسلک کا خلف الرشید اور آپ کی تحریک کا علمبردار بتایا گیا، مناسب ہوگا شاہ ولی اللہ کے مسلک کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے کہ آپ حنفیت کے پرچارک تھے یا وہابیت و سنیت کا پرچار کرنے والے؟ انفاس العارفین کے مقدمہ میں اس ستم ظریفی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"تصوف اس کی تعلیمات اور معمولات کے بارے میں شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے ساتھ جو ناانصافی ہوئی ہے۔ وہ برصغیر کی مذہبی تاریخ کا ایک عظیم المیہ ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ شاہ ولی اللہ ایسے معتدل اور طریق اسلاف پر گامزن صوفی بزرگ کو محض نام نہاد متصوفین پر تنقید کی بناء پر ایک مخصوص انداز فکر (وہابیت) کا ترجمان بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں حیرت ہوتی ہے کہ شاہ صاحب کی حکمت اور فکر پر ہزاروں صفحات لکھے گئے، کئی اکیڈیمیاں معرض وجود میں آگئی ہیں لیکن بطور ایک صوفی و مرشد طریقت کے شاہ صاحب کے متعلق ایک حرف نہیں لکھا گیا۔ "تحفۃ الموحدین" ایسی فرضی اور جعلی کتابوں اور حجۃ اللہ البالغہ یا تفہیمات کے مصنف شاہ ولی اللہ کو تو ہم بہت اچھی طرح جانتے ہیں لیکن" انفاس العارفین" فیوض الحرمین، الدر الثمین، القول الجمیل انتباہ فی سلاسل الاولیاء اور اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم" کے مؤلف شاہ ولی اللہ کے بارے میں ہمیں آج تک کچھ نہیں بتایا گیا۔ ایسا کیوں ہوا۔ اس کی بظاہر دو بڑی وجوہ ہیں۔ پہلی یہ کہ جو حضرات اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں وہ توحید و رسالت اور تصوف کے متعلق اپنے مخصوص ذہنی سانچے رکھتے ہیں جن پر وہ ہر شخصیت کو پرکھنے اور منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری وجہ

Marfat.com

ہمارے سہل انگار محققین ہیں جو محض سنی سنائی باتوں پر سوچے سمجھے بغیر علم کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ اس مختصر تعارف میں شاہ صاحب کے مسلک تصوف، ان کے شرک و بدعت کے تصوّر اور اس جلیل القدر خاندان کے بعض معمولات کا ذکر کروں گا اور ارباب علم وفضل کو دعوت دوں گا کہ وہ شاہ صاحب کے تصوف کو (مسلک کو) انفاس العارفین، فیوض الحرمین اور القول الجمیل کی روشنی میں دیکھیں۔" (مقدمہ انفاس العارفین)

اسی انفاس العارفین کے بارے میں ڈاکٹر ظہور الدین احمد فرماتے ہیں کہ "جو لوگ اولیاء اللہ کی روحانی قوتوں کے منکر ہیں ان کے لئے اس تذکرے (انفاس العارفین) کے بیانات ایسے شواہد پیش کرتے ہیں جن سے انکار شاہ ولی اللہ جیسے برگزیدہ عالم اور مومن کی گواہی سے انکار کے مترادف ہے۔" (تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند)

خیر القرون سے لے کر آج تک تزکیہ نفس کا جو طریقہ چلا آرہا ہے۔ شاہ ولی اللہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں بارگاہ نبوت میں حاضری کے آداب اسی طرح سکھاتے ہیں جیسے اہل اللہ کا طریقہ چلا آرہا ہے چونکہ یہ آداب ایمان و اعمال کی جان اس کے بغیر ایمان ناتمام اعمال اکارت ہیں۔ اپنے ایک مشہور قصیدہ کے شروع میں فرماتے ہیں۔

"پہلی فصل میں ان حوادث کا ذکر کیا گیا ہے جن حوادث سے نجات حاصل کرنے کے لئے حضور کی روح مبارک سے مدد حاصل کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور جن سے رہائی حضور کے کمالات کے بیان سے ہی ہو سکتی ہے۔" (اطیب النغم)

Marfat.com

اور فرماتے ہیں۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ حرمین شریفین حاضری دیں اور ان آستانوں پر اپنے چہرے رگڑیں۔ ہماری سعادت اسی میں ہے اور بدبختی اس بات سے روگردانی ہیں"۔

آپ کے ان نظریات کے برعکس ہوا یوں کہ آپ سے اپنے مطلب کی کتابیں منسوب کرکے ان پر خوب حاشیہ آرائی کی گئی اور اسی کام کے لئے اکیڈیمیاں قائم کی گئیں۔ ان حواشی پر مزید حاشیے چڑھائے گئے۔ آپ کی تصنیفات میں جو الحاقات کئے گئے تھے ان کی تشریحات میں ہزاروں ورق سیاہ کئے گئے لیکن آپ کی اصل تعلیمات کو چھوا تک نہیں اس مخصوص ذہنیت نے حضرت شاہ ولی اللہ کو عبدالوہاب نجدی کے پائے کا ہندی وہابی ثابت کرنے کے لئے سب کچھ کیا۔ یہ کام آپ کے زمانے سے ہی شروع کر دیا گیا تھا۔ آپ کے خاندان کے ایک فرد ظہیرالدین سید احمد جنہوں نے آپ کی تصنیفات کو چھاپنے کا اہتمام کیا تھا انہوں نے سب سے پہلے اسی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ شاہ صاحب کی ایک کتاب تاویل الحدیث فی رموز قصص الانبیاء کے آخر میں لکھتے ہیں۔

"بعد حمد وصلاۃ کے بندہ محمد ظہیرالدین عرف سید احمد، اول گذارش کرتا ہے بیچ خدمت شائقین تصانیف مولانا شاہ ولی اللہ صاحب و مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی اور کی ہے اور بعض لوگوں نے جو ان تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقع پایا تو عبارت

Marfat.com

کو تغیر تبدل کر دیا تو میرے اس کہنے سے یہ غرض ہے کہ اب تصانیف ان کی چھپیں تو اچھی طرح اطمینان کر لیں ۔

اسی طرح یہی ظہیر الدین صاحب "انفاس العارفین" مطبوعہ مطبع احمدی کے آخر میں "التماس ضروری" کے نام سے یہی کچھ لکھا اور اس میں انہوں نے شاہ صاحب کی طرف غلط منسوب کتابوں کی فہرست دی ہے جو یہ ہے ۔

۱۔ تحفۃ الموحدین ۔ مطبوعہ اکمل المطابع دہلی } منسوب بہ طرف شاہ ولی اللہ
۲۔ بلاغ المبین ۔ مطبوعہ لاہور }
۳۔ تفسیر موضح القرآن ۔ مطبوعہ خادم الاسلام دہلی ۔ منسوب بطرف شاہ عبد القادر
۴۔ ملفوظات ۔ منسوب بہ طرف شاہ عبد العزیز

ایک جید عالم و محقق مولانا وکیل احمد سکندر پوری البلاغ المبین کے متعلق اپنی کتاب وسیلہ جلیلہ میں لکھتے ہیں :۔

" یہ کتاب (البلاغ المبین) کسی وہابی کی تصنیف ہے جسے کافی لیاقت نہ تھی مگر اعتبار و اسناد کے لئے مولانا شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب کی گئی ۔ اس کا انتساب ایسا ہی ہے جیسے دیوان مخفی کا زیب النساء کی طرف یا دیوان محی کا حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کی طرف دیوان معین الدین ہروی کا حضرت معین الدین چشتی کی طرف رسالہ "تحفۃ الموحدین" سب سے پہلے اکمل المطابع دہلی میں طبع ہوا ۔ قیام پاکستان کے بعد مرکزی اہل حدیث کے ادارہ اشاعت السنۃ نے رجب ۱۳۷۳ھ میں اسے دوبارہ شائع کیا ۔ طبع ثانی کی اشاعت ہمارے پیش نظر ہے ۔ اس میں تحفۃ الموحدین کے سرورق پر مصنف یا مؤلف شاہ ولی اللہ تحریر نہیں ہے ۔ بلکہ

Marfat.com

از افادات شاہ ولی اللہ دہلوی لکھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ناشر اس سلسلے میں خود متردد ہے لہٰذا اسی رسالہ کا اعتبار قائم کرنے کے لئے اس کا مترجم حیات ولی کے مؤلف مولانا رحیم بخش دہلوی کو بتایا حالانکہ حیات ولی میں مولانا رحیم بخش دہلوی نے شاہ ولی اللہ کی تصانیف کی جو فہرست دی ہے اس میں تحفۃ الموحدین یا البلاغ المبین کا ذکر تک نہیں"

یہ انتساب کتابوں تک محدود نہیں۔ اصل کتابوں میں بعض عبارات شامل کر دی گئیں ہیں سب سے پہلے باقاعدگی کے ساتھ شاہ صاحب کی کتابیں مولانا محمد احسن نانوتوی (۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء) نے اپنے مطبع صدیقی بریلی سے چھاپنا شروع کیں۔ ان کے بعد مولوی عبدالاحد مالک مجتبائی نے یہ کتابیں چھاپیں۔ مولوی محمد احسن نانوتوی اثر ابن عباس اور بعض دوسرے مسائل میں اپنے مخصوص انداز فکر کی وجہ سے اس دور کے مشہور علمی مراکز بدایوں، خیر آباد، بریلی اور دہلی کے علماء کے مسلک سے الگ اور ان کے معتوب تھے۔ کچھ بعید نہیں کہ شاہ صاحب کی کتابوں میں تغیر و تبدل کر دیا ہو۔ جیسا کہ سید ظہیر الدین نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں۔ (بحوالہ مقدمہ انفاس)

اسی ضمن میں قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی (۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء) اپنی تالیف کشف الحجاب میں لکھتے ہیں "اور ایسا ہی ایک اور جعلی (غیر مقلدین) کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلے کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں۔ چنانچہ بعض مسئلے شاہ عبدالعزیز کے نام اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علیٰ ہٰذا القیاس چھپواتے ہیں۔" (ایضاً)

القصہ شاہ اسماعیل کی تقویت الایمان کو مؤقد بنانے کے لئے ان کا انتساب

Marfat.com

شاہ کی طرف کرنا ضروری تھا اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا۔ شاہ ولی اللہ کا مسلک دیکھنے کے لئے آپ کی انفاس العارفین اور فیوض الحرمین کا مطالعہ مفید رہے گا۔

انفاس العارفین میں آپ نے اپنے خاندانی حالات قلمبند کئے ہیں۔ اپنے بزرگوں کے کشف و کرامات اور معمولات کا ذکر کیا ہے تاکہ انہیں پڑھ کر سالک کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ اس راستے پر ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھتا رہے۔ فرماتے ہیں:۔

"مشائخ صوفیاء کے احوال و اقوال جو ان کی کرامتوں اور استقامتوں پر مشتمل ہوئے ہیں اور جن کی بنیاد ان کے ظاہری و باطنی علوم پر ہوتی ہے نوآموزوں کے لئے اشتیاق و ترغیب کا باعث بنتے ہیں اور پختہ کاروں کے لئے نظام زندگی اور دستور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خاص طور پر اپنے آباؤ اجداد کے تاریخی آثار سننے سے اولاد و اخلاف کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ کی امید ہوتی ہے"

غور فرمایئے کہ شاہ اسماعیل نے اس موروثی ورثہ میں کتنا کچھ حاصل کیا!

فرماتے ہیں "کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ ہمارے اسلاف کا روحانی دستور چلا آرہا ہے کہ ہر صدی میں طریقہ چشتیہ کی نسبت کے حامل رہے ہیں اور اکثر و بیشتر ہر جانے والا آنے والے کی بشارت دیتا رہا ہے اور یہ قصہ اسی طرح چلتا رہا۔"

تقویت الایمان کی عبارت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سطور کو غور سے پڑھیں۔

(شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے کہ شیخ رفیع الدین نے آخری وقت میں ایک دن اپنا

Marfat.com

تمام اثاثہ جمع کیا اور وارثوں میں تقسیم کر دیا اور اولاد میں سے ہر ایک کو اس کے حسب ضرورت دیا۔ جب سب سے چھوٹی اولاد (یعنی والدہ) شاہ عبدالرحیم کی باری آئی تو انہیں مشائخ کرام کا شجرہ خاندانی اور اوراد اور فوائد طریقت پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ عنایت فرمایا۔ شیخ کی رفیقہ حیات نے کہا کہ یہ بچی غیر شادی شدہ ہے اسے جہیز اور اسباب خانہ چاہیئے نہ کہ رسائل تصوف! فرمایا یہ رسائل ہمیشہ مشائخ سے ورثہ میں ملے ہیں اس عفیفہ کے بطن سے اس معنوی میراث کا مستحق ایک بچہ پیدا ہوگا ہم نے یہ روحانی میراث اسی کے لئے دی ہے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ خاندانی عقیدہ تھا جو انہیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا تھا کہ جو اللہ کے دوست ہوتے ہیں انہیں پردۂ غیب سے آنے والے حالات و واقعات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے وہ اپنی اولاد کے سعادت و شقاوت کے بارے میں جانتے ہیں لیکن شاہ اسماعیل کے عقیدہ کی رو سے ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ روحانی استعداد کے قائل تھے جس میں تصرف اولیاء اور آئندہ کے حالات و واقعات جان لینے کی صلاحیت شامل ہے۔ آپ کے نزدیک حواس ظاہری کی طرح حواس باطنی بھی ہیں اور باطنی حواس کو فعال کرنے کے لئے متقی اور پرہیزگار ہونا ضروری ہے چونکہ راہ طریقت کا سالک جب عالم ناسوت کی پستی سے نکل کر عالم ملکوت کی بلندی پر فائز ہوتا ہے اور خسیس و ناپاک اعتبارات کو کلیتہً ترک کر دیتا ہے تو اس حالت میں وہ لطیف اور خوشگوار کیفیات میں اس طرح سرشار ہو جاتا ہے گویا اُن کے نفس ان کیفیات میں ڈوب کر بالکل

Marfat.com

فنا ہو گئے۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک شخص بیداری اور حالت خواب میں یکساں طور پر ان کیفیات کو اپنے اندر پاتا ہے۔ سالک پر اس مقام کی عجیب عجیب چیزیں اور طرح طرح کے معاملات ظاہر ہوتے ہیں۔

علامہ اقبال اس مقام کی تشریح میں کہتے ہیں "قلب ایک طرح کا باطنی وجدان یا بصیرت ہے جو مولانا روم کی زبان میں آفتاب کی شعاعوں سے زندگی حاصل کرتا ہے اور ہمیں حقیقت کے ان پہلوؤں سے آشنا کرتا ہے جو ہمارے حواس سے پرے ہیں قرآن کی رو سے یہ ایسی چیز ہے جو دیکھتی ہے اور اس کی اطلاعات کی صحیح تعبیر کی جائے تو اس میں غلطی کا امکان بہت کم ہوتا ہے اس کو باطنی یا پر اسرار اور فوق الفطرت کہنے سے اس کی قدر و قیمت بحیثیت ایک ذریعہ علم کے کم نہیں ہو جاتی"۔ (خطبات)

حضرت شاہ ولی اللہ کا مسلک ایک ایسے مربوط نظام سے تعلق رکھتا ہے جس کی اپنی اقدار ہیں روایات ہیں اور نوع انسانی کی باطنی اور حقیقی زندگی کی ترجمان ہیں۔ یہی وہ زندگی ہے جس نے تاریخ پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ اس داستان کو ہم انشاء اللہ اپنے مقام پر تفصیل سے بیان کریں گے۔

اولیائے عظام پر جو حالات منکشف ہوتے ہیں ان کی مثالیں دیتے ہوئے اور اپنے تجربات و مشاہدات جو کہ اپنے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم کے بارے میں ہیں بیان فرماتے ہیں۔

<u>غیب کا جان لینا:</u> والدگرامی (شاہ عبدالرحیم) فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت مراقبے میں تھا کہ غیب کی کیفیت طاری ہوئی اور میرے لئے یہ وقت

Marfat.com

چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا اور اس مدت میں آغاز آفرینش سے روز قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار مجھ پر ظاہر کر دیئے گئے" (انفاس العارفین)

۲۔ فرمایا کہ شیخ عبد الاحد (مجدد الف ثانی کے پوتے) سرہند سے چار حل طلب مسئلے لے کر میرے پاس آئے جب باتیں چلیں تو کہنے لگے ایک تو ان میں سے بہت ہی آسان ہے دو اوسط درجے کے ہیں اور چوتھا بمشکل پورا ہونے والا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ جسے تم زیادہ مشکل سمجھ رہے ہو وہ بادشاہ سے پہلی ملاقات میں ہی پورا ہو جائے گا اور دو جو اوسط درجے کے ہیں ان میں ایک، دو تین ہفتے بعد اور دوسرا پانچ چھ مہینے میں پورا ہو جائے گا اور جسے تم آسان سمجھ رہے ہو اس کا پورا ہونا میری زبان پر موقوف ہے جب تک میں نہ کہوں گا اس کے حل کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔

اس گفتگو کے بعد انہوں نے بادشاہ سے ملاقات کی میری بتائی ہوئی ترتیب سے پہلا عقدہ اسی وقت حل ہو گیا اور دوسرا، تیسرا، مذکورہ میعاد کے مطابق مگر چوتھا جوں کا توں رہ گیا۔ دوبارہ ملاقات کی اور مجھ سے توجہ طلب ہوئے۔ میں نے کہا ایسے نہیں پہلے تم کو شہر کے ان بزرگوں سے رجوع کرنا چاہیئے، مشائخ میں سے ایک نامور صاحب کشف بزرگ کے پاس گئے۔ انہوں نے تین ہفتے کی میعاد مقرر کی۔ وقت گذر گیا مگر مطلوبہ کام کی خوشبو بھی ان کے دماغ تک نہ پہنچی۔ پھر دوسرے بزرگ کی طرف رجوع کیا۔ انہوں نے ایک ماہ کا عرصہ بتلایا۔ وہ بھی گزر گیا مگر کام ہونے کے آثار کچھ نظر نہ آئے پھر میرے پاس لوٹ آئے اور توجہ

Marfat.com

کے طلب گار ہوئے۔ میں نے کہا کچھ فرصت چاہیئے تاکہ خود بخود میری زبان سے عقدہ حل ہونے کی بشارت نکلے۔ انہوں نے اپنا عقدہ کاغذ پر لکھ کر فقیر اللہ کے حوالے کر دیا تاکہ روزانہ اشراق اور نماز عشاء کے بعد وہ مجھے دکھاتا رہے ایک مدت ہوئی انتظار کی گھڑیاں حد سے بڑھ گئیں۔ ایک دن طبیعت کھل اٹھی اور میں نے فوراً کہہ دیا کہ آج تمہیں بادشاہ کے پاس جانا چاہیئے کام ہوجائے گا وہ اسی طرح دربار میں چلے گئے۔ بادشاہ نے توجہ سے پوچھا کہ کوئی مطلب ہے تو بتلائیے۔ انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اسی وقت ان کے حسب منشا کام سرانجام پا گیا (ایضاً)

۳۔ فرمایا کہ میں شیخ عبدالاحد کے دولت کدہ پر گیا۔ وہ ختم خواجگان پڑھ رہے تھے۔ مجھے بھی اس میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی۔ میں نے کہا ختم پڑھنا بے سود ہے اس سے آپ کا کام نہیں ہوگا۔ کہنے لگے کیا آپ کو معلوم ہے کہ کون سا کام ہے؟ میں نے کہا فلاں کام ہے اور اس کا حل ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ جس کی شکل ایسی ہے اور عمر یہ ہے اسی طرح میں نے ان کی زندگی کا پورا چٹھا بیان کرنے لگا اور ان کے کرتوت ظاہر ہونے لگے تو کہنے لگے خدارا بس کیجئے۔

۴۔ کاتب الحروف کہتا ہے (شاہ ولی اللہ) کہ شیخ عبدالاحد بیمار ہوگئے اور حضرت والد ماجد عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ فقیر بھی ہمراہ تھا۔ شیخ نے صحت کے لئے دعا کی درخواست کی تو حضرت چپ ہوگئے۔ ان کے عزیزوں نے دعا کے لئے زور دیا تو پھر بھی خاموش رہے۔ بالآخر شیخ عبدالاحد نے حضرت کے دل کی بات سمجھ لی اور اپنے عزیزوں کو دعا کے لئے مجبور کرنے سے منع کر دیا کہ اولیاء کی بارگاہ میں اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت والد ماجد وہاں سے اٹھے تو

Marfat.com

فقیر سے فرمایا کہ شیخ کی زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں اس وقت دعا سے کچھ فائدہ نہ ہوتا میری خاموشی میں یہی حکمت تھی۔ شیخ چند دنوں بعد آغوش رحمت میں چلے گئے۔

۵۔ ایک دن حضرت والد ماجد اس فقیر کو علم و عرفان کے عجیب نکتے تعلیم فرما رہے تھے کہ حدیث نبوی "اتقوا من فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ" کی بحث چل نکلی۔ اس کی تشریح میں آپ نے دو قصے بیان فرمائے۔ ایک شیخ رفیع الدین کی فراست کا دوسرا اپنی فراست کا کہ ایک مرد فقیرانہ وضع میں نقاب پوش حد درجہ دردمند جو ہر لمحے کوئی نہ کوئی عاشقانہ شعر پرسوز ہندی دوہے پڑھتا اور گریہ و زاری کرتا رہتا تھا۔ میرے پاس آیا اور رشد و ہدایت کی طلب کے ساتھ قیام کے لئے حجرہ مانگا۔ میں نے بالکل انکار کر دیا جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا یہ کالا سانپ ہے اس سے ڈرنا چاہیئے۔ حاضرین نے اس بات کو تسلیم کرنے میں تامل کیا ایک مدت کے بعد وہ فقیر عورتوں کے بھیس میں صوبے دار عاقل خان کے گھر میں خیرات کی تقریب میں عورتوں کے ساتھ چلا گیا باہر آتے وقت ایک دربان نے اس کی رفتار سے تاڑ لیا اور پکڑا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی عورت کو بھگانے کے چکر میں تھا اور یہ سارا ڈھونگ رچا رکھا تھا۔

تصرفات اولیائے کرام سے کرامات کا صدور کیسے ہوتا ہے؟ اس بارے میں شاہ ولی اللہ کا فلسفہ قابل غور ہے۔ فیوض الحرمین میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ سے کرامات کا اظہار کس طرح ہوتا ہے اس بارے میں مجھ پر

Marfat.com

عجیب عجیب اسرار کا فیضان ہوا. کرامات کے متعلق تمہیں جاننا چاہئے کہ یہ نتیجہ ہوتی ہیں. انسان کی اس قوت کا جو نفس ناطقہ میں ہے جب انسان میں نفس ناطقہ کا ملاء اعلیٰ سے اتصال ہوتا ہے اور اس کی ہمت شخص اکبر کی قوت عزم سے ملحق ہو جاتی ہے تو اس کے نفس ناطقہ کی یہ ہمت شخص اکبر کی قوت عزم کے لئے بمنزلہ اس کی رضامندی اور پسندیدگی بن جاتی ہے اس طرح جو بات ہونے والی ہوتی ہے وہ اولیاء کے لئے ایک حتمی عزم کی صورت اختیار کر لیتی ہے.

اولیاء اللہ کے اپنے اوقات ہوتے ہیں بعض دفعہ ان پر ایسا وقت آتا ہے کہ اس وقت وہ جس مقصد کے حصول کے لئے خالص ارادہ کر لیں وہ پورا ہو کر رہتا ہے بشرطیکہ ان کا اپنا یہ خیال مزاحم نہ ہو کہ یہ چیزیں بعید از قیاس ہے یا یہ اللہ کی سنت کے خلاف ہے اس سے ارادہ مذبذب ہو جاتا ہے. یہی وہ مقام جس کی ترجمانی اس حدیث سے ہوتی ہے.

حضرت ابورافع صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کے دو بازو پیش کئے. آپ نے ان سے تیسری بار ایک اور بازو طلب فرمایا تو حضرت ابورافع کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے تو دو ہی بازو ہوتے ہیں. اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم خاموش رہتے اور یہ بات نہ کہتے تو ہمیں ایک اور بازو مل جاتا بلکہ جب تک تم خاموش رہتے اور ہم تم سے بازو کا مطالبہ کرتے جاتے تو اسی بکری سے ایک بازو کے بعد دوسرا بازو برابر ملتا جاتا."
اس حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے.

نیز اولیاء اللہ کے اوقات میں ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس وقت وہ جو

Marfat.com

ارادہ کریں اور اگر اس ارادہ کی مخالفت ہو یا اس کو دور کی چیز سمجھا جائے یا لوگ اس سے انکار کریں تو اس سے ان کے اس ارادہ میں اور قوت آجاتی ہے بالکل اسی طرح جیسے تم نے دیکھا ہوگا ایک دوسرے سے بازی لے جانے یا بہادروں میں بزورِ آزمائی کرنے یا حریفوں میں مقابلہ کے موقع پر ارادے میں مزید قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

بعض اوقات عارف پر منکشف ہوتا ہے کہ یہ قضا کا حتمی فیصلہ ہے کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا اور اس طرح ہونا قضائے مبرم سے مقدور ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود عارف پوری ہمت سے دعا کرتا ہے اور اس دعا میں وہ بہت عجز و الحاح سے کام لیتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ قضا کسی دوسری صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس واقع کے بجائے کوئی دوسرا واقعہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے جو اس عارف کی ہمت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کی مثال مرزا ہدایت اللہ بیگ کے معاملے میں وہ واقع ہے جو میرے والد بزرگوار کو پیش آیا اور اس سلسلے میں اس طرح کے اور بھی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

مرزا ہدایت اللہ کا واقع ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ فرمایا بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے کسی بات پر ہدایت اللہ بیگ کو اپنے منصب سے ہٹا دیا۔ وہ اس بات پر بہت غمگین اور شکستہ خاطر ہو کر میرے پاس آیا۔ مالی پریشانیوں اور کثرتِ عیال کا رونا روتا رہا۔ اس کے گڑگڑاتے سے میرا دل اتنا پسیجا کہ پورے طور پر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ پہلے پہل مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ اس بارے میں تقدیر مبرم ہو چکی

Marfat.com

ہے۔ میں نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی اور اس بارے میں میری توجہ اس حد تک جا پہنچی کہ اگر یہ کام میرے حسب منشا نہ ہوا تو میں صوفیانہ لباس اتار پھینکوں گا اور دوبارہ صوفیانہ وضع قطع کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گا۔

اسی عالم میں حضرت سبحانہ' و تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے میری دعا قبول کرلی اور مجھے بتایا گیا کہ اسے معزول کرنے کا مضبوط اور پختہ انتظام کرنے کے باوجود ہم نے اسے اپنے منصب پر بحال کر دیا۔ میں نے دعا کی۔ بار خدایا یہ عہدہ تو اسے پہلے ہی ملا ہوا تھا میری آہ و زاری کا ثمرہ آخر کیا ہے؟ میرے خیال میں ڈال دیا گیا کہ اچھا! یہ بہ کچھ ہم نے اسے ترقی بھی دے دی ہے، صبح سویرے اسے میں نے خوش خبری سنائی۔ بادشاہ نے بغیر کسی ظاہری سبب کے اسے یاد کیا اور کہا کہ ہم نے تمہاری خطا معاف کر کے عہدہ بحال کر دیا ہے اور اس قدر اضافہ اور ترقی بھی دے دی ہے۔ یہ سن کر اس کے دشمنوں نے جتنی بھی کوشش کی کامیاب نہ ہو سکے۔

کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کے اس قسم کے واقعات بے شمار روایت کئے گئے ہیں اور ان کے لئے تاویلات موجود ہیں اور اس پر ہم نے فیوض الحرمین میں تفصیل سے لکھا ہے۔

ع نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں یہ علامہ اقبال کا شاعرانہ خیال نہ تھا بلکہ شاہ ولی اللہ اور آپ کے خاندان کا یہی عقیدہ تھا جن کے خلاف ان کے پوتے شاہ اسماعیل نے نجدیت سے پیوندکاری کر کے تکفیری فتوے صادر کئے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ اس عقیدے پر مصر

Marfat.com

ہیں اور فرماتے ہیں .

۲. کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ خواجہ محمد سلیمان نے ایک گھوڑا لے رکھا تھا جو اس نے حضرت والد کو دکھایا. آپ نے اسے تنہائی میں بلایا. اس وقت یہ فقیر بھی وہاں موجود تھا اور فرمایا کہ گھوڑا خوب ہے مگر اس کی عمر تھوڑی ہے. خواجہ محمد سلیمان کی ایک بدزبان اور بدعادت بیوی تھی جس سے وہ تنگ آیا ہوا تھا. عرض کی. کیا اچھا ہو کہ اس کی عورت کی زندگی گھوڑے کو مل جائے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا ایسا ہی ہوگا. تین ماہ کا عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کی بیوی مرگئی اور گھوڑے کو بیچ کر خوب نفع کمایا۔

۳. اس فقیر نے حضرت والد ماجد سے اجمالاً اور یاران طریقت سے تفصیل کے ساتھ سنا کہ جن دنوں اورنگ زیب حسن ابدال میں پٹھانوں کی بغاوت پر قابو پانے کے لئے متوجہ تھا تو پوری کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکا. بعض مخلصوں نے حضرت والد ماجد سے اس بارے میں دعا کے لئے عرض کیا جب آپ متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ ایک معمر بزرگ کی شکل بار بار سامنے آ کر دعا سے منع کر رہی ہے. بعد میں معلوم ہوا کہ بزرگ شیخ آدم بنوری کے خلفاء میں سے حاجی یار محمد نے پٹھانوں کی مدد پر کمر باندھ رکھی تھی.

۴. حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جب فرزند عزیز صلاح الدین بیمار ہوا اور ہم نے اس کی زندگی سے ہاتھ دھولئے تو میں نے کفن خریدنے اور قبر کھودنے کے لئے کہہ دیا. اچانک میرے دل میں جوش آیا اور ایک کونے میں جا بیٹھا. حد سے زیادہ گڑگڑا کر دعا مانگی. فرشتے نے آکر اس کی زندگی

Marfat.com

اور صحت کی بشارت دی اس دم وہ چھینکا اور اس کی زندگی لوٹ آئی۔

۵۔ حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ فرہاد بیگ کو ایک مشکل پیش آئی۔ اس نے نذر مانی کہ بار خدایا اگر میری مشکل حل ہو گئی تو اتنی رقم حضرت والد (شاہ عبدالرحیم) کی خدمت میں ہدیہ پیش کروں گا۔ وہ مشکل تو حل ہو گئی لیکن نذر کا دینا بھول گیا۔ کچھ دنوں بعد اس کا گھوڑا بیمار ہو کر مرنے کے قریب پہنچ گیا مجھے اس بات کی روحانی طور پر اطلاع ہوئی تو ایک نوکر کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ یہ بیماری نذر پوری نہ کرنے کے سبب سے ہے اگر گھوڑا بچانا ہے تو جو نذر مانی تھی وہ بھیج دو یہ سن کر وہ شرمندہ ہوا اور نذر بھجوادی۔ اسی لمحے اس کا گھوڑا تندرست ہو گیا۔

۶۔ حضرت والد ماجد سے اجمالاً اور ان کے بعض احباب سے تفصیلات سے سننے میں آیا ہے کہ سرہند کا ایک شخص فطرۃً منکر ولایت (وہابی) تھا۔ پہلے پہل ایک بزرگ سے بیعت کر کے اس سے فیضان حاصل کیا اور پھر دوسرے تیسرے حتیٰ کہ کافی مدت ادھر ادھر پھرتا رہا۔ اس کے دل میں شک و اضطراب کا اضافہ ہوتا رہا اور درویشوں کے ہاں آتا جاتا رہا اور انکار کرتا رہا۔ لہٰذا اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن میرے پاس آیا اور کہنے لگا کوئی شخص بھی صاحب تصرف نہیں ہے۔ یہ سن کر میں نے اس پر توجہ ڈالی تو وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کی حالت بے خبری میں میں نے دیکھا کہ گویا اسے سبز خلعت دی گئی ہے جب اسے افاقہ ہوا تو اس کا دیکھا ہوا واقعہ میں نے اسے بیان کیا۔ اس نے اعتراف تو کر لیا مگر چونکہ فطرۃً منکر ولایت (وہابی)

Marfat.com

تھا۔ اس لئے وہ کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکا۔

۷۔ فرمایا عبد الحفیظ تھانیسری جب اپنے وطن کو جانے لگا تو میرے پاس رخصت لینے آیا۔ نذرانہ کے طور پر ایک دستار اور نصف روپیہ پیش کرنا چاہا۔ باقی نصف روپیہ مخدومی محمد ابو الرضا کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو میں نے دل لگی کے طور پر کہا کہ اعظم آباد کے میدان میں تمہیں بہت خوفناک مشکل پیش آنے والی ہے تمہاری بہلی کا پہیہ نکل جائے گا وہاں اس کو ٹھیک کرنے کا کوئی انتظام نہ ہو گا۔ چوروں اور ڈاکوؤں کی مار دھاڑ یقینی ہو جائے گی تو ایسی صورت میں جو شخص تمہاری اور تمہارے قافلے کی حفاظت کرے گا اس کو تو پورا روپیہ ملنا چاہیئے۔ اس نے پورا روپیہ مجھے دے دیا اور رخصت ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب واپس لوٹا تو اس نے بتایا کہ اس خوفناک وادی میں جہاں ڈاکے عموماً پڑتے ہیں بہلی کا پہیہ" گاڑی سے الگ ہو گیا۔ لیکن دور تک چلتی رہی حتیٰ کہ ہم خطرے سے نکل گئے ہمیں کچھ تکلیف نہ ہوئی۔

سماعِ موتیٰ جب اولیاء اللہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو کیا وہ عام لوگوں کی طرح جزا و سزا کے چکر میں پھنس جاتے ہیں یا ان کی صورت حال مختلف ہوتی ہے؟ اس بارے میں بھی شاہ ولی اللہ کا عقیدہ دیکھ لیں۔ کفر و شرک کی لپیٹ میں تو نہیں ہے؟ فرماتے ہیں۔

" جب کوئی کامل اس دنیا سے گذر جاتا ہے تو عوام سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ دنیا سے نابود ہو گئے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اس کے برعکس موت کے بعد اس کامل کا یہ وجود عرض و جوہر کے مرکب سے نکل کر سراپا جوہر ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور اس طرح وہ اپنے کمال میں اور قوی تر ہوجاتا ہے۔ ملاءِ اعلیٰ کے اکابر میں ہر بڑے فرد کو اس امر کی توفیق نصیب ہوتی ہے کہ اپنے حجابات جو کہ اس پر پڑے ہوئے ہیں ہٹاکر نقطۂ تدلی تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد اس کامل کے نقطۂ تدلی سے ایک موج اٹھتی ہے جو اس کامل کے نفس کے اندر داخل ہوتی ہے اور اس سے یہ نفس معرفت الٰہی سے بھر جاتا ہے۔ پھر یہ موج اس تدلّی کی طرف لوٹتی ہے۔ چنانچہ اب یہ تدلی ایک اور تدلی کے ظہور کا سبب بنتی ہے۔ یہ دوسری تدلی ان انسانی نفوس سے جو اجسام میں محبوس (زندہ) ہیں زیادہ قریب ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے ایسے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں کہ انسانی نفوس پر اس زندگی میں معرفت الٰہی کا فیضان ہوتا ہے۔ الغرض جوں جوں زمانہ گذرتا ہے ملاءِ اعلیٰ کے انوار بڑھتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کے اسباب میں بھی اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان افراد کاملین میں سے بعض افراد تو درجہ کمال کے قریب ہوتے ہیں بعض ان سے نیچے اور بعض ان دو درجوں کے بیچ میں، ان انوار سے نفوس انسانی زمین سے آسمان تک جتنی بھی فضا ہے وہ پوری بھر جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے کے مقابلے میں بعد کے زمانے میں انسانی نفوس کی معرفت زیادہ تیز اور زیادہ واضح اور نمایاں ہوتی گئی۔ چنانچہ اسی نقطے کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے "جب قیامت کا زمانہ قریب آئے گا تو مومن جو بھی خواب دیکھے گا اس میں شاذ و نادر ہی غلطی ہوا کرے گی۔"

جب کامل اس دنیا سے وفات پاتا ہے نہ تو وہ خود نابود ہوتا ہے اور

Marfat.com

نہ اس کا یہ کمال جو اس کے نفس کا ظرف ہے اور طبیعت عرشی کی تدلی کا مرکز بنا تھا بلکہ ان میں سے ہر ایک چیز اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہے چنانچہ اسی طرح کے جو صاحب کمال نفوس ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے تقویت کا سبب بنتا ہے۔

ان نفوس کی نسبت "طبیعت النسانیہ" سے جو عالم مثال میں ایک شخص واحد کی طرح موجود ہے ایسے ہی ہے جیسے کہ انسان کی قوتوں اور اس کے ذہنی تصورات کی نسبت خود اس سے ہوتی ہے۔ غرضیکہ جس طرح منطقی استدلال میں مقدمات ذریعہ بنتے ہیں نتیجہ اخذ کرنے کا اس طرح نفوس پاکیزہ بھی واسطہ ہوتے ہیں۔ دوسرے نفوس کے لئے حصول پاکیزگی کا۔

شاہ ولی اللہ کے اس فلسفے کا جو ان کے مشاہدات سے بھی ہے عام اور سادہ پیرائے میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ فرمایا ایک بار حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میری گنہگار آنکھیں اور وجود اس قابل نہیں کہ اس مقدس بارگاہ میں حاضری دوں۔ اس خیال کے آتے ہی مزار مبارک سے متصل چبوترے پر رک گیا۔ اسی دوران آپ کی روحانیت جلوہ گر ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ آگے آؤ، میں دو تین قدم آگے بڑھا۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ آسمان سے چار فرشتے ایک تخت اٹھائے ہوئے آپ کی قبر مبارک کے قریب اترے۔ معلوم ہوا کہ اس تخت پر حضرت خواجہ نقشبند ہیں۔ قران السعدین ہوا۔ دونوں شیوخ نے خلوت میں راز و نیاز کی باتیں کیں۔

Marfat.com

اس کے بعد فرشتے تخت اٹھا کر لے گئے اور خواجہ قطب الدین میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ نزدیک آؤ۔ میں دو تین قدم اور آگے بڑھا۔ آپ بار بار نزدیک آنے کے متعلق فرمارہے تھے۔ میں آہستہ آہستہ قریب ہوتا گیا۔ پھر آپ نے پوچھا شعر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کلام حسنۃٌ حسن وقبیحۃ قبیحٌ۔ اس پر آپ نے فرمایا بارک اللہ پھر آپ نے دریافت فرمایا۔ خوبصورت آواز کے بارے تمہارا کیا نظریہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ پھر آپ نے فرمایا بارک لیکن جب یہ دونوں جمع ہو جائیں پھر؟ میں نے کہا۔ نورٌ علی نور یھد اللہ لنورہٖ من یشاء، آپ نے فرمایا بارک اللہ۔ پھر تم بھی کبھی کبھی ایک دو شعر سن لیا کرو۔ میں نے عرض کیا حضرت خواجہ نقشبند کی موجودگی میں آپ نے یہ باتیں کیوں نہ فرمائیں؟ خلاف ادب تھا یا خلاف مصلحت (دونوں میں سے آپ نے ایک فرمائی) حضرت والد ماجد نے فرمایا عرصے کی بات ہے صحیح الفاظ یاد نہیں۔

۲. فرمایا ایک دفعہ انہی (حضرت شیخ قطب الدین) کے مزار مبارک پر حاضر ہوا۔ آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور مجھے فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ اس وقت میری زوجہ عمر کے اس حصے کو پہنچ چکی تھیں جس میں اولاد کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید اس سے مراد بیٹے کا فرزند یعنی پوتا ہے۔ میرے اس وہم پر آپ فوراً مطلع ہوگئے اور فرمایا میرا مقصد یہ نہیں بلکہ یہ فرزند خود تمہاری صلب سے پیدا ہوگا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرے عقد کا خیال پیدا ہوا اور اس سے کاتب الحروف

Marfat.com

فقیر "ولی اللہ" پیدا ہوا۔ میری پیدائش کے وقت والد ماجد کے ذہن سے یہ واقعہ اتر گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے ولی اللہ نام رکھ دیا لیکن جب کچھ عرصہ بعد انہیں یہ واقعہ یاد آیا تو انہوں نے میرا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔

۲۔ والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں اورنگ زیب اکبر آباد میں تھا۔ میں مرزا زاہد ہروی محتسب لشکر سے کچھ سبق پڑھتا تھا۔ اسی تقریب کے بہلنے میں اپنے والد کے ہمراہ اکبر آباد آ گیا۔ سید عبد اللہ بھی سید عبد الرحمان کی رفاقت کے سبب وہاں موجود تھے وہاں وہ بیمار ہو گئے اور رحمت حق سے واصل ہو گئے انہوں نے وصیت کی کہ مجھے مسکینوں کے قبرستانوں میں دفن کرنا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ میں بھی ان دنوں شدید بیمار تھا۔ اور جنازے کے ساتھ شامل نہ ہو سکا۔ جب تندرست ہوا تو ایک ساتھی کے ہمراہ جو جنازے میں شریک تھا زیارت و برکت کے لئے ان کی قبر تلاش کرنے لگے۔ ان کی وصیت کا کمال تھا کہ میرے ساتھی باوجود قبر کو اچھی طرح جاننے کے تلاش نہ کر سکے۔ آخر اندازے سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا۔ میری پشت کی طرف سے سید صاحب نے آواز دی کہ فقیر کی قبر اس طرف ہے لیکن جو کچھ پڑھ رہے ہو اسے مکمل کر لو اور اس کا ثواب اسی قبر والے کو بخش دو یہ سن کر میں نے اپنے ساتھی سے کہا اچھی طرح غور کرلو۔ سید صاحب کی قبر یہی ہے یا میری پیٹھ پیچھے ہے۔ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا میں غلطی پر تھا حضرت کی قبر آپ کے پیچھے ہے۔ میں اسی سمت ہو کر بیٹھا اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ دل گرفتہ اور غمگین ہونے کے سبب اکثر مقامات پر قواعد قرأت

Marfat.com

کی رعایت نہ کر سکا. قبر میں سے آواز آئی کہ فلاں فلاں مقام پر تساہل سے کام لیا. قرأت کے معاملے میں احتیاط ضروری ہے.

۴. فرمایا اکبر آباد میں مرزا زاہد سے تعلیم کے دوران ایک دفعہ درس سے واپسی پر ایک لمبے کوچے سے گزر رہا تھا. اس وقت میں خوب ذوق میں سعدی شیرازی کے یہ اشعار گنگنا رہا تھا ۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است ... جز سرّ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق ... علمی کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

چوتھا مصرعہ ذہن سے اتر گیا. ہر چند ذہن پر زور دیا لیکن یاد نہ آیا. اس تار کے ٹوٹ جانے سے میرے دل میں سخت اضطراب اور بے ذوقی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اچانک ایک فقیر منش ملیح چہرہ دراز زلف، پیر مرد نمودار ہوا اور اس نے مجھے لقمہ دیا ۔

علمی کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

میں نے کہا جزاک اللہ خیرا لجزاء آپ نے مجھے کتنی پریشانی سے نجات دلائی ہے اور میں نے ان کی خدمت میں پان پیش کیا. انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا. یہ بھولا ہوا مصرعہ یاد دلانے کا معاوضہ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں یہ ہدیہ ہے اور شکریے کے طور پر پیش کر رہا ہوں اس پر انہوں نے فرمایا میں پان کھاتا نہیں میں نے عرض کیا کہ پان کھانے میں کوئی شرعی عذر ہے یا طریقت کی رکاوٹ. اگر کوئی ایسی بات ہے تو مجھے فرمائیے تاکہ میں بھی اس سے پرہیز کروں. انہوں نے فرمایا کہ ایسی کوئی بات نہیں البتہ میں پان کھایا نہیں کرتا.

Marfat.com

پھر فرمانے لگے مجھے جلدی جانا چاہیئے میں نے کہا میں بھی جلدی چلوں گا۔ انہوں نے فرمایا میں جلد تر جانا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے قدم اٹھایا اور گلی کے دوسرے سرے پر رکھا۔ میں سمجھ گیا کہ کسی اہل اللہ کی روح انسانی شکل میں جلوہ گر ہے۔ میں نے آواز دی کہ اپنے نام سے آگاہ فرماتے جائیے تاکہ فاتحہ تو پڑھ لیا کروں۔ فرمایا فقیر کو سعدی کہتے ہیں۔

۴۔ فرمایا ایک رات سیر کرتا ہوا ایک بہت ہی خوبصورت مقبرے میں پہنچا۔ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرا۔ اسی اثناء میں میرے دل میں خیال آیا کہ اس جگہ اس وقت میرے بغیر کوئی شخص ذکر میں مصروف نہیں۔ اس خیال کے آتے ہی ایک کبڑا معمر شخص ظاہر ہوا اور اس نے پنجابی زبان میں گنگنانا شروع کیا۔ اس کے گیت کا مفہوم یہ تھا" دوست کے دیدار کی آرزو مجھ پر غالب آگئی ہے"۔ میں اس نغمے سے متاثر ہو کر اس کی طرف بڑھا جیسے جیسے اس کے نزدیک ہو رہا تھا وہ مجھ سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا تمہارا خیال ہے کہ اس وقت یہاں تمہارے علاوہ اور کوئی ذکر کرنے والا نہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میرا یہ خیال زندوں کے بارے میں تھا۔ اس پر انہوں نے کہا۔ اس وقت تو تم نے مطلق تصور کیا تھا اور اب تخصیص کر رہے ہو۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔

۵۔ فرمایا ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدین کی درگاہ کے قریب سیر کر رہا تھا کہ مجھے ایک ایسی قبر نظر پڑی جو صاحب قبر کے ذکر کی وجہ سے زمین سے تحت الثریٰ تک اور فضا میں قبر سے عرش تک ہر چیز ذاکر ہے مجھے تعجب ہوا میں نے فضیلت پناہ شیخ محمد سے جو اس وقت میرے ہمراہ تھے کہا آپ بھی

Marfat.com

اس قبر پر مراقبہ کیجئے اور اس کا حال معلوم کریں۔ مراقبے کے بعد قریب
انہوں نے بھی وہی کیفیت بیان کی جو میں مشاہدہ کر چکا تھا۔ اس وقت وہاں ہمیں
ایک عمر رسیدہ دیہاتی ملا۔ میں نے اس قبر کے متعلق اس سے پوچھا اس نے مجھے
بتایا کہ یہ ایک بزرگ کی قبر ہے اور مزید بتایا کہ اس وقت میری عمر اسّی سال
ہے۔ میرے والد سو برس کے ہو کر فوت ہوئے۔ میرے دادا نے ایک سو بیس
سال کی عمر میں وفات پائی۔ میں نے اپنے والد سے سنا اور انہوں نے اپنے والد سے
یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس مزار پر ہر وقت لوگوں کا میلہ لگا رہتا تھا لوگ نذر و
نیاز لایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کی طرح زائرین دور دراز
علاقوں سے آکر یہاں قیام پذیر ہوتے تھے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ بزرگ
گمنامی میں چلے گئے اور لوگ ان سے غافل ہو گئے۔

۶۔ فرمایا کہ میرے والد شہید شہادت کے بعد کبھی کبھی ظاہری شکل و صورت
میں مجسم ہو کر میرے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور حال و استقبال کی خبریں سنایا
کرتے تھے۔ ایک دفعہ مخدومی برادر گرامی کی دختر کریمہ بیمار ہو گئی۔ اس کی بیماری
نے طول پکڑا۔ انہی ایام میں ایک دن تنہائی میں اپنے حجرے میں سو رہا تھا کہ اچانک
والد شہید تشریف لائے اور فرمانے لگے میں چاہتا ہوں کہ کریمہ کو ایک نظر دیکھ
لوں لیکن اس وقت گھر میں بہت سی دوسری مستورات آئی ہوئی ہیں ان کی
موجودگی میں وہاں جانا طبیعت پر گراں گزرتا ہے تم ان مستورات کو ایک طرف
کر دو تاکہ میں کریمہ کو دیکھ لوں۔

اس وقت ان مستورات کو وہاں سے اٹھانا خلاف مصلحت تھا اس لئے

Marfat.com

میں نے ان کے اور کریمہ کے درمیان پردہ لٹکا دیا انہیں کوئی دیکھ نہیں رہا تھا کریمہ نے انہیں پہچان لیا اور کہا عجیب بات ہے لوگ تو ان کو شہید کہتے ہیں حالانکہ یہ زندہ ہیں فرمانے لگے بیٹی اس بات کو چھوڑ دو۔ تم نے بیماری میں کافی تکلیف برداشت کی ہے انشاء اللہ کل صبح کی اذان کے وقت تمہیں مکمل نجات مل جائے گی۔ یہ بات فرما کر اٹھے اور دروازے کے راستے باہر نکلے۔ میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ فرمایا تم ٹھہرو اور پھر غائب ہو گئے۔ دوسرے روز فجر کی اذان کے وقت کریمہ کی روح پرواز کر گئی اور اس نے ہر قسم کی تکلیف سے نجات حاصل کر لی۔ (انفاس العارفین)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں شاہ ولی اللہ کا عقیدہ بھی وہابیت سے متصادم ہے۔ آپ کے اپنے مشاہدات جو فیوض الحرمین میں بیان فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

"میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو میں نے آپ کی روح اقدس کو ظاہر اور عیاں دیکھا عالم ارواح میں نہیں بلکہ عالم محسوسات سے قریب جو عالم مثال ہے۔ میں نے اس میں آپ کی روح کو دیکھا۔ چنانچہ اس وقت میں سمجھا کہ عوام مسلمانوں کا یہ جو کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور نمازوں میں امام بنتے ہیں اور اسی قبیل کی جو وہ اور باتیں کہتے ہیں وہ سب اسی نازک مسئلہ کے متعلق ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ عامۃ الناس کی زبانوں سے جو کچھ نکلتا

Marfat.com

ہے وہ دراصل نتیجہ ہوتا ہے اس عمل کا جو ان کی روحوں پر القاء ہوتا ہے۔
لیکن اس کے بعد ان کے علم کی دو صورتیں ہو جاتی ہیں یا تو وہ اس علم کی جو ان کی روحوں پر القاء کیا جاتا ہے اصل حقیقت کو پا لیتے ہیں یا وہ محض اس کی ظاہری شکل ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس ضمن میں لوگوں کا ایک بات پر متفق ہو جانا محض بے کار نہیں ہوتا نیز عوام میں جو باتیں زبان زد اور مشہور ہو جائیں ان کی تحقیر نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس سلسلے میں ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ جو کچھ عوام کی زبان پر ہو تم اس کی جو اصل حقیقت ہے اس تک پہنچنے کی کوشش کرو۔

میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مجھے اپنی وہ صورت مبارک دکھاتے ہیں جو آپ کی اس دنیا کی زندگی میں تھی اور آپ مجھے اپنی یہ صورت اس حالت میں دکھا رہے تھے جب کہ میری تمام توجہ آپ کی روحانیت کی طرف تھی نہ کہ آپ کی جسمانیت کی طرف اس سے میں یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی روح جسمانی شکل میں صورت پذیر ہو سکتی ہے چنانچہ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف آپ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے: بے شک انبیاء کو اوروں کی طرح موت نہیں آتی وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور انہیں وہاں زندگی نصیب ہوتی ہے الخ۔"

الغرض اس حالت میں میں نے آپ پر درود بھیجا تو آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا مجھ سے خوش ہوئے میرے سامنے ظہور فرمایا۔ آپ کا اس طرح لوگوں کے سامنے آنا اور آپ کی روح کا فضا میں جاری و ساری ہونا بے شک

Marfat.com

نتیجہ ہے آپ کی اس خصوصیت کا کہ آپ سب جہانوں کے لئے باعث رحمت بن کر مبعوث ہوئے تھے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر جو فیضان فرمایا تھا اس سے مجھے بھی مستفید فرمائیے میں خیر و برکت کی امید لے کر حضور میں آیا ہوں اور آپ کی ذات رحمۃ اللعالمین ہے میں نے اتنا عرض کیا تھا کہ آپ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح ملتفت ہوئے کہ میں یوں سمجھا گویا آپ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا اس کے بعد آپ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا آپ میرے سامنے رونما ہوئے اور مجھے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا۔ نیز خود اپنی ذات اقدس کی حقیقت مجھے بتائی اس ضمن میں آپ نے اجمالی طور پر مجھے بہت بڑی مدد دی۔ چنانچہ آپ نے مجھے بتایا کہ کس طرح اپنی ضرورتوں میں آپ کی ذات سے استمداد کروں۔ آپ نے مجھے اس حقیقت سے بھی آگاہ فرمایا کہ آپ کس طرح ان لوگوں کو جو آپ پر درود وسلام بھیجتے ہیں جواب دیتے ہیں اور جو لوگ آپ کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور آپ کی جناب میں عجز و نیاز مندی کرتے ہیں ان سے آپ کس طرح خوش ہوتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام اپنے جوہر روح، اپنی طبیعت، اپنی فطرت اور اپنی جبلت میں سرتاپا مظہر بن گئے ہیں اس عظیم الشان تدلّی کا جو کہ تمام بنی نوع انسان پر حاوی ہے اور یہی وہ تدلّی ہے جسے صوفیائے کرام نے حقیقت محمدی، نور محمدی کا نام دیا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی رحمت عامہ کو ایک واسطہ کی ضرورت تھی جس کے ذریعہ وہ

Marfat.com

تمام افراد انسانی کو مستفید کر سکتی۔ چنانچہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات اقدس یہ واسطہ بنی اور یہی وجہ ہے کہ آپ موت کے بعد ہمیشہ خلقت کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور سب کا خیال رکھتے ہیں اسی بنا پر آپ ہی کی ذات تمام انبیاء سے زیادہ اس امر کی مستحق تھی کہ وہ اس تدلیٔ الٰہی کا جو کہ تمام نوع بشر پر حاوی ہے اور جسے صوفیائے کرام نے حقیقت محمدی کا نام دیا ہے، مستقر بنتی ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اسی ایک حالت پر قائم ہیں لیکن جب خلقت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ ان سے اتنا زیادہ قریب ہو جاتے ہیں کہ اگر انسان اپنی پوری ہمت سے آپ کی طرف توجہ کرے تو آپ اس کی مصیبت میں مدد کرتے ہیں اور اس پر اپنی طرف سے خیر و برکت فرماتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہے یا آپ کی مدح و ثنا کرتا ہے تو آپ اس بات سے بہت مسرور ہوتے ہیں جس طرح مشائخ، صوفیا کے فیضِ صحبت کا اثر اہل مجلس پر ہوتا ہے اس طرح میں نے آپ کی ذات اقدس کو ظاہر و عیاں دیکھا اور آپ کو توجہ کرنے والوں پر فیضان فرماتے پایا۔ میں اس وقت آپ کے روبرو حاضر تھا اور جو کچھ تمہیں بتا رہا ہوں یہ میرے مشاہدات میں سے ایک مشاہدہ ہے۔

اسی مجلس میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے مجھے اپنی اجمالی مدد سے سرفراز فرمایا اور یہ اجمالی مدد عبارت تھی۔ مقام مجددیت اور قطبیت ارشاد سے یعنی آپ نے مجھے ان مناصب سے نوازا نیز مجھے خرقہ قبولیت عطا فرمایا اور

Marfat.com

امامت بخشی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں آپ کی طرف متوجہ ہوا اور اس وقت میرے اندر یہ شوق بھرا ہوا تھا کہ انسانی نفوس کے حالات و کوائف کے مطابق شرعی احکام اور وجود الٰہی کے مراتب کی اصل حقیقت منکشف ہو جائے میں اسی فکر میں تھا کہ میرا نفس ذات اقدس سے ملحق ہو گیا اور اسی کی وجہ سے میرے اندر ان علوم و معارف کی خوشی اور ٹھنڈک یکسر سما گئی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ میرے سامنے ملاء سافل کے رنگ میں ایک نور ظاہر ہوا اور میں نے دیکھا کہ یہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے چشمے کی طرح پوری قوت سے پھوٹ رہا ہے۔

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ قرآن کی ہر آیت اور ہر حدیث گویا ایک بحر مواج ہے اسرار و رموز کا اور اگر میں ان میں سے ایک کی بھی شرح لکھنے بیٹھوں تو جلدیں کی جلدیں لکھی جائیں اور پھر بھی اس کا حق ادا نہ ہو۔ نیز میں نے دیکھا کہ قرآن وسنت کے ارشادات میں بڑے بڑے اسرار پوشیدہ ہیں اور مجھے یہ معلوم کر کے بڑا تعجب ہوا۔ یعنی لوگ جب مدینہ میں داخل ہوتے ہیں اور مدینہ والوں کے بعض اعمال کو وہ اچھا نہیں سمجھتے اس بناء پر ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور اس نفرت اور کینہ کی موجودگی میں روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں اور یہ وقت ہوتا ہے دلوں کی طہارت کا تو اس کینہ کی وجہ سے ان کے اندر تلخی پیدا ہو جاتی ہے بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ان کے دل صاف اور طاہر ہوں الٹا ان میں

Marfat.com

کدورت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایسی باتوں سے بچو تاکہ فیضان نبوت سے فیض یاب ہو سکو۔

میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف اللہ تعالے کی ایک خاص نظر ہے اور گویا یہی وہ نظر ہے جو حاصل مقصود ہے آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ "اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو میں افلاک ہی پیدا نہ کرتا"۔ یہ معلوم کر کے میرے دل میں اس نظر کے لئے بڑا اشتیاق پیدا ہوا اور مجھے اس نظر سے محبت ہو گئی اور میں آپ کی ذات اقدس سے متصل ہو گیا آپ کا طفیلی بن گیا جیسے جوہر کا عرض طفیلی ہوتا ہے۔

اس سے پہلے میں مکہ معظمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقام ولادت پر حاضر ہوا تھا یہ دن آپ کی ولادت مبارک کا تھا۔ لوگ وہاں جمع تھے آپ پر درود و سلام بھیج رہے تھے اور آپ کی ولادت پر آپ کی بعثت سے پہلے جو معجزات اور خوارق ظاہر ہوئے تھے ان کا ذکر کر رہے تھے (میلاد) میں نے دیکھا کہ اس موقع پر یکبارگی انوار روشن ہوئے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ ان انوار کو میں نے جسم کی آنکھ سے دیکھا یا روح کی آنکھ سے مشاہدہ کیا۔ بہر حال اس معاملہ کو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ جسم کی آنکھ اور روح کی آنکھ کے بین بین کون سی حس تھی جس سے میں نے ان انوار کو دیکھا۔ پھر میں نے ان انوار پر مزید توجہ کی تو ان فرشتوں کا فیض و اثر نظر آیا جو اس قسم کے مقامات اور اس نوع کی مجالس پر مؤکل ہوتے ہیں الغرض اس مقام پر میں نے دیکھا فرشتوں کے انوار بھی انوار رحمت سے شیر و شکر ہو رہے ہیں (فیوض الحرمین)

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ کے مطالعہ سے جو عقاید و نظریات ہمارے سامنے آتے ہیں ان کا ماحصل یہ ہے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، خلقت کی طرف متوجہ ہیں اور سب کا خیال رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ہمت سے آپ کی طرف توجہ کرے تو آپ اس کی مصیبت میں مدد فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے خیر و برکت کا فیضان کرتے ہیں۔

۲۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے لئے قبلۂ حاجات ہے اور سعادت اس کے احترام میں ہے اور شقاوت اس سے روگردانی میں ہے۔ اگر آپ کو پیدا نہ کیا جاتا تو افلاک کو پیدا نہ کیا جاتا۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے آپ کو قرب خاص سے نوازا اور وہ طریقہ بتایا کہ کس طرح اپنی ضرورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے استمداد کریں۔

۴۔ آپ کو بتایا گیا کہ "صلاۃ وسلام" پڑھنے والوں سے اور عجز و انکساری کرنے والوں سے آپ کس قدر خوش ہوتے ہیں۔

۵۔ انبیاء کے علوم ہی سے اولیائے عظام علوم حاصل کرتے ہیں اور اولیائے عظام کے علوم بحر بے کنار ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے علوم کا بحر مواج ٹھاٹیں مارنے لگتا ہے جس کا احاطہ ناممکن ہے۔

۶۔ آپ میلاد کرتے تھے آپ کے بزرگ کرتے تھے اور اس کے کرنے کو دین و دنیا کی سعادتوں کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

Marfat.com

۷۔ مزارات اولیا خیر و برکت کا مرکز ہوتے وہاں انوار الٰہی کی بارشیں ہوتی ہیں اور یہ مرجع خلایق ہوتے ہیں۔

۸۔ اولیائے عظام کے عرس دینی و دنیاوی سعادتوں کا باعث ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب اپنے بزرگوں کے عرس باقاعدگی سے کرتے تھے اور اس ضمن میں فاتحہ و درود نہ صرف جائز بلکہ دونوں کے لئے، کرنے والے اور جس کے لئے کیا جاتا ہے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔

۹۔ اولیاءاللہ زندہ ہیں وہ مدد کرتے ہیں اور ان سے مدد لینا جائز ہے۔

۱۰۔ نذر و نیاز جائز ہے آپ کے بزرگ نذریں لیا کرتے تھے۔

Marfat.com

دیوبند کی تحریک

شاہ اسماعیل کی وہابی تحریک کو برصغیر میں دو طبقوں نے آگے بڑھایا. ایک اہل حدیث کے نام سے موسوم ہے جبکہ دوسری دیوبند کے نام سے مشہور ہے. یہاں اہل حدیث کی وہابیت سے تعارض نہیں کیا گیا چونکہ وہ کھل کر اپنے مسلک کا پرچار کرتے ہیں اور خود کو شاہ اسماعیل کا خلف الرشید اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنا امام مانتے ہیں. اس صورت میں یہ مسلک کوئی متنازعہ مسلک نہیں رہا. البتہ دیوبند تحریک ایک متنازعہ تحریک ہے اس کا تفصیلی جائزہ لینا ضروری ہے. اس کے اکابرین کبھی تو محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کے عقائد عمدہ تھے. وہ عامل بالحدیث تھے اور کبھی کہہ دیتے ہیں کہ وہ ظالم تھا، جاہل تھا، خونخوار تھا وغیرہ اور شاہ اسماعیل صاحب کے بارے میں بھی ان کی دوہری پالیسی ہے ۔ نجی محفلوں میں ان کے کارناموں سے ان کے نظریات و عقائد سے بہت خوش ہوتے ہیں لیکن عوامی حلقوں میں ان کا نام لینے سے شرماتے ہیں کہ جی ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کی اس متضاد اور متنازعہ صورت حال کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ اصل میں اس تحریک کے مقاصد کیا ہیں؟

عام طور پر وہابیت کی یہ قسم اہل سنت کے نام سے خود کو پیش کر کے سنیت کی پٹڑی پر وہابیت کی گاڑی چلانا چاہتے ہیں اور وہابیت کے بند پیکٹوں پر سنیت کا لیبل لگا، تھوک کے حساب سے گڑبڑ کر رہے ہیں. مختلف

Marfat.com

ناموں سے، مختلف روپ دھار کر، پہلو بدل کر، عوام کی سادہ دلی، خوش اعتقادی کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔

جس طرح شاہ اسماعیل کے پیروکاروں نے ان کے دادا کے نام سے وہابیت کو منسوب کر کے راہ ہموار کی تھی، اسی طرح یہ تحریک بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی بیعت کے پردے میں پیران طریقت کے بھیس میں وہابیت کو مشائخیت اور سنیت کے نام سے موسوم کر کے مقبول عام بنانے کا جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے اس کا نام دیوبند ہے اس کی بنیاد "ذوق قاسمیت" اور "مشرب رشیدیت" پر رکھی گئی ہے اور تمام صوفیانہ کشف وکرامات کو اس ذوق اور مشرب کے لئے جائز قرار دیا جبکہ دوسروں کے لئے انہی چیزوں کو مشرکانہ فعل قرار دے کر ایک عجیب ہیجانی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔

لہٰذا اس تحریک کا پس منظر، اس کا منشور، طریقہ کار اور عزائم کا جائزہ لیں گے۔ اس تحریک کے صرف انہی بزرگوں کا تذکرہ ہوگا جنہوں نے اس میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اس کی تعمیر و تخریب کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور آخر میں اسی تحریک کے اندر کی منتظم، خاموش اور "بے ضرر" تحریک کو دیکھیں گے کہ وہ کیا کردار ادا کرنا چاہتی ہے۔

دیوبند اتر پردیش میں ضلع سہارن پور کی ایک تحصیل ہے اور دہلی سے ۱۴۲ کلومیٹر شمال کی جانب واقع ہے۔ سلطنت مغلیہ کے زمانے میں بھی اس کی یہی حیثیت تھی۔ یہاں مسلم آبادی نصف سے قدرے زاید ہے۔ خاندان

Marfat.com

مغلیہ کی یادگار عمارتیں اب بھی موجود ہیں۔ گنگ و جمنہ کا یہ شاداب دوآبہ قدیم زمانے سے مقدس سمجھا جاتا رہا لیکن تیرھویں صدی ہجری کے آواخر میں قیام دارالعلوم سے اس کی عظمت اور تقدس میں مزید اضافہ ہوا۔

دارالعلوم کا افتتاح ۱۸۶۶ء / ۱۲۸۳ھ ۱۵ محرم بروز پنجشنبہ چھتہ کی مسجد کے صحن میں انار کے درخت کے نیچے عمل میں آیا۔ اس کے بانیوں میں سرفہرست حاجی عابد کا نام آتا ہے۔ آپ پر ایک مدرسہ قائم کرنے کی دھن سوار تھی۔ لہذا آپ نے مولانا مہتاب علی کے ساتھ مل کر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ فراہمیٔ چندہ میں آپ نے پہل اپنی ذات سے کی۔

مجلس شوریٰ میں جن ارکان کا انتخاب عمل میں آیا ان میں :۔

۱۔ حاجی عابد حسین ، ۲۔ مولانا مہتاب علی ۳۔ مولانا ذوالفقار علی۔ ۴۔ مولانا فضل الرحمٰن ۵۔ شیخ نہال احمد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بعد میں سرپرست مولانا قاسم نانوتوی کا انتخاب عمل میں آیا۔

ان دنوں مولانا قاسم صاحب میرٹھ کے ایک مطبع میں نوکری کر رہے تھے۔ حاجی عابد صاحب نے ایک خط لکھا کہ تین سو روپیہ ہو گیا ہے آپ تشریف لے آیئے۔ اس کے جواب میں مولانا نانوتوی نے لکھا کہ میں بہت خوش ہوا ہوں خدا بہتری کرے گا۔ مولوی ملا محمود کو بھیج رہا ہوں وہ پڑھائیں گے انہیں پندرہ روپے ماہوار دینا اور مدرسہ کے حق میں کوشش کرتا رہوں گا۔

اس طرح مدرسہ کے پہلے مدرس ملا محمود مقرر ہوئے اور سب سے پہلے شاگرد بھی "محمود" ہی تھے جو محمود الحسن کے نام سے مشہور ہیں اور بعد

Marfat.com

شیخ الہند کے لقب سے پہچانے گئے۔

فراہمی چندہ کے لئے ہر مذہب و ملت کے لوگوں سے استدعا کی گئی اور دارالعلوم کے آئین میں چندے کی پہلی دفعہ یہی ہے "چندے کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب و ملت" چنانچہ دارالعلوم کی روداد میں جابجا ہندوؤں اور دوسرے غیر مسلم چندہ دہندگان کے نام درج ہیں۔ ان میں سکھ عیسائی، انگریز بھی شامل ہیں اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

چندے کے علاوہ کتابوں کی فراہمی میں بھی غیر مسلموں بالخصوص ہندوؤں کا بڑا حصہ رہا۔ اس سلسلے میں نولکشور کے مالک منشی نولکشور صاحب کے نام کو دارالعلوم کی تاریخ میں نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ اسی طرح مسلمان بچوں کے ساتھ ساتھ ہندو بچے بھی نظر آتے ہیں۔ دارالعلوم میں ہندو بچوں کی تعلیم کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔

حکومت کی طرف سے بھی اس کی امداد مختلف ذرائع سے کی جاتی رہی۔ اس طرح اس کی کارکردگی پر بڑا اثر پڑا۔ دارالعلوم کی دیکھ بھال اور اس کی مشکلات میں ہاتھ بٹانا شامل تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک انگریز بہادر دارالعلوم کی کارکردگی دیکھنے کے لئے عوامی بھیس بدل کر مدرسہ میں آئے۔ دارالعلوم کے تمام شعبوں کا معائنہ کیا اور تمام کارکردگی پر اظہار اطمینان کرتے ہوئے دارالعلوم کی رپورٹ میں اپنے تاثرات لکھتے ہیں کہ "میں اٹھنے ہی والا تھا کہ ایک صاحب آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا آپ کی تعریف؟ بولے کہ میں مہتمم ہوں (مولانا رفیع الدین) اور تین بڑے رجسٹر میرے سامنے رکھ دئے اور بتلایا

Marfat.com

کہ یہ سال بھر کے آمد و صرف کا حساب ہے ملاحظہ کیجئے۔ میں نے دیکھا تو تاریخ وار نہایت صحت کے ساتھ حساب لکھا ہوا تھا۔ گوشواروں سے معلوم ہوا کہ گذشتہ سال کے آخر میں خرچ کے بعد کچھ رقم بچ گئی تھی۔ میری تحقیق کے نتائج یہ ہے کہ یہاں کے لوگ تعلیم یافتہ، نیک چلن اور نہایت سلیم الطبع ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آج سرولیم میور موجود نہیں ہیں ورنہ بکمال ذوق وشوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے (سوانح قاسمی)

دارالعلوم دیوبند صرف ایک دینی درس گاہ ہی نہیں بلکہ درحقیقت ایک تحریک ہے اس تحریک نے مسلمانوں کے عقائد اور اعمال میں ایک جدت پیدا کرکے ان کو صاف اور بے میل اسلام سے روشناس کرایا۔ شرک اور توہمات سے نجات دلائی اور حضرت شاہ ولی اللہ کے بعد سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی نے اسلامی روح کی حفاظت کی اور تحریک کو آگے بڑھانے کی کوشش فرمائی۔ حضرت نانوتوی نے اعتقادی اور معاشرتی اصلاح کی زبردست کوشش کی۔ (سوانح قاسمی)

نظریاتی حدود

دارالعلوم کی نظریاتی حدود کا تعین کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کی گئی کہ "دارالعلوم کا مسلک اہل سنت والجماعت حنفی مذہب اور اس کے مقدس بانیوں حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے مشرب کے موافق ہوگا اور مزید وضاحت مولانا محمد طیب صاحب نے اس طرح کی ہے کہ

علمی حیثیت سے یہ ولی اللہی جماعت مسلکاً اہل سنت والجماعت ہے جس

Marfat.com

کی بنیاد کتاب وسنت اور اجماع وقیاس پر قائم ہے اس کے نزدیک تمام مسائل میں اولین درجہ نقل وروایت اور آثار سلف کو حاصل ہے جس پر پورے دین کی عمارت کھڑی ہوئی ہے اس کے یہاں کتاب وسنت کی مرادات محض قوت مطالعہ سے نہیں بلکہ اقوال سلف اور ان کے متوارث مذاق کی حدود میں رہ کر اساتذہ اور شیوخ کی صحبت وملازمت اور تعلیم وتربیت ہی سے متعین ہو سکتی ہے اس کے ساتھ عقل ودرایت اور تفقہ فی الدین بھی اس کے نزدیک فہم کتاب وسنت کا ایک اہم جزو ہے۔ تطبیق حدیث اس کا خاص اصول ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ وہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی چھوڑنا اور ترک کر دینا نہیں چاہتا جب تک کہ وہ قابل احتجاج ہو اسی بناء پر اس جماعت کی نگاہ میں نصوص شرعیہ میں کہیں تضاد نہیں ہوتا بلکہ سارے کا سارا دین تعارض اور اختلاف سے مبراء رہ کر ایک ایسا گلدستہ دکھائی دیتا ہے جس میں ہر رنگ کے علمی وعملی پھول اپنے اپنے موقع پر کھلے ہوئے نظر آتے ہیں تزکیہ نفس اور اصلاح باطن بھی اس مسلک میں ضروری ہے۔ ۔ ۔ ۔

تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیناً مسلم، فرقۃً اہل سنت والجماعت، مذہباً حنفی مشرباً صوفی، کلاماً ماتریدی اشعری، سلوکی چشتی بلکہ جامع السلاسل فکراً ولی اللہی، اصولاً قاسمی، فروعاً رشیدی اور نسبتاً دیوبندی ہے:

(سوانح قاسمی)

انہی نکات کی تفصیلات میں کہا گیا کہ متعصب گروہ بندیوں اور ارباب زیغ کے اٹھائے ہوئے فتنوں کی مدافعت، مگر وقت کی زبان وبیان اور ماحول

Marfat.com

کی نفسیات کے شعور کے ساتھ وقت ہی کے مانوس وسائل کے ذریعہ جس سے اتمام حجت ہو، نیز مجاہدانہ روح کے ساتھ ان کے استیصال کی مساعی کہ اس کے بغیر ازالۂ منکرات اور معاندین کی دستبرد سے "شریعت" کا تحفظ ممکن نہیں اس میں رد شرک و بدعت رد الحاد و دہریت اصلاح رسوم جاہلیت اور حسب ضرورت تحریری یا تقریری مناظرے وغیرہ شامل ہیں۔"

ذوق قاسمیت اور مشرب رشیدیت ہ

پھر یہی پورا مسلک اپنی مجموعی شان سے جب دارالعلوم دیوبند کے مربیان اول اور نبض شناسان امت حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی کے روح و قلب سے گذر کر نمایاں ہوا تو اس سے وقت کے تقاضوں کو اپنے اندر سمیٹ کر ایک خاص ذوق اور خاص رنگ کی صورت اختیار کر لی جسے مشرب کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ مسلک دارالعلوم دیوبند کے اجزائے ترکیبی میں یہ چیز ایک اہم عنصر ہے جس پر دارالعلوم کی تعلیم و تربیت کا کارخانہ چل رہا ہے دارالرشید)

اس کارخانہ کے اجزائے ترکیبی اور اہم پرزہ جات کی تکنیکی تدوین بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حاجی عابد حسین

آپ کا تذکرہ نہ کرنا گویا داستان دیوبند کو نامکمل چھوڑنے کے مترادف ہوگا لہٰذا مناسب ہوگا آپ کا تذکرہ تبرکاً کر دیا جائے۔

حاجی صاحب اصل الاصول دارالعلوم تھے۔ باشندگان دیوبند اور اطراف

Marfat.com

جوانب کے لوگ آپ کا بہت احترام کرتے تھے، دلوں میں آپ کی عظمت و توقیر بہت زیادہ تھی۔ بیرونی طلباء کے نان و نفقہ کا انتظام آپ ہی سرانجام دیتے تھے اور چندہ کی وصولیابی بہت شوق سے کرتے تھے۔

آپ میاں جی کریم بخش صاحب رام پوری چشتی کے خلیفہ تھے۔ دیوبند کے مسلمان آپ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی نیازمندیوں کا مرکز آپ کی ذات تھی۔ آپ کی شہرت اور مقبولیت کا دارالعلوم کو بہت فائدہ ہوا۔

آپ کے تعویذ گنڈے وغیرہ کی بہت شہرت تھی۔ اہل دیوبند اور نواح دیوبند ہر قسم کے دکھ درد کے لئے آپ کے تعویز لے جاتے تھے بقول بعضے" دیوبند کے مسلمانوں میں شاید کوئی ایسا بچہ ہوگا جس کے گلے میں آپ کا تعویز نہ ہوگا اور کم تر ایسی عورتیں ہوں گی جن کے بازو پر آپ کا نقش نہ ہو۔

آپ کا (تعویزی) مطب بڑے بڑے (دوائی والے) طبیبوں سے زیادہ گرم رہتا تھا خصوصًا وبائی اور موسمی امراض میں غرباء علاج کم کراتے۔ آپ ہی کے تعویزوں سے فیض حاصل کرتے تھے۔ آپ کی ذات فیض آیات سے خلائق کو بہت طرح کا نفع اور فیض حاصل تھا۔ آپ کی فیض رسانیاں محدود نہ تھیں غیر مذہب والے بھی آپ کے تعویزوں کے معتقد تھے۔

روایت ہے کہ حاجی سید محمد عابد صاحب کے ساتھ عورتوں کی عقیدت کا یہ رنگ تھا کہ ایک بیوی صاحبہ جن کا دوپٹہ چوری ہو گیا تھا کہتی تھیں کہ کچھ پرواہ نہیں حاجی محمد عابد سے کہلا بھیجو دوپٹہ یہیں آجائے گا۔ چنانچہ حاجی صاحب کو کہلا بھیجا گیا۔ انہوں نے تعویز دے کر فرمایا کہ الگنی جس پر سے دوپٹہ چوری

Marfat.com

ہو گیا ہے تعویز باندھ دو دوپٹہ اس پر واپس آجائے گا۔ چنانچہ دوپٹہ وہیں واپس آگیا۔ (ارواح ثلاثہ)

ایک شخص کا مقدمہ سہارن پور کے ڈپٹی کے پاس تھا وہ شخص حضرت حاجی صاحب کے پاس آیا۔ عرض کی کہ مجھے تعویز چاہیے تاکہ مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں ہو جائے۔ اس کو تعویز دے دیا گیا اور ہدایت کی کہ اس کو پگڑی میں رکھ لینا جب یہ شخص عدالت میں پیش ہوا اور تعویز پگڑی میں رکھنا بھول گیا تھا ڈپٹی صاحب سے بولا ذرا ٹھہر جائیں۔ دیوبند والے حاجی کا تعویز بھول آیا لے آؤں، ڈپٹی صاحب اس بات پر ہنسے کیونکہ وہ عملیات کے معتقد نہ تھے۔ جب تعویز آگیا اور پگڑی میں رکھ لیا گیا تو ڈپٹی سے کہا اب پوچھ کیا پوچھنا ہے۔ اور دیکھ یہ رکھا ہے حضرت حاجی کا تعویز، ڈپٹی صاحب نے جان بوجھ کر یہ مقدمہ بگاڑ دیا لیکن جب فیصلہ پڑھنے بیٹھے تو اس شخص کے حق میں تھا پھر کیا تھا؟ خود ڈپٹی صاحب حضرت حاجی کی خدمت میں آئے اور معافی مانگی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ عمل کا اثر ہے کیونکہ جب عمل کا اثر معمول پر ہوتا ہے تو دماغ صحیح نہیں رہتا (ارواح ثلاثہ)

مولانا محمد قاسم نانوتوی

۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے والد کا نام اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش۔ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ایک آپ کی ہمشیرہ تھیں۔ دوسرے چھوٹے بھائی بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ پورے گھر میں آپ اور آپ کی ہمشیرہ تھیں۔ قرآن پاک

Marfat.com

نانوتہ میں ہی پڑھا۔ اس کے بعد دیوبند میں مولانا مہتاب علی کے مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں سہارن پور اپنے نانا کے یہاں چلے گئے وہاں مولانا محمد نواز صاحب سے پڑھتے رہے۔ نانا کی وفات کے بعد نانوتہ واپس آگئے اور ۱۲۵۹ھ میں مولانا مملوک علی کے ہمراہ دہلی پہنچ گئے اور انہی کے درس میں تکمیل تعلیم ہوئی۔

تحصیل علم کے بعد مولانا نانوتوی ذریعہ معاش کے لئے مولانا احمد علی سہارن پوری کے مطبع احمدی دہلی میں تصحیح کتب کا کام کرتے تھے۔ یہ نوکری چھوڑدی تھی لیکن اس پیشہ سے ہمیشہ منسلک رہے۔ شعروشاعری کا شوق بھی فرماتے تھے۔ کتابت اور جز بندی بھی کر لیا کرتے تھے جو اپنے پیر حاجی امداداللہ سے سیکھی تھی۔ حاجی صاحب سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت حاجی صاحب کا کوئی فتویٰ کی وجہ سے معتقد ہے کوئی کرامت کی وجہ سے میں حضرت کے علم کی وجہ سے معتقد ہوں۔"

آپ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے اور مظاہرالعلوم سہارن پور کا سنگ بنیاد آپ نے رکھا تھا۔ آپ کی متعدد کتابیں ہیں جن میں تقریر دلپذیر آب حیات اور تحذیر الناس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آب حیات میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزین ہیں۔"

Marfat.com

آپ کی ایک کتاب ہدایت الشیعہ ہے اسی کا تتمہ آب حیات ہے۔ حج کے موقع پر یہ کتاب حضرت حاجی کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے مشورہ دیا کہ اس تتمہ کو الگ کتاب کی صورت میں پیش کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

موت کے بعد بزرگوں سے جو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک شخص نے سوال کیا حضرت! یہ جو کہا جاتا ہے کہ کسی کی نیکی کسی کے کام نہ آئے گی نہ کسی کی بدی، تو یہ لوگ جو بزرگوں کے پاس دفن ہونے کی خواہش کرتے ہیں اس کا کیا فائدہ! آپ نے فرمایا یہ بتاؤ تم اس وقت پنکھا کس کو جھل رہے ہو اس نے کہا کہ آپ کو۔ فرمایا ہوا تو دوسروں کو بھی لگ رہی ہے کہاں یہ تو صحیح ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہی تمہارے سوال کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں تو مقصود وہی بزرگ ہوتے ہیں مگر حسب قرب و بعد آس پاس والوں کو بھی پہنچتی ہیں کسی مولوی کی تشفی ہو یا نہ ہو لیکن وہ آدمی سوال کرنے والا مطمئن ہوگیا تھا۔

منظور نعمانی صاحب کے حوالہ سے ایک روایت ہے کہ سنبھل سے مراد آباد جاتے ہوئے راستہ میں ایک جھاڑی کے اندر اینٹوں کا ڈھیر سا نظر آتا ہے ایک دفعہ مولانا نانوتوی بیل گاڑی پر سوار ہو کر گزر رہے تھے جوں ہی اس جھاڑی کے قریب گاڑی پہنچی تو گاڑی کو رکوا لیا اور اتر کر اینٹوں کے اس ڈھیر کے قریب پہنچے اور مراقب ہوگئے۔ مراقبہ سے فارغ ہو کر گاڑی کی طرف آرہے تھے اور زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری تھے "اللہ اکبر بہت ہی

Marfat.com

جلالی آدمی ہیں" اس قسم کے بہت سارے واقعات آپ سے اظہار میں آئے جن سے آپ کا عقیدہ سماع قوی کے بارے میں واضح ہوتا ہے۔ ظاہر ہے آپ اپنے مشاہدات سے انکار کیسے کر سکتے تھے؟ (جمال قاسمی)

آپ کی ایک کتاب جس کا نام "تحذیر الناس" ہے نہایت ہی متنازعہ عبارات پر مشتمل ہے۔ علمائے اہل سنت نے اس پر سخت گرفت کی۔ دونوں حلقوں سے جواب در جواب لکھے گئے لیکن ہنوز بات وہیں ہے جہاں سے چلی تھی۔ اس کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیے۔

سائل نے اثر ابن عباس کے بارے میں استفسار کیا تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ "اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں "ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین" فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط اس معنی کہ خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اس آیت کے معنی زمانے کے لحاظ سے آخری مانا جائے تو یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نہیں ہو سکے گی۔

چونکہ "خاتم" بمعنی آخری نبی نہیں ہو سکتا "خاتم" کے معنی آخری نبی اگر مان لیا جائے تو اس میں تین خرابیاں واقع ہوں گی۔

Marfat.com

۱. ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہم ہوگا کہ خدا زیادہ باتیں کرتا ہے۔ (زیادہ گوئی) کیونکہ جب خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مان لیا تو یہ آیت مدح ہوگی اور لفظ خاتم اوصاف نبوت سے نہ رہے گا بلکہ شکل وصورت کی طرح ایسا وصف ہوگا جس کو نبوت اور اس کے فضائل سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔

۲. یہ ہوگا کہ اس سے رسول اللہ کی جانب آپ کی شان میں نقص واقع ہوگا کیونکہ اگر خاتم النبیین کے معنی آخری مان لیا جائے تو اس میں نہ تو کوئی کمال ہوگا اور نہ ہی آپ کی شان میں اضافہ ہوگا اور ایسی تعریفیں ایسے ویسے لوگوں کے لئے کی جاتی ہیں۔

۳. تیسرا یہ کہ آیت کے معنی اس دین کا آخری ہونا مان لیا جائے تو اس آیت کے دونوں جملوں "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ــــ اور ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین میں بے ترتیبی واقع ہو جائے گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں خیال بھی نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا زمانے کے اعتبار سے آپ کا آخری نبی ہونا درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ خاتم کے معنی بالذات (بلاواسطہ) نبی کے ہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض (بالواسطہ) نبی ہیں۔ نتیجہ یہ اخذ کیا گیا کہ آپ کے زمانے یا آپ کے زمانے کے بعد بھی نبی پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ عام طور پر خاتم النبیین کے معنی نبوت کو ختم کرنے والے معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ عوام کا خیال ہے۔

اس عبارت پر مولوی محمد شاہ اور مولوی قاسم نانوتوی کے درمیان مناظرہ

Marfat.com

بھی ہوا اور اس کے رد میں اس زمانے میں بہت ساری کتابیں لکھی گئیں۔ اس عبارت کے رد میں اور اس کے جواز میں بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ کہا گیا لیکن لاحاصل، جنہوں نے حاصل کرنا تھا کر لیا۔

اسی عبارت کا سہارا لے کر مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آج تک وہ اپنی نبوت کے جواز میں یہی عبارت پیش کرتے ہیں لیکن دیوبند حلقوں سے ادعائے نبوت کے خلاف زیادہ جوش دکھایا جاتا ہے اور اس خفت کو مٹانے کے لئے بہت کچھ کہا جاتا ہے لیکن جہاں سے یہ ساری خرابی پیدا ہوئی وہ بات وہیں کی وہیں چلی آرہی ہے۔" اس کا مطلب یہ نہیں بلکہ یہ ہے" دیوبند کے تمام متنازعہ عبارات عموماً اسی ذیل میں آتی ہیں۔

تقسیم ہند سے پہلے قادیانیت کے خلاف ایک عدالت میں" غیر قانونی نبوت" کے خلاف مقدمہ پیش ہوا تو قادیانیوں نے اپنی نبوت کے جواز میں اسی عبارت کو پیش کر کے ثابت کیا کہ مرزا غلام احمد صاحب نبی برحق ہے۔ اس کے بعد مرزائیت کے خلاف پاکستان کی قومی اسمبلی میں جب ریفرنس پیش کیا گیا اور انہیں متفقہ طور پہ اقلیت قرار دیا گیا تو مرزا البشیر احمد نے اپنے طویل مکتوب میں اسی عبارت کے حوالے سے اپنی نبوت کا جواز پیش کیا اور اپنی موروثی نبوت کو جائز اور برحق ثابت کر کے خود کو راسخ العقیدہ مسلمان بتایا۔

مولانا قاسم نانوتوی کی صراحت کے مطابق قادیانی بھی خاتم النبیین کے معانی وہی مراد لیتے ہیں کہ" زمانے کے اعتبار سے آپ کو آخری نبی ماننا عوام

Marfat.com

کا خیال ہے"۔ اسی طرح مرزائیت نے جو مؤقف اختیار کیا وہ نانوتوی صاحب کا اختیار کردہ مؤقف ہی تھا۔ ایک قادیانی مصنف نہایت صاف گوئی سے لکھتا ہے۔

" جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے معنوں اور تشریح میں اسی مسلک پر قائم ہے جو ہم نے سطور بالا میں جناب قاسم صاحب نانوتوی کے حوالہ جات سے ذکر کیا ہے۔"

قادیانیوں نے اپنے مسلک کی وضاحت میں لکھا ہے کہ" بعض لوگوں کا خیال ہے کہ احمدی ختم نبوت کے قائل نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ محض دھوکہ اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جب احمدی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ شہادت پر یقین رکھتے ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانیں؟ قرآن کریم میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن الرسول وخاتم النبیین"

" محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی جوان مرد کے باپ نہ ہیں اور نہ آئندہ ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

قرآن کریم پر ایمان رکھنے والا آدمی اس آیت کا انکار کس طرح کر سکتا ہے۔ پس احمدیوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں تھے بلکہ جو کچھ احمدی کہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہیں نہ تو قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت پر چسپاں ہوتے ہیں اور نہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

عزت اور شان اس طرح ظاہر ہوتی ہے جس عزت اور شان کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے" (پیغام احمدیت)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی بھی اس آیت کے معنی وہی مراد لیتے ہیں جو نانوتوی صاحب نے لئے ہیں ختم نبوت سے انکار نہیں بلکہ شان نبوت میں اضافہ کرنے کی خاطر انہوں نے عوامی معانی سے انحراف کر کے خاص معنی مراد لئے ہیں اور اس خیال کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:۔

"تمام مسلمان فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ قرآن مجید کی نص" ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین" میں آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا نیز اس امر پر بھی تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتم النبیین کا لفظ، بطور مدح و فضیلت ذکر ہوا ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ لفظ خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں؟ یقیناً اس کے معنی ایسے ہی ہونے چاہیئے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور مدح ثابت ہو۔ اس بناء پر حضرت مولوی قاسم نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے عوام کے معنوں کو نادرست قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں "آخری نبی" ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم اور تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ (رسالہ خاتم النبیین کے بہترین معنی) قادیان مرزائیت اس بات

Marfat.com

پر زور دیتی ہے کہ ان کے عقاید بالکل اسی طرح ہیں جس طرح صحیح مسلمان کے ہونے چاہئیں اگر نبوت کے مسئلہ میں کوئی اختلاف ہے تو اس اختلاف میں وہ تنہا نہیں ہیں ان کا نقطہ محور نانوتوی صاحب کی عبارت ہی رہتی ہے اور اس عبارت کا حوالہ دینا کبھی نہیں بھولتے چنانچہ وہ اپنے ایمان و اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں کہ :-

" ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب اجنت حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان لائیں لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن سے ثابت ہے ان پر ایمان لائیں اور صوم و صلوٰۃ زکوٰۃ حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کا اعتقادی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے : (ایام الصلح)

Marfat.com

ذوق قاسمیت کا ایک اور بھی قاعدۂ کلیہ، آپ نے وضع فرمایا تھا جو دیوبند کی فکری تاریخ میں پوری طرح سرایت کر گیا تھا۔

"تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب فرماتے ہیں انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات امتی مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"

نانوتوی صاحب کے اس انداز فکر سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ آپ کی فکر کے پس پردہ کوئی خیال کارفرما ہے جو کبھی امکانی نبی کے لئے راستہ ہموار کرتے ہیں اور کبھی اعمال کے بل بوتے پر نبی پر فوقیت اور برتری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہی "ذوق قاسمیت" ہے جو دیوبند کی چہار دیواری سے کوئی ایسا نابغۂ روزگار پیدا کرنا چاہتے تھے جو احمدیت و قادیانیت کے مماثل ہوتا۔ اس ذوق نے عجیب عجیب گل کھلائے ہیں اس حلقہ کی عبارات اپنے پیشواؤں اور اپنے "ہم مکتب" افراد کو کبھی اعلیٰ علیین پر پہنچا دیتے ہیں اور کبھی اسفل سافلین میں دھکیل دیتے ہیں۔

انہی نوادرات میں ایک نمونہ خود حضرت نانوتوی کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے جو حضرات دیوبند کی لاعلمی اور غیر ذمہ داری کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

ایک شعر ہے ؎

جو چھو بھی دیوے سگِ کوچہ ترا اس کی نعش
تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

سائل نے مفتیان دیوبند سے پوچھا کہ اس شعر کے بارے میں شرعی حکم

Marfat.com

کیا ہے ؟

ان کا خیال تھا کہ یہ شعر کسی میلاد پڑھنے والے کا ہو سکتا ہے لہٰذا نہایت بے دردی کے ساتھ فتاویٰ صادر کرنے شروع کر دئے .

۱. یہ شعر پڑھنا حرام اور کفر ہے اگر یہ سمجھ کر پڑھے (کہ اس مفہوم کا اعتقاد بھی رکھتا ہو) تو اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے یہ (شعر کہنے والا اور پڑھنے والا) شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو تا بہ مقدور اس حرکت سے روکنا شرعًا لازم ہے . (احمد حسن سنبھل)

۲. اس شعر کا مفہوم کفر ہے لکھنے والا (شاعر) اور عقیدت سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے . ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں .

(ظہور الدین سنبھل)

۳. کسی بے ہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے . بے وقوف اور بے ہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں اگر اس کا یہ عقیدہ ہے تو کفر ہے دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط چاہیئے .

(سعید احمد سنبھل)

۴. اس شعر کا نعت میں پڑھنا اور لکھنا دونوں کفر ہے .

(وارث علی عفی عنہ سنبھل)

۵. تینوں حضرات دام ظلہم کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں .

(محمد ابراہیم عفی عنہ سنبھل)

۶. شعر مذکورہ اگرچہ نعت میں ہے لیکن شریعت سے باہر ہے ایسا شعر نہ

Marfat.com

تو کہنے والے کو جائز ہے اور نہ پڑھنے والے کو پڑھنا جائز ہے۔ یہ غلو اور قبیح ہے۔ (محمد کفایت اللہ۔ دہلی)

۷۔ مذکورہ شعر اگرچہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ غلو ہے جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کافر اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ شعر کا پہلا مصرعہ مشروط ہے (جو) معنی میں اگر کے ہے اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے مشروط کا وجود محال ہے اس لئے دوسرا مصرعہ جو بطور جزا کے ہے اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے مگر شعر نعت رسولؐ سے بہت گرا ہوا ہے اور رکیک ہے ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے۔ ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی ہے بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہوجاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کے مطابق ابلیس جنت میں نہیں جائے گا مگر اس شعر کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ اس میں محال کو فرض کر رکھا ہے جب تک توجیہہ ان کے کلام کو ہوسکتی ہے اس وقت تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہیئے۔ واللہ اعلم

کتبہ سید مہدی حسن صدر دارالعلوم دیوبند

۸۔ شاعر کا مقصد بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے اور وہ فرط عقیدت میں سگ کوچۂ نبی کو بھی ابلیس سے بھی برتر ثابت کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد ابلیس کو جنتی کہنا نہیں ہے جو ان نصوص کا انکار بھی نہیں اور نہ ابلیس کے جنتی ہونے کا دعویٰ ہے اس لئے شاعر کو کافر نہ کہا جائے گا البتہ اس شعر سے

Marfat.com

چونکہ اس قسم کا ابہام ہو سکتا ہے جیسا کہ دوسرا فریق کہتا ہے اور ابہام کفر سے بچنا واجب ہے اس لئے شعر کو ہرگز نہ پڑھا جائے اور توبہ کی جائے مگر دوسرے لوگوں کو بھی اس کے کافر کہنے میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ التزام کفر اور لزوم کفر میں فرق ہے اور جب کسی قول میں احتمال ادنیٰ کفر بھی ہو سکتا ہے اگرچہ بتاویل ہو، قائل کو کافر نہ کہا جائے گا۔ واللہ واعلم۔

سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر العلوم۔

لیکن جب اس شعر کے متعلق علم ہوا کہ یہ تو حضرت قاسم نانوتوی مدظلہ کا ہے تو اس سے مفتیان دیوبند کے قلم کاروں کی کیفیت کا اندازہ آپ خود لگالیں۔ اس میں ان کا کیا قصور ہے خود بانی دیوبند نے غلط رو میں بہہ کر غلط تحریروں کی بنیاد رکھی ہے یہ ان کا اپنا ذوق ہے جس کو "ذوق قاسمیت" سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا اس کی طویل فہرست ہے ایک مثال اور ملاحظہ فرمائیے۔

ایک عبارت کے متعلق غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ یہ مولانا مودودی کی ہے۔ اصل میں یہ عبارت حضرت نانوتوی کی تھی۔ اس پر فتاویٰ صادر کیے گئے کہ "ایسے عقیدے رکھنے والا کافر ہے جب تک تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرلے اس سے قطع تعلق کریں۔" اس قصہ کی پوری روئیداد تجلی دیوبند اپریل ۵۱ء کے شمارہ میں شائع ہو چکی ہے۔

اپنی عبارات کا ازالہ تو مفتیان دیوبند نے کر لیا ہوگا۔ اس میں انہیں خاصی دسترس ہے۔ چونکہ یہ ایک بار دو بار کا قصہ نہیں۔ تو اس بار بار کی حماقتوں کا ازالہ کرنے میں انہیں دشواری کم پیش آئی ہوگی لیکن اس غلطی کا ازالہ کیسے ہوگا جو خود

Marfat.com

بانیٔ دیوبند نے کی ہے اور جس کے نتیجے میں قادیانیت نے جنم لیا ہے ؟ تو کیا اس غلط جنم کے ذمہ دار صرف قادیانی ہیں ؟

مولانا رشید احمد گنگوہی

سنہ ۱۲۴۴ھ میں گنگوہ میں پیدا ہوئے. آپ کے والد کا اسم گرامی ہدایت احمد اور دادا کا نام قاضی پیر بخش تھا. آپ کے نانا فرید بخش تھے. جناب مولوی ہدایت احمد پرہیزگار آدمی تھے. عملیات اور تعویزات گنڈوں سے نہایت مناسبت رکھتے تھے. حُب بغض اور تسخیر وغیرہ کے اعمال پر کافی دسترس تھی. ۳۵ سال کی عمر میں وفات پائی. اس وقت ننھے رشید احمد کی عمر سات برس تھی. آپ کی پرورش آپ کے دادا قاضی پیر بخش نے کی.

عربی کی ابتدائی تعلیم جناب مولوی محمد بخش صاحب رامپوری سے حاصل کی. دلائل الخیرات کی اجازت بھی اپنے استاد محمد بخش سے حاصل کی تھی. اپنے استاد کے مشورہ سے مزید تعلیم کے لئے سنہ ۱۲۶۱ھ میں دہلی چلے گئے جبکہ آپ کی عمر سترہ برس تھی. دہلی میں قاضی احمد الدین صاحب پنجابی جہلمی سے سبق پڑھنا شروع کیا.

ان دنوں شاہ عبد العزیز کے نواسے مولانا محمد یعقوب اور مولوی محمد اسحاق صاحب دونوں حضرات سنہ ۱۲۵۸ھ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے. اب دہلی کی خانقاہ میں شاہ عبد الغنی اور شاہ احمد سعید صاحب کے علاوہ مولانا مملوک علی رہ گئے تھے. آپ اجمیری دروازہ عربک ہائی اسکول میں اول مدرس تھے اور ایک سال کی رخصت لے کر حجاز مقدس روانہ ہو گئے تھے. واپسی پر اپنے وطن

Marfat.com

نانوتہ چلے گئے اور وہاں سے دہلی آتے ہوئے مولانا قاسم نانوتوی کو ہمراہ لے آئے تھے اس طرح یہ دونوں ساجن ایک جگہ اکٹھے ہو گئے، گنگوہی صاحب نے علم الکلام کی کچھ کتابیں مفتی صدرالدین سے بھی پڑھی تھیں اور اکیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر حاجی امداد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی، سلوک کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کیں۔ چالیس روز میں خلافت حاصل کر کے گنگوہ واپس آکر بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع کر دیا اور خانقاہ گنگوہ میں زاویہ نشین ہو گئے۔

غدر کا زمانہ تھا پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری تھا۔ ذرا سے شک میں شریف لوگوں کو دھر لیا جاتا، جان چھڑانا مشکل ہو جاتا تھا۔ آپ بھی ایک دفعہ سرکار کے ہتھے چڑھ گئے۔ یہ ۱۸۵۹ء کا قصہ ہے۔ آپ پر تہمت لگائی گئی کہ آپ سرکار سے باغی ہو گئے ہیں اور فسادیوں سے جا ملے ہیں، لیکن آپ نے نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ثابت کر دیا کہ آپ سرکار کے فرمانبردار ہیں اور جن جھوٹوں نے آپ پر الزام تراشی کی تھی انہیں شرمندہ کیا، ان کی اس حرکت سے آپ کا بال بھی بیکا نہ ہوا بلکہ آپ نے علی الاعلان کہہ دیا تھا کہ اگر سرکار کے لئے مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

جان بچانے کے لئے آپ نے کبھی تقیہ نہیں کیا، جو بات کہی سچ کہی اور جس بات کا جواب دیا حقیقت حال کے موافق دیا۔ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ رشید احمد تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا اور فساد کیا؟ آپ نے نہایت صاف گوئی سے فرمایا

Marfat.com

کہ ہمارا کام فساد کرنا نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی ہیں اور جب آپ سے پوچھا گیا کہ تم نے سرکار کے خلاف ہتھیار اٹھائے؟ تو آپ نے اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔ (تذکرہ رشیدیہ)

غیروں سے نفرت کرنا اپنوں سے محبت کرنا، اس اصول کے زبردست پابند تھے اسی وجہ سے بدعتیوں سے آپ سخت نفرت کرتے تھے ان کے ساتھ کسی رو رعایت کے قائل نہ تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب حال درویش مولانا نانوتوی کے یہاں مہمان آیا۔ آپ نے اس کی بہت خاطر مدارت کی۔ اس کی خبر مولانا گنگوہی کو ہوئی۔ آپ بہت برہم ہوئے۔ جب آپ کو یاد دلایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر مہمانوں کی بھی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے یہ تو مسلمان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کافر کے احترام میں اور عزت میں کسی فساد کا خطرہ نہیں اور بدعتی کے احترام میں خطرہ ہے (مشرب رشیدیت) ارواح ثلاثہ)

اور محبت کی مثال یہ ہے کہ آپ مولانا نانوتوی سے بہت محبّت کرتے تھے ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی کے مرید اور شاگرد جمع تھے۔ یہ دونوں حضرات بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت بھرے لہجے میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما گئے مگر حضرت نے دوبارہ فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا (اسی طرح) جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا (نانوتوی) ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا

Marfat.com

کہیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو"

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ یہ مقام فنا ہے، جب اس مقام پر عاشق پہنچتا ہے تو لوگوں کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا (ارواح ثلاثہ)

یہ محبت مرنے کے بعد بھی جاری رہی اس میں ذرا فرق نہ آیا۔ مولانا گنگوہی فرماتے ہیں۔ میں نے ایک بار خواب میں دیکھا تھا کہ مولانا محمد قاسم دولہن کی صورت میں ہیں اور میرا نکاح ان سے ہوا ہے جس طرح زن وشوہر کو ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اس طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے اس خواب کی توجیح کرتے ہوئے حکیم محمد صادق کاندھلوی نے کہا الرجال قوامون علی النساء یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں، آپ نے یعنی گنگوہی صاحب نے فرمایا۔ آخر ان کے بچوں کی کفالت کرتا ہوں (تذکرہ رشیدیہ)

آپ پر وجد و حالت کی کیفیت جب طاری ہوتی تھی تو ایسی ایسی رازدارانہ باتیں کہہ دیتے تھے جنہیں سن کر حیرت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ زیر بحث تھا فرمایا کہہ دوں، عرض کیا گیا فرمایئے تو فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا پھر اور جوش آیا۔ فرمایا کہہ دوں۔ عرض کیا گیا حضرت ضرور فرمایئے۔ فرمایا کہ اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات آپ سے پوچھے بغیر نہیں کی یہ کہہ کر اور جوش آیا۔ فرمایا کہہ دوں۔ عرض کیا گیا فرمایئے مگر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ بس رہنے دیجئے، اگلے دن بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ بھائی پھر

Marfat.com

احسان کا مرتبہ رہا (ارواح ثلاثہ)

مولوی صادق الیقین حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جانے لگے تو مولانا گنگوہی نے وصیت فرمائی کہ میاں جیسے جا رہے ویسے ہی واپس آنا اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہ کر لینا چونکہ حضرت حاجی صاحب کے افعال میرے افعال کے بالکل خلاف ہیں۔ مولوی صادق الیقین کہتے تھے کہ حضرت حاجی کے یہاں اور مولانا گنگوہی کے یہاں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کوئی تطبیق ہو ہی نہیں سکتی۔ میں نے عرض کیا کہ ایک امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو حرام بتاتے ہیں اور دوسرے اس کو فرض کہتے ہیں۔ اس میں کوئی تطبیق نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود ہم دونوں کو حق پر مانتے ہیں (ارواح ثلاثہ)

خود مولانا رشید احمد جب حج کی غرض سے مکہ معظمہ گئے تو ایک روز حضرت حاجی محفل میلاد میں شرکت کی غرض سے جا رہے تھے اور مولانا رشید احمد گنگوہی کو بھی دعوت دی۔ آپ نے کہا جناب ہم ہند میں لوگوں کو منع کرتے ہیں یہاں خود کیسے شریک ہوں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا محفل میلاد روایات صحیحہ کے ساتھ پڑھی جاوے تو کیا حکم ہے جواب صادر فرمایا ناجائز ہے۔

مولود شریف کے بارے میں حضرت حاجی فرماتے ہیں کہ "اس میں تو کلام ہی نہیں کہ ذکر ولادت شریف فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم موجب خیر و برکات دنیوی و آخروی ہے رہا اعتقاد کہ مجلس مولود میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں؟ اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ

Marfat.com

امر عقلاً نقلاً ممکن ہے. مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف پاتا ہوں "

لیکن مرید گنگوہی فرماتے ہیں بہر صورت ناجائز ہے انہیں اس میں شرک کی بو آتی ہے ان کے نزدیک مسلمانوں میں مروجہ رسمیں، حرام اور بدعت ہیں.

دراصل حضرت گنگوہی کا وہابی ذوق اور مشرب مسلمانوں کی مشرکانہ رسوم سے بیزار تھا. اس بیزاری کا ثبوت آپ کے فتاویٰ میں جگہ جگہ موجود ہے. فتاویٰ لکھتے وقت آپ اپنی رائے کو اتنا زیادہ اہمیت دیتے تھے اور مدنظر رکھتے تھے کہ فتویٰ کسی فتاویٰ کی کتاب سے نہیں بلکہ اپنے وہابی ذوق رکھنے والے بزرگوں کے مکتوبات کے حوالے سے صادر فرماتے لیکن اس میں بھی زیادہ تر آپ اپنی آراء کو ترجیح دیتے تھے ویسے تو "فتاویٰ شامی" آپ کو زبانی ازبر تھا. اس کی سطر سطر آپ کے ذہن پر نقش تھی لیکن محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں اپنی رائے کو ہی ترجیح دی. شامی کے بارے میں آپ کو یاد ہوگا کیا فرمایا تھا: "ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے. اپنے کو حنبلی المذہب بتاتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ بس مسلمان وہی ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو مشرک ہے اور اسی بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا" لیکن گنگوہی کے نزدیک "محمد بن عبدالوہاب کے معتقدوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقاید عمدہ ہیں."

"محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے مذہب

Marfat.com

حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا. شرک بدعت سے روکتا تھا" وغیرہ. اسی کا نام "مشرب رشیدیت" ہے آپ کے نزدیک جس کتاب کا گھر میں رکھنا ایمان کی علامت سمجھا جاتا ہے اسی کتاب کے حوالے سے اور اسی کے فتوے کے مطابق زید بخش، پیر بخش نام مشرکانہ نام کہلائیں تو اس کی تطبیق آپ کے مقلدین، مریدین ہی کر سکتے ہیں کہ گنگوہی صاحب کے دادا اور نانا کس ضمن میں آتے ہیں. مشرب رشیدیت کا یہی سانحہ ہے. دوسرے ان کے فتاویٰ کی زد میں آئیں یا نہ آئیں وہ خود ہی اپنے نشانے کا شکار ہو رہے ہیں. دیوبند کی تاریخ انہی واقعات سے مرتب و مزین ہے.

کسی سائل نے مولانا رشید احمد سے ایک عبارت کے بارے میں پوچھا لیکن سوال میں یہ نہیں تھا کہ یہ عبارت کس کی ہے سوال تھا" ایک شخص کہتا ہے اللہ تعالےٰ کو زمان و مکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت ماننا بدعت ہے. اس قول کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں.

جواب ملاحظہ کیجئے، "یہ شخص عقاید اہل سنت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور وہ مقولہ کفر ہے"! یہ شخص اس کتاب کا مصنف تھا جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری اور ایمان کی علامت فرمایا گیا تھا. کتاب تقویت الایمان تھی اور اس کے مصنف شاہ اسماعیل دہلوی ہیں جو آپ کے نزدیک عقاید اہل سنت سے جاہل اور بے بہرہ نکلے. یہ قصہ یہیں تمام نہیں ہو جاتا بلکہ اس فتویٰ کی تصدیق مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی کی کہ ؎

"حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے منزہ ماننا عقیدہ اہل ایمان ہے. اس

Marfat.com

کا انکار الحاد و زندقہ ہے اور دیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف و بے جہت ہوگا۔ اس عقیدے کا مخالف بد دین و ملحد ہے۔"

بندہ محمود الحسن عفی عنہ مدرس اوّل دیو بند کا فرمانا ہے کہ وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں ہے اور ابو الوفا ثناء اللہ اس کی تصدیق میں انگوٹھا لگاتے وقت فرماتے ہیں "کہ ایسے عقیدے کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے۔"

یہ ہیں دیو بند کے فتوے پہلے گھر کا صفایا کیا اور یقیناً ایسا ہی ہونا چاہیے تھا، کفر و شرک اور بدعات ایسی چیزیں ہیں جن کا قلع قمع ہونا ضروری ہے۔ اگر علمائے دیو بند نے شاہ اسماعیل اور محمد بن عبدالوہاب کا مطالعہ کرنے کے بعد کفر کے فتوے صادر کئے ہوتے تو ان میں اس قدر بے رحمی نہ ہوتی، "ایضاح الحق" کی اس عبارت کے بارے میں جب گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا کہ یہ کیا کر دیا ہے آپ نے؟ تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں کیا مضمون اور کس کی تالیف ہے۔"

ذکر تھا حضرت مہاجر مکی کے مسلک اور حضرت گنگوہی کے فتاویٰ کا۔ یہ وہی حضرت حاجی ہیں جن کے بارے میں ارشاد ہوا تھا " تین سال کامل حضرت امداد میرے قلب میں رہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔" انہی حاجی امداد اللہ صاحب کے بارے میں حاجی محمد علی امبیٹھوی کلیر شریف کا قصہ ہے جب وہ کلیر شریف سے واپس آئے تو بتایا کہ حضرت حاجی نے مجھ کو سماع کی اجازت دی ہے حضرت مولانا گنگوہی دیو بند تشریف لائے ہوئے تھے اور بہت بڑا مجمع تھا۔ مولانا سے اس کا ذکر کیا گیا، فرمایا محمد علی غلط کہتا ہے

Marfat.com

اور اگر یہ صحیح کہتا ہے تو حاجی صاحب (مہاجر مکی) غلط کہتے ہیں، حضرت حاجی صاحب مفتی نہیں ہیں یہ مسائل حضرت حاجی صاحب کو ہم سے پوچھنے چاہئیں۔

(ملفوظات اشرف العلوم)

یہی حاجی صاحب ہیں جن کی علمی حیثیت کے بارے میں حضرت نانوتوی فرمایا کرتے "حضرت حاجی صاحب کا کوئی فتویٰ کی وجہ سے معتقد ہے کوئی کرامت کی وجہ سے میں حضرت کے علم کی وجہ سے معتقد ہوں"

یہاں آپ کا علمی استخفاف محض اس وجہ سے ہے تاکہ "مخصوص مسائل" سے آپ کا ان سے اختلاف ہے اور یکسر ان کو مرتبے سے گرا کر خود جامع العلوم کی مسند سنبھال لی۔ بات در اصل یہ ہے کہ حضرت حاجی کی بیعت محض ایک دکھاوا تھا جس کا مقصد اپنی نسبت کا اظہار کر کے مشائخیت کا لبادہ اوڑھنا تھا ورنہ آپ کی تعلیمات اور آپ کے طریقۂ کار سے ان حضرات کو دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ حضرت انہی مسائل پر کاربند تھے جو بانیان دیوبند کے نزدیک کفر و شرک کا درجہ رکھتے تھے۔

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی

سہارن پور کے قصبہ انبیٹھہ میں ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ یہی آپ کا آبائی وطن ہے آپ کے نانا مملوک علی بانیان دیوبند کے استاد اور سرپرست تھے۔ آپ نے اپنے نواسے کو بسم اللہ شروع کرائی اور قران پاک اسی قصبہ کے ایک مکتب میں پڑھایا گیا۔

Marfat.com

مولانا یعقوب صاحب کے بھانجے تھے لیکن ابتدائی کتابیں مولوی انصار علی سے اور کچھ کتابیں مولوی سخاوت علی سے پڑھیں۔ انگریزی پڑھانے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا، اس کے لئے ایک سرکاری اسکول میں داخل کرایا گیا۔ اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی تھی، یہاں آپ کے ماموں مولانا یعقوب علی صدر مدرس مقرر کیے گئے اور ۱۸۸۵ء میں آپ کو دارالعلوم میں داخل کرا دیا گیا۔ اس وقت آپ کافیہ پڑھتے تھے۔ دارالعلوم میں "شرح تہذیب" پڑھنے کے بعد سہارنپور چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد واپس دارالعلوم آگئے یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر مظاہر العلوم سہارن پور میں مدرس مقرر ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق حج سے واپسی پر مولانا یعقوب صاحب نانوتوی نے آپ کو بہاول پور بھیجا۔ مولوی شمس الدین صاحب چیف جج بہاول پور نے دارالعلوم دیوبند کو لکھا کہ انہیں مدرس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ کو ۱۸۸۹ء میں بہاول پور بھیجا گیا۔ غالباً یہ دوسرا دورہ تھا۔ پہلے ایک دفعہ وہاں رہ چکے تھے۔ اس دوران نواب آف بہاول پور نواب صادق محمد خان صاحب چہارم کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ایصال ثواب کی غرض سے چند مدرسے قائم کیے گئے۔ ان میں ایک مدرسہ خاص بہاول پور میں کھولا گیا اور باقی ڈیرہ، چاچڑاں، چشتیاں اور احمد پور میں۔

بہاول پور میں آپ جتنا عرصہ رہے آپ کو مشکوک نظروں سے دیکھا گیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دیوبند کے اختلافیہ مسائل کے بارے میں ابھی وہاں پوری طرح آگاہی نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے قریباً دس سال تک وہاں

Marfat.com

قیام کیا لیکن آپ کے قیام کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوا حتیٰ کہ کسی شاگرد نے کوئی قابل ذکر استفادہ بھی نہیں کیا اور نہ ہی کوئی مدرسہ کامیاب ہوا۔

آپ رخصت پر تھے کہ آپ کو ایک رجسٹرڈ خط ملا کہ جلد واپس آئیں ایک مناظرہ کا اہتمام ہے چنانچہ محمود الحسن صاحب دیوبندی نے محمد صدیق انبیٹھوی مولوی عبدالحق صاحب، مولوی محمد مراد صاحب وغیرہ کو آپ کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ جب یہ مختصر قافلہ ملتان پہنچا تو بہاول پور کے کسی آدمی نے بتایا کہ نواب صاحب کا موڈ صحیح نہیں ہے ممکن ہے آپ کو نقصان پہنچے، آپ بہت پریشان ہوئے بالآخر حوصلہ کر کے فیصلہ کر لیا کہ مرنا تو ایک دن ہے ہی، شہادت کی موت نصیب ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو گی۔ چنانچہ بہاول پور کا رُخ کیا جب یہاں پہنچے تو نواب صاحب کو اطلاع دی گئی اور نواب کی کوٹھی پر ہی ۶ جون ۱۸۸۹ء / ۱۳۰۶ھ کو مناظرے کا دن مقرر کیا گیا۔ مناظرے کا موضوع کیا تھا۔ روئیداد سے یہ معلوم نہیں ہو سکا تاہم ایک شعر جو اس موقع پر کہا گیا تھا اس سے پتا چلتا ہے کہ زیرِ بحث مسئلہ "امکان کذب" کا تھا۔

یہاں ایک حاشیے میں درج ہے " حق تعالیٰ کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہے یا نہیں چونکہ دیوبند اللہ کے اس فعل پر قادر ہونے کے قائل ہیں لیکن اس کے عیب ہونے کی وجہ سے اس کا صادر ہونا محال قرار دیتے ہیں جبکہ اہل سنت جھوٹ کے عیب ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے لئے محال جانتے ہیں "

ایک دفعہ مولانا یعقوب علی صاحب نے فرمایا کہ امکان کذب کا مسئلہ چھیڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت کیا فرمائیں گے۔ شاہ اسماعیل صاحب

Marfat.com

کے متعلق جنہوں نے شرک و بدعت کا کھول کھول کر بیان فرمایا جس کی بدعتیوں میں آج تک شورش برپا ہے، یہ سن کر مولانا خاموش ہوگئے (تذکرۃ خلیل)

بعض دینداروں نے کہا کہ اس مسئلہ کو بیان کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی جس سے اتنا بڑا فتنہ برپا ہوگیا تو اس کے جواب میں فرمایا کہ:۔

۱۔ اول تو کسی کو یہ علم نہیں کہ فلاں بات کا اظہار فتنے کا سبب ہو جائے گا اور فلاں پر کوئی شورش نہیں ہوگی کیونکہ غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

۲۔ دوسرا از خود کسی مسئلے کا بیان کرنا اور بات ہے کسی دوسرے کے سوال کے جواب دینے میں جو بات سامنے آتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ دوسری صورت میں عالم پر اظہار حق ضروری ہے اور اہل حق سے ایسے امور کا صدور ضرور ہوگا جس پر مخالفوں کی طرف سے ملامت ہو اس سے ان کا ثابت قدم ہونا جانچا جاتا ہے۔

۳۔ عادت اللہ کی اسی طرح جاری ہے کہ دنیا کی نظروں میں کیسی ہی غیر ضروری بات کہو اس کا صدور ہو کر رہے گا تاکہ موافق و مخالف، دودھ اور پانی کی طرح الگ الگ رہیں۔

۴۔ جو امر قابل غور ہے اور تحقیقی امر ہے وہ یہ ہے کہ شورش و مخالفت کا مدار عناد و کبر پر ہے نہ کہ کسی مسئلہ پر جس کو عناد ہوگا وہ تو ہر صورت شور مچائے گا، اور جس کو عقیدت ہوگی وہ بڑی سے بڑی بات پر بھی انکار نہیں کرے گا۔

القصہ "مناظرہ" امکان کذب" کے موضوع پر شروع ہوا اور چار روز تک

Marfat.com

جاری رہا پہلے تحریری ہوا بعد میں تقریری، مناظرہ کے حکم نواب صاحب کے پیر غلام فرید صاحب قرار پائے۔

مولانا خلیل احمد صاحب نے کہا کہ بدعتی لوگ خدا تعالےٰ کو اس پر قادر نہیں جانتے ۔آج کل لوگ ناعاقبت اندیشی میں پڑ گئے ہیں اور قادر مطلق کو غیر قادر مطلق بتلائے جاتے ہیں (ایضاً)

آخر کار تمام مناظرے کا خلاصہ طے یہ پایا کہ "مولوی اسماعیل دہلوی جو کہ مشہور معروف وہابی ہے اور تمام وہابیوں کا سردار، وہ بھی یہی کہتا ہے اور مولوی خلیل احمد اس کا چیلا ہے لہٰذا کافر اور وہابی ہے" ایضاً۔

تمام روئیداد کا خلاصہ یہ تھا کہ خلیل احمد اور اس کے ہم عقیدہ اہل سنت سے نہیں ہیں بلکہ فرقہ وہابیہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ سخت بے ادب ہے جن سے ہندوستان میں غیر مقلد اور نیچری شاخیں نکلی ہیں اہل سنت وجماعت کو ان سے اجتناب واجب ہے"۔

مناظرے کی اسی روئیداد پر وہاں موجود اکابرین سے دستخط لیے گئے اور مناظرہ ختم ہونے کے بعد آپ راتوں رات بہاول پور سے نکل آئے ۔آخری شب جو گاڑی روانہ ہوتی ہے اس پر سوار ہو گئے۔ (ایضاً) اس مناظرہ کی تفصیلات صادق الاخبار میں شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کے تصنیفی کارناموں میں "بذل المجہود" اور براہین قاطعہ مشہور ہیں۔ بذل المجہود شرح ابی داؤد ہے اس کے بارے میں روایت ہے کہ مولانا محب اللہ صاحب جو کہ مشہور صاحب کرامات تھے اور حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ تھے۔

Marfat.com

اور مولانا صاحب سے بہت محبت کرتے تھے۔ ۱۳۳۵ھ میں آپ کا پیغام پہنچا کہ اب تمہارا آخری وقت قریب آگیا ہے ہندوستان جلد چھوڑ کر مدینہ پہنچو۔ چنانچہ آپ حجاز کے لئے روانہ ہوگئے۔ جنگ کا زمانہ تھا۔ حالات ٹھیک نہیں تھے۔ مولوی محب اللہ صاحب نے حضرت سے تقاضا کیا کہ جلد ہندوستان واپس چلے جاؤ قیامت صغراء برپا ہونے والی ہے تمہارے بارے میں مجھے جو انکشاف ہوا تھا وہ ابھی مؤخر کر دیا گیا چنانچہ آپ واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔

۱۳۴۴ھ میں پھر تقاضا ہوا کہ مدینہ پہنچو چنانچہ حضرت روانہ ہوگئے لوگوں نے کہا کہ مولانا محب اللہ کو مکاشفے میں غلطی ہوگئی مگر آپ نے فرمایا کہ مکاشفہ تو صحیح تھا مگر بذل المجہود کی تکمیل کے لئے حق تعالیٰ نے عمر بڑھادی کہ انجام اس توسیع (عمر کے اضافے) کا بھی وہی تقدیر مبرم ہے۔ چنانچہ ۲۱ شعبان کو بذل ختم ہوئی اور ۲۷ رمضان کو آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

آپ کا دوسرا کارنامہ "براہین قاطعہ" ہے۔ یہ کتاب اپنے پیر مولانا رشید احمد گنگوہی کے ایما پر لکھی۔ اس کی تفصیلات میں بتایا گیا کہ دہلی سے ایک رسالہ شائع ہوا جو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا اور یہ ایک فتویٰ تھا جس میں میلاد اور قیام کے بارے میں نہایت غلط اور جارحانہ انداز اختیار کیا گیا اس کے بیان میں کہا گیا کہ محفل میلاد کرنا اور قیام کرنا گناہ ہے اس میں شرکت کرنے والے اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ دوسری مروجہ رسوم جن میں فاتحہ درود، تیجا چالیسواں وغیرہ کے خلاف نہایت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا تھا اس فتویٰ کی بڑے اہتمام

Marfat.com

سے تشہیر کی گئی۔ اس کے بعد ایک دوسرا فتویٰ جو چوبیس صفحات کا تھا اس میں بھی انہی مسائل کی مذمت کی گئی جس کی وجہ سے عوام میں نہایت بے چینی پیدا کرنا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ ان فرعی مسائل کو بنیادی اعتقادات کا درجہ دے کر اشتعال پیدا کر کے خانہ جنگی کی صورت پیدا کرنے کے خاص محرکات تھے۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی غیبی ہاتھ مسلمانوں کی عظیم طاقت میں انتشار پیدا کر کے اپنے مفاد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

دوسرا چند بنیادی اختلافات، تقویت الایمان اور تحذیر الناس کے مسائل کے بارے میں پیدا ہو چکے تھے ان سے توجہ ہٹانے کے لئے، یہ نئے مسائل کھڑے کئے گئے تاکہ اصل مسائل جن سے ایک گروہ کی کمزوریاں واقع ہو رہی تھیں الجھا دیا جائے اور یہ مہم بہت کامیاب رہی۔

ان اختلافات کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں میں صاحب درد حضرات نے انہیں سلجھانے کی کوششیں کیں اور اس صورت حال پر افسوس کا اظہار کیا چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ کا نام اس میں سرفہرست ہے چونکہ آپ دونوں گروہوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان مسائل کے حل کے لئے آپ نے ایک رسالہ بھی تصنیف کیا جو "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اپنے مریدوں سے بار بار اصرار کیا کہ وہ ان مسائل کو نہ الجھائیں اور فتنے کا سبب نہ بنیں اتحاد امت نہایت ضروری ہے لیکن اس صلح کی پیش کش پر کوئی توجہ نہ دی گئی اور ان مسائل کی اسی طرح تشہیر کی جاتی رہی اور عوام میں بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ ان فتاویٰ کے بارے مولانا عبدالسمیع رامپوری سے رجوع کیا گیا۔ چنانچہ

Marfat.com

آپ نے ان تمام کے مضامین کو یکجا کر کے ترتیب وتفصیل کے ساتھ جواب لکھا اور اس کا نام "انوار ساطع" رکھا۔ اس میں بتایا کہ یہ مسائل ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بنا پر اسلام کا معیار قائم کریں جو کرے اسلام سے خارج اور نہ کرے وہ مسلمان۔ یہ اسلامی رسوم بہت عرصہ سے جاری ہیں اور بزرگان دین نے وقت کی مصالح کے پیش نظر ان کو جاری کیا تھا۔ اب تم لوگ ان کے کرنے والوں کو کافر بتا رہے یہ نہایت زیادتی ہے۔

دیوبند حلقوں میں نہایت غم وغصہ کا اظہار کیا گیا۔ گویا کہ یہ ایک ناقابل برداشت حرکت تھی۔ چنانچہ مولانا رشید احمد نے اپنے خلیفہ اور شیخ دیوبند کو حکم دیا کہ اس گستاخی کا جواب دیا جائے۔ مولانا خلیل احمد نے اس کا جواب براہین قاطع علیٰ ظلام انوار ساطع" کے عنوان سے دیا۔ اس کتاب کو انوار ساطع کے ساتھ ہی چھاپا گیا اور اس کی ایک ایک شق کا جواب دیا گیا۔ مولانا خلیل احمد کس حد تک جواب دینے میں کامیاب رہے۔ اس سے قطع نظر انوار ساطع کے مصنف کو بار بار طعنہ دیتے ہیں کہ "بڑا آیا ہے علم والا، جاہل، ان پڑھ وغیرہ قسم کے القاب سے دل کا غبار نکالنے کی کوشش کی گئی۔ عموماً غیر اخلاقی، غیر علمی حربے، اسی وقت استعمال کئے جاتے ہیں جب اخلاقی علمی استطاعت سے انسان قاصر ہو جاتا ہے۔

مولانا خلیل احمد جواب کیا لکھتے۔ مزید مسائل پیدا کر دیئے نئی الجھنیں پیدا کر دیں جس نوشتہ کو اخفاء میں لے جانا چاہتے تھے اس کو اور زیادہ نمایاں کر دیا جو مسائل براہین قاطعہ کے نوشتہ سے منظر پر آئے۔ ان کے بارے میں مزید

Marfat.com

تاویلات کرنا پڑگئیں۔ اس طرح یہ سلسلہ زلف یار کی طرح درازسے درازتر ہوتا گیا۔

۱. تقویت الایمان نے جو مسائل پیدا کئے تھے، براہین قاطعہ نے ان میں مزید تقویت پہنچائی اور ان پر مہر تصدیق ثبت کی۔ ایک خاص بات جو منظرعام پر آئی کہ شاہ اسماعیل کی پیروی میں اہل حدیث اور دیوبند یکساں طور پر عقیدت مند ہیں اور تقویت الایمان کے بیان کردہ مفاہیم، دیوبند کے منشور کے عین مطابق ہیں۔

۲. جن فتاویٰ کے جواب میں انوار ساطع لکھی گئی تھی۔ ان فتاویٰ کی توثیق علمائے دیوبند اور اہل حدیث کی جانب سے یکساں طور پر تھی۔ اس اشتراک عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لئے مصنف براہین قاطع نے کافی انرجی ضائع کی، حالانکہ مخالف کیمپ میں پہلے ہی یقین کیا جارہا تھا کہ صرف نام اور طریقہ کار کا فرق ہے۔

۳. مصنف براہین اپنے بزرگوں اور اپنے دارالعلوم کے مدارج ومراتب کو اجاگر کرنے کے لئے ایک خواب (حسب معمول جیسا کہ علمائے دیوبند کی روایت ہے) بیان کیا کہ حضور کو کسی صالح شخص نے خواب میں اردو میں باتیں کرتے سنا تو عرض کی حضور آپ تو عربی ہیں یہ اردو کہاں سے آگئی تو فرمایا جب سے علمائے دیوبند سے واسطہ پڑا اردو بولنا آگئی۔ نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ دیوبند اور اس کے مشائخ کی کیا باتیں لیکن دوسرا پہلو ہمیشہ کی طرح بھول گئے۔ ایک طرف علمائے دیوبند کی شان بڑھائی دوسری طرف تنقیص نبوت کردی۔

Marfat.com

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر بحث کرتے ہوئے علمائے دیوبند عموماً غصے میں آجاتے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ جناب خلیل احمد سے پیش آیا۔ علوم نبوت پر بحث کرتے ہوئے اپنی رو میں کہہ گئے کہ ملک الموت اور شیطان کا عالم الغیب ہونا نصوص (آیات و حدیث) سے ثابت ہے حضور کے لئے قیاس فاسدہ سے علم غیب ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا جائے؟" مصنف کی یہ علم وعقل سے گری ہوئی چوک دیوبند مکتبۂ فکر کے لئے تمغۂ گستاخی بن کر رہ گئی اس سے پیچھا چھڑانا محال ہو گیا۔

۵۔ علمی دیانت میں اکثر اہل علم نے ٹھوکر کھائی، عالمانہ ثقاہت کو نقصان پہنچایا، علمی بھرم کو گنوایا، مصنف براہین کے ساتھ بھی ایک ایسا ہی مسئلہ درپیش ہے۔ علم غیب پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے "اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ (حضور نے فرمایا) مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔"

شیخ کی کتاب مدارج النبوت میں یہ عبارت دوسرے سے منسوب کر کے شیخ اس کو رد کر رہے ہیں جبکہ مصنف براہین اس عبارت سے اپنے مؤقف کو مؤقد کرنا چاہتے تھے اور اس روایت کو شیخ محقق کی تصدیقی سند دیتے ہیں۔

اس قسم کے متنازعہ مسائل کا ایک سیل بے پناہ امڈ آیا۔ اہل سنت اور وہابی حلقوں کی یہ گونج اور اس کی صدائے بازگشت حرمین شریفین میں سنائی دینے لگی۔ ان مسائل پر وہاں سے سخت فتاوے صادر ہوئے۔ تب جا کر دیوبند حلقوں میں ذرا سی شنوائی ہوئی۔ علمائے حرمین کے سامنے صفائی کے طور پر بتایا

Marfat.com

کہ ہمارا عقیدہ ایسا فاسدہ نہیں ہے جیسا کہ آپ کو بتایا گیا ہمارے عقاید تو یہ ہیں اور ایک دستاویز مولانا خلیل احمد نے مرتب کی جو "عقاید علمائے دیوبند" مسمی بہ "المہند علی المفند" دیوبند حلقوں سے اس کی تصدیق کرا کے علمائے حرمین کی خدمت میں پیش کی کہ یہ ہیں ہمارے اصلی عقائد۔ اس رسالہ میں جن عقاید ونظریات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اپنی صفائی کے طور پر کہا گیا کہ ہم پر بلا وجہ وہابی ہونے کا الزام لگایا گیا ہمارے عقاید اہل سنت کے ہیں۔ اس رسالہ میں بیان کردہ مسائل سے بعض یہ ہیں :۔

۱۔ شد رحال کے بارے میں بتایا گیا کہ ہمارا عقیدہ امام ابو حنیفہ، امام ابوالحسن اشعری، امام ماتریدی اور طریقہ صوفیاء کے مطابق ہے۔ تمام سلسلوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو ہم اس سے رجوع کر لیتے ہیں اور ہمارے آئمہ نے کئی بار ایسا کیا ہے ہمارے مخالفین خواہ مخواہ ہم پر جھوٹے بہتان لگاتے ہیں اور ہماری جانب گمراہی منسوب کرتے ہیں۔ نیز کہا گیا کہ وہابیہ کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہیئے، ان کا یہ قول مردود ہے اس لئے کہ حدیث میں کہیں بھی ممانعت نہیں آئی ہے کہ روضہ کی زیارت کے ارادے سے سفر نہ کیا جائے بلکہ غور کیا جائے تو یہی حدیث جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں ان مسجدوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے نہ کہ منع کیا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ وفات کے بعد حضورؐ سے توسل لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ ہمارے مشائخ کے نزدیک

Marfat.com

انبیاء صلحاء اولیاء صدیقین سے توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں بھی اور وفات کے بعد بھی۔

۳۔ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا کہ حضور اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپؐ کی حیات دنیا کی سی ہے اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء شہداء کے لئے یہ حیات برزخی نہیں ہے۔

۴۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں کہا گیا کہ اس کا ہمارے نزدیک وہی حکم ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں ان کی عورتوں کو قیدی بتلاتے ہیں ان نجدیوں کا عقیدہ ہے کہ مسلمان وہی ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہے وہ مشرک ہے اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔

۵۔ سوال کیا گیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کی طرح سمجھتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں وضاحت کی گئی کہ ہم اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں اور ایسی خرافات کوئی ضعیف العقیدہ بھی زبان سے نہیں نکال سکتا کہ حضورؐ کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں کہا گیا کہ آپ کو تمام مخلوق سے زیادہ علوم عطا کئے گئے ہیں جن کا تعلق ذات و صفات، تشریحات، احکام نظریہ اور حقیقت علیہ حقہ اور اسرار مخفیہ سے ہے۔ آپ کو اولین و آخرین کا

Marfat.com

کا علم عطا کیا گیا آپ پر حق تعالےٰ کا فضل عظیم ہے۔

۷۔ میلاد شریف کے بارے میں صفائی پیش کرتے ہوئے کہا گیا کہ آپ کی ہر چیز کا ذکر آپ کی ولادت شریف کا ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست کا ذکر ہو سب مستحسن ہے۔ ہم قطعاً اس کے منکر نہیں ہیں صرف ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ شامل کیے گئے ہیں۔ یہ جو ہم پر بہتان باندھا گیا ہے کہ ہم ولادت کو کنہیا سے مشابہ جانتے ہیں بالکل بے بنیاد ہے ایسی واہیات بات ہم کیوں کریں۔ ہم اور ہمارے بزرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک کی اہانت کو بھی موجب کفر سمجھتے ہیں، چہ جائیکہ ولادت باسعادت کے متعلق کوئی قبیح بات زبان سے نکالیں۔

۸۔ امکان کذب کے بارے میں بتایا گیا کہ اس کے کلام میں ہرگز کذب کا شائبہ بھی نہیں اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے نکالے کہ اللہ تعالےٰ جھوٹ بول سکتا ہے وہ کافر ہے قطعی ملعون ہے۔ البتہ اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فرعون، ہامان، ابو لہب کو دوزخی فرمایا ہے یہ حکم قطعی ہے لیکن اللہ ان کو جنت میں داخل کرنے پر ضرور قادر ہے لیکن وہ ایسا کرے گا نہیں۔

یہ وہ مسائل ہیں جن کا ذکر المہند میں کیا گیا اور ثابت کیا گیا کہ دیوبند صحیح معنوں میں اہل سنت ہیں۔ علمائے دیوبند کی پالیسی ہمیشہ دوہری پالیسی رہی اور اب تک اسی پہ کاربند چلے آرہے ہیں عام لوگوں میں بیٹھتے ہیں تو ان کی طرح نیک نیت مسلمان نظر آتے ہیں جب آپس میں بیٹھتے ہیں تو بدعتیوں کے بارے میں ان کی

Marfat.com

سوریح وہابیوں سے قطعاً مختلف نہیں، یہ بھی مسلمانوں کو اپنی ذات تک ہی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے ان تضادات کو گنگوہی مشرب کہا گیا ہے جنہیں تاویلات کے ذریعے اپنی مخصوص ڈگر پر چلاتے ہیں۔

مشرب رشیدیت میں مولانا خلیل احمد نے ایک خاص کردار ادا کیا ہے کیونکہ تضادات کی الجھن میں آپ ہی مولانا رشید احمد کے دست راست تھے جو اس مشرب کو مستحسن بنلاتے تھے۔

Marfat.com

مولانا اشرف علی تھانوی

۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے، تھانہ بھون آپ کا آبائی وطن تھا۔ تاریخی نام کرم عظیم اور دادھیال کا رکھا ہوا عبدالغنی نام تھا۔ ننہال کی طرف سے اشرف علی مجذوب غلام مرتضیٰ کی دعا سے آپ کا تولد ہوا۔ خود فرماتے ہیں "یہ جو میں کبھی کبھی بہکی باتیں کرنے لگتا ہوں ان ہی مجذوب صاحب کی روحانی توجہ کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں کیونکہ طبیعت مجذوبوں کی طرح آزاد ہے۔" (اشرف السوانح)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے والد شیخ عبدالحق صاحب کی اولاد نرینہ زندہ نہ رہتی تھی۔ آپ کی خوشدامن صاحبہ نے حسرت بھرے لہجے میں اس کا ذکر مشہور مجذوب حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی سے کیا۔ حافظ صاحب نے فرمایا "انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور دونوں زندہ رہیں گے۔ ایک کا نام اشرف علی رکھنا اور دوسرے کا نام اکبر علی"۔

آپ کے والد نے مولانا تھانوی کو عربی کی تعلیم دلوائی تھی اور چھوٹے برخوردار کو انگریزی کی تعلیم کے لیے منتخب کیا۔ مولانا تھانوی نے تھانہ بھون میں مولانا فتح محمد صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھیں اور تکمیل تعلیم دارالعلوم دیوبند سے ہوئی جبکہ اکبر علی انگریزی کی تعلیم حاصل کر کے گورنمنٹ کے ملازم ہو گئے اور اچھے عہدے پر فائز رہے۔ حکومت برطانیہ کے لیے بریلی شہر میں سی آئی ڈی کے فرائض انجام دیتے تھے اور اس عہدے پر آپ کو اچھی تنخواہ ملتی تھی۔ اس زمانے کے ۵۰۰ روپے ماہوار بڑی تنخواہ تھی۔

Marfat.com

مولانا تھانوی صاحب فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۳۰۱ھ میں کان پور چلے گئے اور مدرسہ فیض عام میں پڑھانا شروع کیا لیکن مدرسہ کی انتظامیہ کے ساتھ اختلاف ہو جانے کے سبب استعفیٰ دے دیا۔ آپ نے ۱۴ سال کان پور میں قیام کیا اس دوران آپ موقع بموقع میلاد کی محفلوں میں شرکت بھی کرتے تھے اور فاتحہ درود بھی ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ چند عورتیں مٹھائی پر نیاز دلانے آئیں تو طلبا نے بغیر نیاز دئے سب کھا پی گئے۔ اس پر بڑی برہمی پھیلی اور کافی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ آخر مولانا تھانوی صاحب نے کہہ ہی دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو۔

شاید اس سے پہلے لوگوں کو اس بات کا علم نہ تھا۔ ایک عرصہ تک اس بات کو اخفاء میں رکھنا بڑی ہمت کی بات ہے۔ استعفیٰ کے بعد جب کان پور چھوڑا تو تھانہ بھون کی خانقاہ میں ڈیرے ڈال دیئے۔ تصنیفی کام آپ کا بہت زیادہ ہے۔ تقریریں بھی کرتے تھے، انہیں بھی تحریری کام میں شامل کر دیا گیا ہے۔ آپ کی تقریروں کے مجموعے آپ کی زندگی ہی میں چھپنے لگے تھے، لیکن آپ کی بڑی کتابوں میں بہشتی زیور کافی مشہور کتاب ہے جس میں دوسرے مسائل کے علاوہ شرک و بدعت پر تفصیلی بحث کی گئی۔ بدعت و شرک کی تمام قسموں کو بیان کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ شادی بیاہ میں سہرا باندھنا، عبدالنبی، پیر بخش، مرید بخش وغیرہ نام رکھنا شرک کی ذیل میں بتایا گیا ہے۔ ان اہم مسائل کے بعد دوسرے معاشرتی مسائل پر بھی بہت کچھ بیان کیا گیا معاشی ضروریات کے لئے کچھ نسخے بھی تجویز کئے گئے ہیں اور کچھ فارمولے بھی بتائے گئے۔ مثلاً صابون سازی کے طریقے، گوشت گلانے کی ترکیبیں، مربہ اور ملیبی بنانے کے

Marfat.com

طریقے، بریانی، پلاؤ، قورمہ، فیرنی، شامی کباب، سیخ کباب وغیرہ بنانے کے فارمولے اور طریقے بتائے گئے ہیں۔ غرضیکہ ایسا کوئی معاشرتی مسئلہ نہیں جو آپ نے اس کتاب میں بیان نہ کیا ہو۔

اور سب سے چھوٹی کتاب حفظ الایمان کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے مسائل کی تفصیل آگے چل کر بیان کریں گے، بزرگوں کے ساتھ عقیدت و محبت کی وجہ سے ان کے مزارات پر بھی حاضری دیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا رفیع الدین صاحب کے ساتھ مجدد الف ثانی کے مزار پر تشریف لے گئے اور وہاں سے پٹیالہ میں ان مقامات سے بھی مشرف ہوئے جہاں بر بنائے کشف "بعض انبیا علیہم السلام کے مزارات ہیں۔ جب آپ علاج کی غرض سے لاہور گئے تو سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور فاتحہ سے فراغت کے بعد فرمایا کہ حضرت داتا گنج بخش بہت بڑی شخصیت ہیں عجب رعب ہے وفات کے بعد بھی سلطنت کر رہے ہیں۔"

قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت تھانوی وفات سے دو سال قبل دانت درست کرانے کے لئے لاہور تشریف لے گئے تو واپسی سے ایک دن قبل لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کے لئے بھی نکلے، سلاطین کی قبروں پر بھی گئے اور مساکین کی قبریں بھی دیکھیں، فاتحہ پڑھی، ایصال ثواب کیا اس سلسلے میں حضرت علی ہجویری معروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے۔ وصل صاحب مرحوم بلگرامی ساتھ تھے اور انہوں نے ہی یہ واقعہ مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے لوٹتے ہوئے حضرت تھانوی نے فرمایا کہ "یہ تو کوئی بہت

Marfat.com

بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ہزار ہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا"
اور یہ بھی فرمایا کہ" سلاطین کے مزاروں پر پہنچا تو انہیں مساکین کی صورت میں دیکھا
کہ جیسے ان کا کوئی پرسان حال نہ ہو اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا۔"

(بحوالہ حفظ الایمان)

ایک دفعہ مولانا رشید احمد گنگوہی کسی ضرورت سے دیوبند آئے تو حکیم الامت ایک ہی نظر میں گھائل ہو گئے۔ اشتیاق سے مصافحہ کرنے کے لئے آگے بڑھے بے لختیار پاؤں پھسل گیا مگر گنگوہی صاحب نے تھام لیا تب حکیم الامت بیعت کی حقیقت سے آشنا ہوئے اور بیعت کی درخواست کر ہی ڈالی۔ گنگوہی صاحب نے مناسب نہ سمجھا کہ دوران تعلیم انہیں بیعت کر لیا جائے لیکن بعد میں حضرت حاجی صاحب نے خود ہی غائبانہ طور پر بیعت فرما لیا۔ بیعت تو حضرت حاجی سے ہو گئی تھی چونکہ حضرت گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی تھی اس لئے تا زیست ان کے ساتھ شیخ جیسا سلوک کرتے رہے اور فرمایا کرتے "میں نے ایسا جامع ظاہر و باطن بزرگ کوئی نہیں دیکھا اور لوگوں کے ساتھ میری عقیدت استدلالی ہے اور مولانا گنگوہی کے ساتھ غیر استدلالی، دلائل سوچنا بھی خلاف ادب سا معلوم ہوتا ہے

۱۳۰۱ھ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کے لئے گئے تو حضرت حاجی صاحب کی بیعت حاصل کی اور جب دوسری بار ۱۳۱۰ھ میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچے تو کچھ عرصہ ان کے پاس قیام کیا۔ انہوں نے اپنا خلیفہ بنا کر بیعت کی اجازت دی اور منصب ارشاد پر متمکن کیا رخصتی پر دو نصیحتیں کیں۔

۱۔ دیکھو میاں اشرف علی ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت پیش آئے گی۔

Marfat.com

عجلت مت کرنا۔

۲۔ کبھی کان پور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا، توکل برخدا تھانہ بھون جاکر بیٹھ جانا، دیوبند کے مکتبہ فکر میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے اپنے مسلک کے لئے بہت کچھ کرکے جولائی ۱۹۴۳ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔آپ کی وفات پر تعزیتی پیغامات میں بعض بیان اس طرح کے بھی ہیں۔

"اس دور کا بالکلیہ خاتمہ ہوگیا جو شاہ امداد اللہ مہاجر مکی مولانا یعقوب صاحب نانوتوی مولانا قاسم صاحب نانوتوی، شیخ محمد صاحب تھانوی کی یادگار تھا۔ اس دور کا آخری فرد بھی چل بسا جس ذات میں . . . . سید احمد شہید بریلوی کی نسبتیں یکجا تھیں" (معارف اگست ۴۳ء)

آپ کے عقیدت مند آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور اس کا اظہار وقتاً فوقتاً برملا طور پر کردیا کرتے تھے۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ نے جو حضرت مولانا گنگوہی کے خادم خاص تھے ایک بار احقر سے فرمایا کہ میرا اب تک گمان تھا کہ اس صدی کے مجدد حضرت مولانا گنگوہی تھے لیکن اب میرا خیال یہ ہے کہ ہمارے مولانا رحمۃ اللہ کا فیض تو خاص تھا اور زیادہ تر آپ سے علماء فیض یاب ہوئے لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کو اس وقت عام نفع مولانا تھانوی سے پہنچ رہا ہے اس لئے مجددیت کی شان ان میں زیادہ پائی جاتی ہے، ممکن ہے بلکہ مظنون ہے کہ حضرت تھانوی کا درجہ مجددیت سے عالی ہو" (اشرف السوانح)

۲۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا سب سے نمایاں اور بڑا کمال راقم احقر (مولوی عبدالباری)

Marfat.com

کی نظر میں یہ تھا کہ علم و عمل کی حدود میں رعایت اس درجہ تھی کہ حضرات انبیاء کا ذکر ہی نہیں ورنہ لوازم بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصور دشوار ہے اور اس میں یقیناً اس نعمت کو دخل تھا کہ اللہ تعالےٰ نے بسطۃً فی العلم کے ساتھ بسطۃً فی العمل کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا جسمانی خلقت ظاہری و باطنی حواس کی صحت اور نتیجۂ اعتدال مزاج کی لطافت میں بھی مجدد امت کی ذات بنی است صلی اللہ علیہ وسلم کی پرتو تھی۔

ممکن ہے اس عقیدت مندی کے مفاہیم جو بین السطور بیان کئے گئے ہیں بعض قارئین کی سمجھ سے بالا ہوں۔ مناسب ہوگا اسی مکتبۂ فکر کے ترجمان فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں :-

"حضرات انبیاء کا ذکر ہی نہیں ورنہ لوازم بشریت کے ساتھ اس سے زاید کا تصور دشوار"۔

اس عبارت کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ تابعین و تبع تابعین اور آئمۂ عظام و صدیقین و شہداء تو کیا مولانا تھانوی کا مقام صحابہ سے بھی اونچا تھا کیونکہ صحابی سب ایک ہی مرتبے کے نہیں تھے ان میں آپس میں بھی فرق مراتب تھا اور لوازم بشریت کے ساتھ اس زاید کا تصور ہی نہ ہوتا یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے اس بنا پر مولانا تھانوی فرداً فرداً ہر صحابی سے اونچے نہ سہی بعض صحابہ سے جو دوسرے صحابہ کے مقابلے میں مفضول تھے ان سے لامحالہ تھانوی صاحب اونچے تھے "۔ (برہان دہلی فروری ۵۲)

۴۔ حضرت تھانوی صاحب کی تجدید کرامت کے زیر عنوان لکھا ہے کہ یہی اصلاح

Marfat.com

وتجدیدی جامعیت ہے جو ذالک الکتاب والے دین کی جامع المجددین کی سینکڑوں کتابوں کے ہزاروں صفحات پر اصلاحی وتجدیدی صورت میں پھیلی ہوئی ہے اور جس طرح ذالک الکتاب اس دین کے پیغمبر کا سب سے بڑا معجزہ یا سب سے بڑی برہان وآیت تھی اسی کے اتباع میں اس کے تھانوی مجدد وقت کی کتابیں اپنی کمیت وکیفیت ہر اعتبار سے اس کی تجدید جامعیت کی سب سے بڑی کرامت ہیں۔ آج جو شخص دین اسلام کے چہرے کو پورے جمال وکمال کے ساتھ بالکل صاف بے غبار جامع وکامل صورت میں از سر نو تجدید یافتہ اور تر وتازہ دیکھنا اور پانا چاہتا ہے وہ عہد حاضر کے جامع المجددین کی کتابی آیتوں کی طرف عملاً رجوع کر کے خود مشاہدہ کر سکتا ہے عجیب بات ہے جس طرح ذلک الکتاب کا معجزہ رکھنے والے نے غیر متعلق معجزات کے مطالبہ کی نسبت یہ فرمایا کہ قل لا اقول عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی۔ اسی طرح نبی کامل کے تبع کامل کے کلام میں بھی کثرت سے بجا کشف وتصرفات سے اپنی قطعاً تبری فرمائی گئی اور سارا زور بس وحی یا شریعت کے احکام واتباع پر ہے۔"

مصنف جامع المجددین نے مذکورہ عبارت میں جو پینترے اختیار کئے ہیں ان پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن فاضل دیوبند سعید اکبر آبادی ہی کی زبانی ملاحظہ کیجیے۔

"بھلا اس جوشش عقیدت کی کوئی انتہا بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن پاک کا ارشاد ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً "تو یہاں حضرت تھانوی کے لئے بھی جگہ جگہ مجدد مبعوث" کا خطاب ہے وہاں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تو یہاں بھی لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کا عکس وہاں قرآن مجید،

Marfat.com

آنحضرت کا معجزہ ہے تو یہاں بھی مولانا تھانوی کی کتابیں بجدیدی کرامت، وہاں ذٰلک الکتاب آیات بینات تو یہاں بھی مولانا تھانوی کی کتابوں کی مباحث کتابی آیتیں" عقیدت و ارادت کا کتنا ہی جوش اور زور ہو۔ آخر یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ آفتاب بہر حال آفتاب ہے اور ایک ذرہ کیسا ہی چمکیلا و درخشاں ہو بہر حال ذرہ ہے اس بنا پر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ذرہ کے صفات کو آفتاب کے صفات پر منطبق کرنے کی کوشش کی جائے اور ذرا عنوان بدل کر یہ باور کرایا جائے کہ اب آفتاب غروب ہوگیا ہے تو ذروں ہی سے کسب ضیا کرنا چاہیئے" (برہان دہلی)

حضرت تھانوی صاحب کو اکمل سمجھنے کا یہ اثر تو اس کتاب کے عنوان میں پایا جاتا ہے۔ لیکن جگہ جگہ ان کے اوصاف میں اس درجہ غلو اور مبالغہ کیا گیا ہے کہ ان کو صحابہ و تابعین کیا معنیٰ انبیاء سے بھی جا ملایا ہے۔ عقیدت مندی کی یہ نزاکتیں آپ کے عقیدت مندوں میں خود بخود پیدا نہیں ہوئیں بلکہ اس کے لئے خود حضرت مجدد نے راستہ ہموار کیا، اس کا راستہ بتلایا ہے آپ اپنے بارے میں سمجھتے تھے کہ وہ کس درجہ پر فائز ہیں ان کی اس سوچ کا اندازہ الامداد کی اس عبارت سے کر لیجئے۔

آپ کا ایک مرید صادق خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتا ہے لیکن محمد الرسول اللہ کے بجائے "حضور" (تھانوی صاحب) کا نام لیتا ہے دوبارہ اس کو صحیح پڑھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ مرید کا کہنا ہے حالانکہ میں سمجھ رہا ہوں کہ یہ درست نہیں لیکن بے اختیار زبان

Marfat.com

سے یہی کلمہ نکلتا ہے (یعنی لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ) دو تین بار یہی صورت پیش آئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور چند لوگ حضور کے پاس تھے میری حالت عجز ہوگئی اور زمین پر گر گیا۔ زور کے ساتھ ایک چیخ نکلی اور بندہ خواب سے بیدار ہو گیا۔ اس ناطاقتی کا اثر بدستور تھا لیکن حالت بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا۔ حالت بیداری میں کلمے شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اسی بات کا خیال دل سے دور کرنا چاہا اور غلطی کے تدارک کے لئے درود شریف پڑھتا لیکن پھر وہی "اللھم صلی علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی" حالانکہ اب بیدار تھا لیکن بے اختیار اور مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ خوب رویا اور بھی بہت سارے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں" مرید کے اس مکتوب کے جواب میں تھانوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں: "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٗ تعالیٰ متبع سنت ہے"

حضرت تھانوی صاحب کے اس جواب پر دیوبند کے حلقوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں اور ان سرگوشیوں کے محرم درون خانہ مولانا اکبر آبادی چپ نہ رہ سکے۔

" اپنے حالات میں تاویل و توجیہہ اور اغماض و مساحت کرنے کی مولانا (اشرف علی تھانوی) میں جو "خو" تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کے مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں ہر چند کلمہ تشہد صحیح صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار یہ ہوتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے، ظاہر ہے اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکا ہے تم فوراً توبہ کرو

Marfat.com

اور استغفار پڑھو لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے اور یہ سب اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔"

حضرت تھانوی صاحب سے ان کے عقیدت مندوں کی غایت محبت کے ثمرات بے بہا ہیں۔ ایک شگوفہ اور ملاحظہ کیجیے۔ آپ کے سوانح نگار "اشرف السوانح" کے مصنف خواجہ عزیز الحسن، آپ کے لاڈلے مرید تھے۔ اپنے پیشوا سے بے پناہ محبت تھی۔ ایک بار شرماتے لجاتے اظہار مدعا کر ہی دیا۔ عرض کیا حضور! میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتی۔ حضور کے نکاح میں۔ اس اظہار محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے "یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے گا، ثواب ملے گا۔

(اشرف السوانح)

تاویل و توجیہہ کی اس دردناک داستان میں ایسے واقعات کی فہرست طویل ہے لیکن داستان الفت کے سلسلہ زنجیر کی ایک کڑی آپ کی دوسری شادی بھی ہے جس سے آپ کے درجات بلند ہوئے ثواب آخرت میں رغبت پیدا ہوئی حلم و تحمل کا ذوق پیدا ہوا۔ مولانا کی اپنی زبانی سنیئے ؎

"دوسرا نکاح محبت دل کا اقتضا تھا لیکن خاندانی چہ میگوئیوں نے الجھنیں پیدا کر دی تھیں، مجبوراً "مسامحت" کرنے عقد ثانی کی توجیہات پیش کرنی پڑ گئیں فرماتے ہیں بے ساختہ ذہن میں آیا کہ بہت سے درجات موقوف ہیں سقوط جاہ و بدنامی پر جن سے تو اب تک محروم ہے بدنامی ہو گی اور حق تعالیٰ درجات بلند عطا فرمائیں گے، کبھی فرماتے کہ اس شادی سے پہلے موت سے محبت کرنے کی دولت

Marfat.com

نصیب نہ تھی، الحمد للہ اس واقعہ (شادی) سے یہ دولت بھی نصیب ہو گئی، کبھی ارشاد ہوتا ہے مجھ کو ثواب آخرت سے طبعاً کم دلچسپی تھی۔ اس شادی سے معلوم ہوا کہ یہ ایک قسم کی استغنا تھی۔ الحمد للہ اس کا تدارک ہو گیا۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ حلم وتحمل کا ذوق نہ تھا۔ خدا کا احسان ہے کہ یہ کام بھی اس شادی کی برکات سے پورا ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مصلحتیں تھیں، ان مصلحتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تھانوی کا نکاح ثانی کیا تھا۔ سلوک ومعرفت اور طریقت وحقیقت کی صبر آزما منزلیں بیک جنبش قدم طے کر لیں جو کمالات لافانی سالہا سال کے بعد مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کے بعد بھی حاصل نہیں ہوئے وہ عقد ثانی کرتے ہی مولانا کو حاصل ہو گئے (برہان دہلی ۵۲)

ے مشاطہ را بگو کہ در اسباب حسن "دوست"
چیزے فزدوں کند کہ تماشا بمار سد

اس شادی کی تاویل و توجیہ نے یہاں تک بڑھا دیا کہ حسب عادت حدود سے تجاوز ہی کر گئے۔ مذکورہ بالا مصالح کے علاوہ اس کی پیش گوئی کے طور پر ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا:

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (اشرف علی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں انہوں نے مجھ سے کہا میرا (اشرف علی کا) ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا کہ کمسن عورت ہاتھ آئے گی کہ اسی مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زائد تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے" (الامداد، صفحہ ۳۵ ۱۳۳۵ھ)

اس قصہ کو بیان کرتے حیا آتی ہے لیکن ایک ذہنیت کی ترجمانی، ایک مکتب فکر

Marfat.com

کی سوچ کے رخ اس کے نشیب و فراز کا انداز کیجئے، یہ کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس شادی پر بحث دیوبند کے حوالے سے ہی ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا سعید احمد فاضل دیوبند لکھتے ہیں۔

"غور کیجئے فطرت انسان کی یہ کتنی بڑی اخلاقی کمزوری ہے کہ ایک شخص کوئی کام محض لذت نفس اور حظ جسمانی کے لئے کرتا ہے لیکن اپنے عقیدت مندوں میں اپنا وقار رکھنے کے لئے اس کو کمالات و ملکات روحانی و باطنی کے حصول کا ذریعہ قرار دیتا ہے خیر یہ سب کچھ تو تھا ہی اس سے بڑھ کر غضب یہ ہے کہ مولانا تھانوی حضور کے نکاح کا واقعہ بیان فرما کر اپنے فعل کو سنت کا اضطراری اتباع قرار دیتے ہیں اور دو واقعوں میں بہت ساری وجوہ اور مشابہت کا پتہ دیتے ہیں حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ کہاں پیغمبر جس کی قوت و طاقت بدرجہ کمال اور غیر معمولی ہوتی ہے اور کہاں ایک وہ شخص جس کے لئے ایک بیوی بھی زائد از ضرورت ہے۔

مولانا نے حسب عادت جن مصلحتوں اور احتمالات کی بھرمار کی تھی انہیں بآسانی مجروح کیا جا سکتا ہے۔

۱. بدنامی حاصل کرنا محمود نہیں مذموم ہے۔ حدیث میں ہے کہ تہمت کی جگہوں سے بچو۔

۲. موت کی محبوبیت بے شک مستحسن ہے مگر لقائے رب کے لئے یا جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے اس کے برخلاف دنیا سے گھبرا کر موت طلب کرنا بزدلی اور نامردی ہے جو اسلام میں مذموم و قبیح ہے۔

۳. ثواب آخرت سے جتنی دلچسپی کم ہو اسی قدر اچھا ہے تاکہ عبادت بالکل بے غرض

Marfat.com

وسیلہ لوٹ رہو۔

۴۔ علم وتحمل وہی محمود ہے جو طاقت و قوت کے ساتھ ہو بے چارگی کے عالم میں غصہ پی جانا علم نہیں کہلاتا۔

اور آخر میں تنگ آکر مولانا سعید احمد لکھتے ہیں۔ تمام گمراہیوں کا سرچشمہ اپنے کو اکمل سمجھنا ہی ہے . . . یہ عقیدت مفرطہ اچھے اچھے علما کو بھی لبا اوقات کس طرح افراط و تفریط میں مبتلا کر کے بارگاہ رسالت میں بالواسطہ گستاخی کا سبب بنا دیتی ہے؛

دراصل بات یہ ہے کہ پیر پرستی اور مریدوں کی بے جا نیاز مندی سے مولانا تھانوی کا دماغ اتنا اونچا ہو گیا تھا کہ غلطی پر غلطی کرتے گئے پینترے بدلتے گئے۔ عقیدت مندوں پر رنگ جمانے تقدس کا رعب بٹھانے کے لئے کیسے کیسے پہلو بدلے تعدد ازدواج کوئی چیز نہیں۔ اگر یہ غلطی کر بیٹھے تھے۔ صاف کہتے کہ شریعت میں اجازت ہے اور میرا یہ فعل اس اجازت کے زمرے میں آتا ہے معاملہ ختم لیکن یہاں معاملہ دوسرا تھا۔ غلطی کرنا اور پھر اس کا جواز پیدا کرنا تھانوی صاحب کی عادت ثانیہ اور معمول بن چکی تھی اور زندگی بھر اپنی غلطیوں کا اعادہ کرتے رہے۔ حضرت تھانوی کے اکمل ہونے کا تصور ان پر اس قدر چھایا ہوا تھا کہ ان کی زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں نظر آتا ہے یہی رنگ آپ کی تحریروں میں بھی جھلک رہا ہے۔ اس کی زیادہ اور واضح تصویر حفظ الایمان میں نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

آپ سے تین سوال پوچھے گئے (۱) سجدہ تعظیمی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۲) طواف قبور کے لیے اور (۳) علم غیب کے متعلق آپ سے استفتا کیا گیا۔

Marfat.com

پہلے دو سوالوں کے جواب میں نہایت متوازن رہ کر جواب ارشاد فرمائے۔
تیسرے سوال کے جواب حسب معمول غصے میں آگئے اور "علم غیب کی دو قسمیں بالذات، اس معنی کہ عالم الغیب خدا تعالٰے کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا اور بالواسطہ اس معنی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔

" پھر آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ بہائم کے لئے حاصل ہے"

یہ عبارت بہت بڑے تنازعہ کا سبب بن گئی۔ اس کے خلاف اہل سنت کے حلقوں سے احتجاج کیا گیا اور اس کے مصنف کے خلاف تکفیر کی گئی، اسی طرح اس کے حق میں مختلف تاویلیں اور توجیہات پیش کی گئیں اور آج تک یہ عبارت باعث جدل بنی ہوئی ہے۔ تھانوی صاحب کی طرف سے جن حضرات نے وکالت کی ان میں مولوی مرتضٰی حسن صاحب، مولوی منظور احمد صاحب، مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی عبدالشکور لکھنوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولوی مرتضٰی حسن نے ایک سوالنامہ کی صورت میں تھانوی صاحب سے وضاحت کرائی کہ :-

۱۔ آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی اور کتاب میں "ایسی" تصریح کی ہے؟
(یہاں چاہیئے تو تھا کہ متنازعہ عبارت لکھ کر پوچھتے کہ اس کے مضمرات کیا ہیں تاکہ عام آدمی بھی اس کو آسانی سے سمجھ سکتا لیکن اصل پروگرام "ایسا" ہی چلا آرہا ہے)

Marfat.com

۲۔ اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

۳۔ یا ایسا وہ مضمون آپ کی مراد ہے۔

۴۔ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحتًا یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ بندہ محمد مرتضیٰ حسن

تھانوی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ" میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔

۲۔ میری کس عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا۔

۳۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں . . . تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے؟

۴۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی . . . . . وضاحت کرتے ہیں کہ لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے نہیں کہا گیا بلکہ مطلق بعض علوم کے لئے ہے لیکن تمام وضاحت کے باوجود جب اس طوفان کے تھمنے کی کوئی صورت دکھائی نہ دی تو آپ کے عقیدت مندوں نے آپ سے اصرار کیا کہ :۔

۱۔ ایسی عبارت جس میں علوم غیبیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم مجانین وبہائم سے تشبیہ دی گئی ہے یا بادی النظر میں سخت سوء ادب کو مشعر ہے کیوں نہ ایسی عبارت

Marfat.com

سے رجوع نہ کر لیا جائے۔

۲۔ جس میں مخلصین، حامیین، جناب والا کو "حق بجانب جواب دہی" میں سخت دشواری ہوتی ہے۔

۳۔ وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہٖ یا بالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو۔

۴۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ و مال جناب والا کو مطلوب ہے بجز اس کے کہ عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو اور حکیم الامت کی شان سے جو توقع تھی وہ پوری ہو سکے گی۔

اس کے ساتھ ہی ایک سوالنامہ بھی درج کیا گیا کہ

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جزیہ، زید و عمرو وغیرہ کے مماثل ہیں یا نہیں؟

۲۔ اور جو شخص اس مماثلت کا قائل ہو اس کا کیا حکم ہے؟

۳۔ اور علوم غیبیہ جزیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمالات نبوت میں داخل ہیں یا نہیں؟

دینی خیر خواہوں کے اس مشورے کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اس طرح ترمیم کی گئی کہ بادی النظر میں یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس میں کچھ ترمیم ہوئی یا نہیں۔ لیکن ان مندرجات سے دستبردار ہونے کو عزت کا مسئلہ بنا لیا گیا۔ اس عبارت پر بہت مناظرے ہوئے۔ دو مکتبہ فکر میں خلیج وسیع سے وسیع تر ہو گئی۔ اس عبارت کے جواز میں بہت کچھ کہا گیا لیکن زیادہ کچھ کہنے کے بجائے دو لفظ کہہ دیئے جاتے

Marfat.com

تو یہ سارا جھگڑا ہی ختم ہو گیا ہوتا لیکن نہ جانے کیوں اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اتنے بڑے فتنے کا سبب بنا دیا گیا۔ اس عبارت پر جن حضرات نے وکالت کے فرائض انجام دئے ان میں مولوی مرتضیٰ حسن دو بھنگی، مولوی حسین احمد مدنی، مولوی عبدالشکور لکھنوی، مولوی منظور احمد نعمانی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے عبارت کے مضمرات کو کسی طور "سیدھا" کرنا چاہتے تھے لیکن جوں جوں سلجھانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی یہ کام الجھتا گیا۔

مولوی مرتضیٰ حسن لکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ "ایسا" کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں"۔

(توضیح البیان)

لیکن مولوی حسین احمد صاحب اس کے برعکس فرماتے ہیں "حضرت مولانا تھانوی صاحب عبارت میں لفظ "ایسا" فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور چیزوں کے برابر کر دیا"۔ (شہاب ثاقب)

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو لفظ "ایسا" تو کلمہ تشبیہ کا ہے"۔ اور مرتضیٰ حسن صاحب نے توضیح البیان میں فرمایا "عبارت متنازعہ فیہ میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر اور اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی؟

اس عبارت کے وکلائے صفائی خود آپس میں الجھ گئے ہیں۔ اب کس کی مانیں ایک فرماتے ہیں لفظ "ایسا" تشبیہ کا لفظ ہے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ نہیں

Marfat.com

بالکل نہیں لفظ تشبیہ نہیں یہ تو مقدار کے معنوں میں آیا ہے۔ اب دونوں ایک دوسرے کی تردید اور تکفیر کی زد میں آرہے ہیں۔

مولوی منظور احمد صاحب، مولوی مرتضیٰ حسن کے ہمنوا ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں۔

"حفظ الایمان کی عبارت میں بھی "ایسا" تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔" آگے چل کر لکھتے ہیں "حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسے کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کرچکا ہوں وہ (لفظ ایسا) بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔ نیز مزید کہا گیا: حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔" (فتح بریلی کا دلکش نظارہ)

جبکہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ "ایسا" تشبیہ کے لئے استعمال کیا گیا اور اسی معنوں میں تکفیر کی گئی ہے، مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی منظور احمد "اتنا اور اس قدر" کے معنی میں لیتے ہیں اور تکفیر کی زد سے بچنا چاہتے ہیں جبکہ مولوی حسین احمد صاحب نے لفظ "ایسا" کے وہی معنی مراد لیتے ہیں جو اہل سنت نے لئے۔

لیکن مولوی عبدالشکور لکھنوی ایک ایسی توجیہہ بیان کرتے ہیں کہ تمام کی توجہ اپنی طرف مرکوز کر لیتے ہیں وہ کہتے ہیں "جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب مانتے ہی نہیں اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں لہٰذا علم غیب کی کسی شئی کو رذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔"

یہ صاحب تو معاملہ ہی صاف کر گئے جس چیز کو پہلو بدل بدل کر ان کے دوسرے رفقاء نہیں کہنا چاہتے تھے وہ لکھنوی صاحب نے صاف کہہ دی اور یقین

Marfat.com

مانئے تھانوی صاحب کے پیش نظر یہی مفروضہ تھا جس کی بنا پر انہوں نے نہایت جرأت کے ساتھ وہ کچھ بیان کر دیا جو کچھ کرنا چاہتے تھے یہ تو اہل سنت کے حلقوں سے زبردست یلغار کے نتیجے میں بوکھلا گئے اور تاویلیں پیش کرنے لگے۔ بات یہی تھی جو عبدالشکور صاحب نے صاف کر دی، لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ حفظ الایمان کی وضاحت میں مولوی مرتضیٰ حسن نے جو "توضیح البیان" لکھی ہے اس میں وہ کہتے ہیں" بیان بالا سے ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے اور نہ یہاں ہو سکتی ہے۔" اور مزید کہا گیا "حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔"

لیکن اسی مکتبہ فکر کے دوسرے حلقوں سے علم غیب کی تشریح میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور حفظ الایمان کی توضیح کی گئی ہے اس کے برعکس یہ کہا گیا اور کہا جاتا ہے کہ حضورؐ کو علم شریعت عطا فرمایا گیا اور دوسرے علوم جو بھی دیئے گئے ہیں ان پر علم غیب کا اطلاق نہیں ہو سکتا، لیکن جب علم غیب کی تعریف کرتے ہیں تو آپ کے علوم کی نفی کئے بغیر انکار کر دیتے ہیں۔

القصہ حفظ الایمان کی یہی وہ عبارت تھی جس پر معرکۃ الآرا مناظرے ہوئے۔ جن میں مولانا ارشد صاحب اور مولوی عبداللطیف اعظمی صاحب کے درمیان جمشید پور میں مناظرہ ہوا تھا اور مولانا سردار احمد صاحب اور مولوی منظور احمد کے مابین بریلی میں یہی عبارت موضوع مناظرہ تھی۔ مولانا حشمت علی خان اور مولوی منظور احمد صاحب کے درمیان اودری (اعظم گڑھ) میں اسی عبارت پر مناظرہ ہوا تھا۔ احمد آباد میں یہی عبارت موضوع جدل تھی۔ گواتھ (ضلع آرہ بہار) میں بھی یہی عبارت مولانا

Marfat.com

ابو فا صاحب اور مولوی عتیق الرحمٰن صاحب کے درمیان باعث نزاع تھی۔

کون جیتا کون ہارا؟ دونوں طرف سے روئیداد مناظرہ شائع ہوئی ہیں اور اپنی کامیابی کے دعوے کئے گئے ہیں۔ زیب داستان کے لئے بہت کچھ کہا گیا لیکن حفظ الایمان کی عبارت اب بھی اپنے اصلی خدوخال کے ساتھ موجود ہے۔ حفظ الایمان میں دیکھی جاسکتی ہے جویائے حق اس کتابچہ سے اصل عبارت دیکھ کر خود فیصلہ کرلیں کہ کیا تھانوی صاحب کی بلاجواز غلطیوں کے زمرے میں اس کو شمار کیا جاسکتا ہے؟

حسب معمول اس کا شمارہ بھی انہیں کے ذیل میں آئے گا جو دوسری شادی، مرید کا کلمہ پڑھنا وغیرہ کے ضمن میں آتا ہے۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں چونکہ یہ اپنا اپنا "مشرب" اور "ذوق" ہے۔

فاضل دیوبند مولانا سعید اکبرآبادی لکھتے ہیں "نہایت افسوس اور شرم کی بات ہے کہ وہ اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر بیٹھے"!

(برہان مارچ ۵۲)

مولود، قیام، عرس

آپ نے دوسرے متنازعہ مسائل پر بھی اظہار خیال فرمایا ہے مثلاً مولود، قیام عرس، فاتحہ درود اور پیری مریدی وغیرہ۔ اس وقت ہم آپ کے فتاویٰ کی روشنی میں ان مسائل پر روشنی ڈالیں گے۔

سائل نے سوال کیا کہ قیام مولود فاتحہ وغیرہ کو منع کیا جاتا ہے اور منع اس لئے کیا جاتا ہے کہ عوام ان چیزوں کو ضروری سمجھنے لگے ہیں اگرچہ یہ چیزیں فی نفسہ ناجائز

Marfat.com

نہیں لیکن عوام کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ انہیں ترک کر دیا جائے۔

سائل پوچھتا ہے کہ اگر ترک کرنے کی یہی وجہ ہے تو پیری مریدی کو ترک کرنے کو منع کیوں نہیں کیا جاتا۔ معاشرے میں جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان رسوم کی وجہ سے تو کوئی خرابی نہیں پیدا ہوئی جبکہ پیری مریدی سے پیدا ہونے والی خرابیاں بے شمار ہیں اس سے تو منع نہیں کیا جاتا سب کچھ ہو رہا ہے۔ اگر پیری مریدی کو قائم رکھ کر اس کی خرابیوں کی اصلاح ہو سکتی ہے تو ان رسومات کے بارے میں بھی جو کہ فی نفسہٖ جائز اور مباح ہیں ایسا ہی طریقہ اختیار کر لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اگر پیر کا شجرہ پڑھنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے تو مولود پڑھنے اور قیام کرنے سے قلب کی اصلاح کیوں نہیں ہوتی؟؟

اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو امر شرعاً مطلوب ومقصود ہو اس میں اگر مفاسد شامل ہو جائیں تو اس کام کو ترک نہ کریں بلکہ مفاسد کو دور کریں لیکن مذکورہ اعمال مقاصد شرعیہ نہیں ہیں اور مشتمل مفاسد پر ہیں اس لئے انہیں چھوڑنا ہوگا۔ یہ افعال کسی دلیل سے ثابت نہیں ہیں بلکہ بوجہ مخالفت شریعت کے مضر ہونا ثابت ہے۔

ایک دوسرے فتوے میں فرمایا ہے کہ تیجا، دسواں اور چالیسواں وغیرہ سب بدعات ہیں اور یہ رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ نیز کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنا یہ بھی طریقہ ہنود ہے۔ اس لئے ہندوانہ رسموں کا ترک واجب ہے جو شخص کسی قوم سے کسی بات میں مشابہت کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا بہتر یہی ہے کہ ایسا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت حاجی کی رائے :۔

ان ہی مسائل پر حضرت مہاجر کی نے بھی اظہار خیال فرمایا ہے جو تھانوی صاحب کے بالکل برعکس ہے۔ مولود کے بارے میں فرماتے ہیں "اس میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ ذکر ولادت شریف فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم موجب خیر و برکات دنیوی و اخروی ہے بحث صرف تعینات و تخصیصات و تقیدات میں ہے جن میں بڑا امر قیام ہے ۔ رہا اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً نقلاً ممکن ہے بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ بہر حال یہ امر ممکن ہے فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں، اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی و شافعی کے سمجھیں "

مسئلہ فاتحہ مروجہ ایصال ثواب میں کسی کو کلام نہیں، اس میں بھی تخصیص و تعیین کو جھگڑے کی بنیاد بنالیا گیا ہے۔ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے مروجہ صورت ہے تو کوئی حرج نہیں جیسے مصلحت کی بناء پر نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے۔ رہا تعین تاریخ تو یہ بات تجربہ میں آئی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں مقرر ہو۔ اس وقت وہ یاد آجاتی ہے اور ضرور ہوتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا اس قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں۔ اگر کسی امر میں کچھ خرابی آگئی ہو تو اس خرابی کو دور کرنا چاہیئے نہ کہ اس عمل سے ہی منع کر دیا جائے۔

Marfat.com

ہیئت مروج ایصال کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارہوں شریف حضرت غوث پاک قدس سرہٗ، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ دحلوائے شب برات اور دیگر ایصال ثواب اسی قاعدے پر مبنی ہے۔ مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر اس ہیئت کا پابند نہیں مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا۔ اور عمل درآمد اس مسئلے میں ایسا رکھنا چاہیئے کہ دونوں فریق باہم مل جل کر رہنا اور مباحثہ نہ کرنا اور ایک دوسرے کو وہابی بدعتی نہ کہنا۔

عرس وسماع | مزارات کی زیارت انفراداً یا اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے اور ایصال ثواب وطعام بھی جائز اور تاریخ کا تعین بھی جائز اور یہ سب مل کر بھی جائز مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کے روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اور قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوتی تو مولود پڑھا جاتا ہے اور حاضرین کو کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

ندائے غیر اللہ | جو ندا نص میں وارد ہے مثلاً "یا عباد اللہ اعینونی" بالاتفاق جائز ہے اور یہ حکم عوام کے لئے ہے خواص کا حال دوسرا ہے اور حکم بھی دوسرا کہ ان کے حق میں یہ فعل عبادت ہو جاتا ہے جو خواص میں سے ہو گا خود سمجھ لے گا۔ بیان کی حاجت نہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ وظیفہ "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" کو وسیلہ وذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر پڑھے، کچھ حرج نہیں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ)

Marfat.com

بعض قارئین کے علم میں شاید یہ بات نہ آئی ہو کہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی ہند سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے اور تمام علمائے دیوبند آپ سے اکتساب فیض کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ علمائے دیوبند کے پیر تھے لیکن علمائے دیوبند کو اپنی جدید تحقیق پر اور اپنے تقویٰ اور پرہیز پر اتنا اعتماد تھا کہ خود کو علم و عمل میں حضرت مہاجر مکی سے افضل سمجھتے تھے، ان کی سوچ کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگائیں۔ حضرت مہاجر مکی کی طرف اس واقعہ کو منسوب کر کے لکھا ہے کہ "ایک دفعہ مہاجر مکی نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا اٹھ۔ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء (دیوبند) ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔" (امداد المشتاق)

آپ کی محفل میں اکثر لطائف علمائے دیوبند سے صادر ہوتے رہتے تھے اور متضاد نظریات و عقاید کا تصادم ہوتا رہتا تھا۔ ایک بار حضرت تھانوی نے اپنے پیر سے استفسار کیا کہ بعض کتب میں ابلیس کی بہت تعریف پائی جاتی ہے (وہابی حلقوں میں شیطان کی توحید پر رشک کیا جاتا ہے)، چونکہ توحید کے ساتھ اس کو جو عشق تھا اس کا نہایت اعلیٰ درجہ تھا۔ آدم کو سجدہ کرنا بھی گوارہ نہ کیا، اس کے جواب میں حضرت مہاجر مکی نے فرمایا کمبخت کی نظر ظاہر پر تھی اسی لئے تو اس نے کہا تھا۔ "خلقتنی من نار وخلقتہ من طین" یہ نہ سمجھا کہ سجدہ کا حکم کون دے رہا ہے جو کہ واجب الاتباع ہے اس نے باطن پر نظر نہ کی کہ آدمی کس کا مظہر ہے؟ کیا ہم بیت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں؟ جو پتھروں سے بنا ہوا ہے نہیں!! بلکہ یہ مظہر خداوندی

Marfat.com

ہے اور مسجود الیہ ہوا۔ ابلیس مظہر مضل (گمراہی کا مظہر) تھا، یہ عاشق نامراد اپنی حقیقت سے جا ملا اور اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

حضرت حاجی صاحب سے علمائے دیوبند کی عقیدت مندی کے سلسلے میں اور دوسرے مسائل کے بارے میں کسی نے استفسار کیا جس میں پہلے حضرت حاجی صاحب سے عقیدت مندی کا اظہار کیا اور علمائے دیوبند سے بھی اپنی وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے چند خدشات تھانوی صاحب کی خدمت میں پیش کئے:۔

(۱) حضرت حاجی کے معمولات معتقدات جو کہ ہفت فیصلہ میں ذکر فرمائے ہیں یقین نہیں آتا کہ یہ اعتقادات آپ کے ہوں یا اگر واقعی ایسے تھے کسی مصلحت کی وجہ سے ایسا اظہار کیا ہو تاکہ اہلیان مکہ معظمہ کی خوشنودی حاصل کریں لیکن آپ کے ظاہری کمالات کو دیکھتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ آپ کی دوہری پالیسی نہ تھی لیکن جو حضرات آپ سے ارادت اور خلافت رکھتے ہیں۔ وہ انہی کے معتقدات و معمولات کو بدعت اور ضلالت کہتے ہیں تو ان کے ان فتاوی کا اثر حضرت پر بھی پڑتا ہے۔

(۲) مرید اور خلیفہ کے لئے اپنے شیخ کی کلی اتباع ضروری ہے یا بعض مسائل میں مرید اپنے اجتہاد کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرے اور شیخ کی اتباع صرف اوراد و وظائف تک ہی رہے، اس صورت میں مرید کے دل میں شیخ کی عظمت کیا رہے گی جب شیخ کے عقاید و اعمال مرید کے خیال میں خلاف شرع اور خلاف سنت ہوں گے، ایسا شیخ مشیخت کے قابل کب ہو سکتا ہے؟ بالخصوص ایسے مسائل جو شیخ اور مریدوں کے درمیان حق و باطل، اباحت و ضلالت کے درجے میں ہوں، شیخ کو اتنا عرفان بھی نہ ہو تو وہ منازل و مدارج الی اللہ طے کرنے کا ذریعہ کیونکر بن سکتا ہے یا بنایا جا سکتا ہے اور وہ

Marfat.com

کامل کیونکر ہو سکتا ہے ایسی حالت میں شیخ کے خلفا، کی خلافت کو کیسے صحیح تسلیم کیا جائے گا اور متضاد نظریات کو کیسے تطبیق دی جائے گی۔

(۳) حضرت حاجی کے خلفاء میں اعتقادات اور اعمال میں اس قدر تضادات ہونے کے باوجود دونوں فریق شامل ہیں اور ہر فریق علماء کا ہے جن میں ایک فریق مولانا احمد حسن صاحب کان پوری اور شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی اور مولانا عبدالسمیع صاحب میرٹھی وغیرہ شامل ہیں جن کے معتقدات و معمولات حضرت حاجی صاحب اور دوسرے معتقدین صوفیائے کرام کی طرح ہیں اور دوسرا فریق مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی وغیرہ کا ہے جو ان معتقدات و معمولات کو بدعت و ضلالت بلکہ اس سے بھی زیادہ بدتر کہتے ہیں کہ نوبت کفر اور شرک تک پہنچا دیتے ہیں ان دونوں فریق میں صحیح کون ہے اور حضرت حاجی صاحب کا ایسے دو مختلف عقیدہ والعمل اشخاص کو خلافت عطا فرمانا کیسا عمل ہے؟ جناب والا! ان امور کا مفصل جواب دیں تاکہ مخالفین کو جواب دینے میں سہولت ہو۔ والسلام

الجواب :۔ بعض امور فی نفسہٖ مباح و جائز ہوتے ہیں مگر مفاسد کا ان امور کے ساتھ شامل ہو جانے سے قبیح ہو جاتے ہیں جیسے متنازعہ اعمال میں مجلس مولود، فاتحہ گیارہویں وغیرہ۔ ان میں دو طرح کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ ان مفاسد کو قبیح نہ سمجھے یہ اختلاف ضلالت و معصیت ہے۔ دوسرا ان مفاسد کو قبیح سمجھے اور ان مفاسد کے ساتھ ان اعمال کی بھی اجازت نہ دے مگر یہ سمجھ کر اجازت دی ہو کہ عوام لوگ ان مفاسد سے بچتے ہوں گے یا بچ جاویں گے۔ یہ اختلاف مسئلے کا اختلاف نہیں بلکہ واقع کی تحقیق کی غلطی کی وجہ سے ہوا اور واقع کی تحقیق کی غلطی علم و فضل یا ولایت

Marfat.com

بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے اور اس سے کمال باشان میں اور قرب الٰہی میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

(۱) حاجی صاحب کے وہی عقاید تھے جو اہل حق کے ہیں حضرت کا ان اعمال میں شریک ہونا وہ تحریراً ہو یا تقریراً اور ان کے کرنے کی اجازت دینا نعوذ باللہ یہ عقیدے میں خرابی نہیں تھی اور نہ ہی تعقیہ بازی، یہ اعمال جائز ہیں ان کو جائز سمجھ کر کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ دوسرے جو لوگ یہ اعمال کرتے ہیں ان مفاسد سے مبرا ہوں گے۔ ان کا یہ گمان کبھی صحیح ہوتا تھا اور کبھی غلط اور جو لوگ بدعت و ضلالت کہتے ہیں۔ وہ افعال کو نہیں کہتے کہ حضرت کو کوئی نقصان پہنچے بلکہ ان مفاسد کو کہتے ہیں جس سے حضرت خود بری ہیں لہٰذا اس میں کوئی اختلاف نہ ہوا۔

۲۔ جو امر خلاف ہو (؟) اس میں شیخ کا اتباع مرید کو ضروری نہیں اور شیخ کا ایسا کام جس میں اس کا عقیدہ صحیح ہے لیکن واقعہ کی صحیح خبر نہ پہنچنے سے یہ عمل خلاف مصلحت ہو گیا ہو۔ وہ امر خلاف شرع نہیں۔ شیخ نے حسن عقیدت سے ایسا کیا ہے وہ خلاف شرع نہیں اس شیخ کی عظمت میں کوئی فرق نہ پڑا۔ سلطان نظام الدین اولیاء کے خلیفہ کا سماع سے منکر ہونا شیخ کے روبرو مشہور ہے اور سمجھ دار آدمی کے لیے خود فیصلہ ہفت مسئلہ کی عبارت میں جابجا تقلید کو ضروری سمجھنے کی مذمت کی گئی ہے۔

۳۔ حضرت کے تمام خدام کے خوش عقیدہ ہونے کا دعویٰ ہم نہیں کر سکتے۔ بعض اہل علم کو بعض امور میں لغزش واقع ہوئی ہے بعض کو مسائل میں غلطی ہو گئی ہے۔ جس سے حضرت کا کوئی تعلق نہیں اگر وہ لوگ حضرت کے قول کی سند لا دیں تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے حضرت کے ارشاد کو نہیں سمجھا یا حضرت نے غلبہ حال ایسے بوتی

Marfat.com

میں کوئی امر فرمایا ہو اور اس کی تاویل ہو سکتی ہے اور ان صاحبوں نے اس کو ظاہر پر محمول فرمایا ہو اور خود اس ناکارہ (تھانوی صاحب) کے روبرو غلبۂ حال میں بعض امور غامضہ فرمائے اور حضرت کی حالت سے معلوم ہوگیا کہ اس وقت غلبہ ہے ممکن ہے کسی اور کو اس کی طرف توجہ نہ ہوئی ہو کہ اس غلبہ کو سمجھا ہو اور جن امور میں غلطی بھی نہیں ہوئی مگر عوام اس سے (غلبہ سے) برباد ہوگئے۔ واقعہ کی تحقیق یا غلبۂ حال کے ارشادات نقل کر دینے میں غلطی ہوئی۔ حضرت کا کسی کو خلافت عطا فرما دینا ان لوگوں کی غلطی ہے جنہیں حضرت نے خلافت عطا کر دی ہے۔

مذکورہ سائل نے یہ فتویٰ موصول کرنے کے بعد اطمینان نہ پاکر دوبارہ استفسار کیا اور لکھا کہ جواب سے تشفی نہیں ہوئی۔ دوسرا یہ کہ خلیفہ نظام الدین اولیاء والا قصّہ حوالے کے ساتھ تفصیلاً درج فرمائیں اور اس قسم کی مزید روایات مستند کتابوں کی تحریر فرمائیں تاکہ دیکھا جاسکے کہ کتنے مریدوں نے اپنے مشائخ سے کتنے اختلاف کئے۔ ایک اور گذارش ہے کہ ایک تحریر نظر سے گذری جو مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کی تھی۔ فیصلہ ہفت مسئلہ میں ایک ضمیمہ لگایا گیا کہ حضرت ان مسائل سے متفق نہیں لیکن مولوی شفیع الدین صاحب سے آپ نے تاکیداً فرمایا کہ اشتہار دو کہ یہ ضمیمہ ہماری مرضی کے خلاف ہے۔ اس کی وضاحت کی جائے اور دوسری گذارش یہ ہے کہ پہلے شبہ کے جواب میں آپ نے لکھا کہ اعمال فی نفسہ جائز ہیں اور ان کو جائز سمجھ کر کرتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ حاضرین میں موجود لوگ ان مفاسد سے مبرا ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ وہ مفاسد کیا ہیں جن سے حضرت مبرا تھے اور دوسروں کے بارے میں آپ کو گمان تھا یا حسن ظن تھا، شاید مفاسد وہی تھے

Marfat.com

جنہیں حضرت نے قابل اعتنا نہ سمجھا اور ان کے بارے میں فرمایا۔

" اگر یہ کہا جائے کہ یہ امور فی نفسہ جائز ہیں اور نیت کی تبدیلی سے اور عقیدت سے ناجائز ہو جاتے ہیں تو اس بارے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اوّل تو نیت وعقیدت کا حال کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ دوسرے عوام اور جاہلوں کو چھوڑ کر عموماً تعلیم یافتہ اور خواص نیک نیتی اور خوش عقیدتی کے ساتھ صرف اس وجہ سے یہ اعمال کرتے ہیں کہ سلف (گزرتے ہوئے بزرگ) یہ اعمال کرتے تھے اور ان اعمال کو اس وجہ سے نہیں چھوڑتے کہ بزرگوں کی اقتداء کو ترک کر دینا مذموم ہے۔"

کیا حاجی صاحب کے یہاں جو محفل میلاد شریف ہوتی تھی یا جن محافل کے اندر ہندوستان میں یا مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب کو شرکت کا اتفاق ہوا ہوگا ان محفلوں میں روشنی کی کثرت، خوشبو کا استعمال اور محفل کے دوسرے اہتمام، ذکر کرنے والے کے لئے خصوصیت سے اونچی جگہ (اسٹیج) بنانا اور قیام" سلام اور تخصیص کے ساتھ دن کو مقرر کر کے اجتماع نہ ہوتا تھا؟ نہیں ضرور ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ فرمایئے کون سے مفاسد تھے جن سے حضرت کو واقفیت نہیں تھی اور وہ لاعلمی میں تھے اور وہ کون سے واقعات تھے کہ جن سے حضرت بے خبر تھے کہ جس کی بنیاد پر واقعہ کی تحقیق میں غلطی کا ہونا تسلیم کیا جائے۔

دوسرا شبہ:۔ اس شبہ کی بنیاد پہلے شبہ پر مبنی ہے اس لئے کہ اس کے جواب کا بھی وہی انداز اختیار کیا گیا کہ کسی واقعہ کی صحیح خبر نہ پہنچنے سے کوئی عمل خلاف مصلحت مرشد سے سرزد ہو جائے تو مرشد کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پہلی بات یہ ہے سابقہ صوفیائے کرام کے نزدیک شیخ کے متعلق ایسی خلاف

Marfat.com

باتیں بے ادبی اور گستاخی سمجھی جاتی ہیں کیونکہ باوجود علم واحتمال کے اتنے بڑے اختلافات کا شیخ سے ہوجانا گستاخی کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ دوسرا یہ کہ وہ کون سے ایسے واقعات تھے کہ جن کی صحیح خبر حضرت کو نہ پہنچی تھی۔ ان میں سے ایسی کسی ایک خبر کو بھی ثابت کرنا آپ کے لئے ناممکن ہوگا بلکہ اس کے خلاف تحریری اور تقریری شہادتیں موجود ہیں۔

تیسرا شبہ :۔ آپ کا یہ کہنا کہ حضرت کا خلافت عطا فرما دینا اس شخص کی غلط اطلاع پر مبنی ہے جس نے خلافت حاصل کی۔ اس معاملہ میں یہ بات تسلیم کرنا کہ حضرت کو ان اشخاص کے بارے میں صحیح علم نہ تھا کہ ان کے عقاید کیا ہیں، یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص زندگی بھر ساتھ رہے اور وہ اپنے عقاید کو چھپائے پھرے یہ کسی طرح قرین قیاس نہیں اور پھر یہ بات ایک شیخ کامل کے بارے میں کہی جائے جو فیضان باطنی سے سیراب کرتا ہے اور مرید کے خطرات سے باخبر رہتا ہے۔ اس بے خبری کو زمانہ رسالت کے منافقوں کی تمثیل سے مؤقد کرنا بہت بڑا الزام اور بہت بڑی جرأت ہے۔ یہ خلافت دینے کا معاملہ تھا کوئی دنیاوی بات نہ تھی۔ یہ معاملہ نور باطن، تصفیہ قلب وعرفان سے تعلق رکھتا ہے۔ ان ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے بزرگان سلف کی طرح مرید کے حالات سے کیوں بے خبری برتی گئی۔ حضرت کے شفاف باطن پر ان خلفاء کے بعض عقاید واعمال فاسدہ کا عکس کیوں نہ منعکس ہوا۔ ان تمام امور کا جواب اپنی سابقہ تحریر کو مدنظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا جائے۔

جواب ملاحظہ فرمایئے خاکسار اشرف علی عفی عنہ کا۔ فرماتے ہیں۔

آپ نے یہ تحریر کیا ہے کہ منکرین کے لئے ہنوز کلام کی گنجائش باقی ہے۔ سو حقیر

Marfat.com

نے پہلے بھی منصفین (؟) کے لئے لکھا تھا اور اب بھی امنکرین کے لئے تو دفتر بھی ناکافی ہیں۔ مقصد تحقیق حق ہے مناظرہ نہیں تمام تحریرات میں منکرین سے قطع نظر کیجیے اور خود کو شبہات سے بالاتر رکھیے دوسروں سے اگر گفتگو ہو تو انہیں علماء (دیوبند) کا حوالہ دیجیے وہ خود اپنے شبہات رفع کریں گے۔ آپ فکر کیوں کرتے ہیں اگر وہ دشمن ہیں تو جانے دیجیے ان کو چپ کرانے کے ہم مکلف (ٹھیکیدار) نہیں ہیں۔ ایک فضول کام (دوسرے کو مطمئن کرنے) کے لئے کیوں مصیبت میں پڑیں۔

خلیفہ سلطان جی کا قصہ غالباً انوار العارفین میں مذکور ہے۔ دیگر روایات کی تلاش کی چونکہ ضرورت نہیں اس لئے اس کا ارادہ نہیں کیا گیا بلکہ ایک ہی دلیل کافی ہے۔

جو مفاسد آپ نے دریافت فرمائے ہیں اصلاح رسوم کی فصل بحث میلاد یا رسالہ طریقہ مولد شریف (ان محولہ کتب میں یہی کوائف ہیں جن کا سائل نے ذکر کیا اور حضرت حاجی نے قابل اعتنا نہ سمجھا) ملاحظہ فرمائیں۔ وہ مفسدہ یہی تبدیلی نیت و عقیدہ ہے (جس کا اہتمام خود حاجی صاحب کرتے تھے)، اور اس پر جو شبہ لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عقیدہ و نیت کا حال کسی کو معلوم نہیں لیکن جب اہل عقیدہ اپنے قول یا فعل سے اس کا اظہار کریں تو معلوم ہو جائے گا۔ اس کا امتحان لینا مقصود ہو تو مشورہ دیا جائے کہ جو افعال مباح اور جائز ہیں ان کو دس بار کرو اور دس بار چھوڑ دو، قول و فعل کا پتا چل جاوے گا۔ ایسے فعل کو چھوڑ دینے کے بجائے فوراً مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے اکثر عوام کا یہی حال ہے۔

دوسرا شبہ | حضرت کی خدمت میں رہنے تک ان صاحبوں کے اعمال کا مستقل اہتمام کا موقع نہ ملا

Marfat.com

(بت پوجنے کا) ہندوستان پہنچ کر شان پیشوائی (خانقاہ گنگوہ و تھانہ بھون کی طرح) ظاہر ہوئی۔ ان اعمال کا اہتمام کیا ان اعمال کا مخفی رہنا (جو کہ خود حاجی صاحب کرتے تھے) کوئی بعید نہیں لہٰذا منافقین کی مثال اور خلافت کا عطا کرنا سب زائل ہو گیا (ولا حول ولا قوۃ) اور نور باطن کا سوال رہ گیا کہ آپ کو کشف کیوں نہ ہوا یا آپ نے قوت کشفیہ کو کیوں نہ استعمال کیا جو لوگ اس فن سے واقف ہیں ان کے نزدیک اس کا جواب بدیہی ہے کہ کشف اختیاری امر نہیں نہ دائمی ہے اس لئے یہ سوال ضعیف ہے اب اگر کوئی نیا شبہ ہو تو لکھئے، مضائقہ نہیں اگر اس دوسرے خط کے پہلے ہی شبہات کا اعادہ اور ان کے جوابات کی توضیح لکھنا مقصود ہو تو بہتر ہے۔ خود تشریف لے آئیں تحریر سے بہت سے امور شرح سے رہ جاتے ہیں غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ فقط والسلام اشرف علی عفی عنہ (فتاویٰ اشرفیہ)

وما اہل لغیر اللہ

ایک اور اہم مسئلہ جس پر سنّی وہابی تفرقہ اپنے عروج پر ہے، تھانوی صاحب کے حوالے سے اس کا جائزہ لیتے چلیں۔ غیر اللہ کے نام کسی چیز کو منسوب کرنے سے آیا حرام ہو جاتی ہے اس بارے میں تھانوی صاحب فرماتے ہیں۔ بزرگان دین کے نام پر طعام و شیرینی کی نیاز دی جاتی ہے اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ بعض ان کا تقرب حاصل کرنے اور اپنی مرادیں پوری ہونے کے لئے ایسا کرتے ہیں یہ شرک ہے اور ایسا طعام و شیرینی کھانا حرام ہے کیونکہ قرآنی آیت ما اھل بہ لغیر اللہ " اور جو جانور غیر اللہ کے نام نامزد کر دیا جائے (وہ بھی حرام ہے) اور بعض محض خدا تعالیٰ کے لئے نیاز دیتے ہیں اور ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طعام کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو پہنچا دے یہ جائز ہے اور ایسا طعام و شیرینی حلال ہے بلکہ ثواب ہے۔

Marfat.com

اس مسئلہ کے متعلق مہاجر مکی اور آپ کے بعض خلفاء کی رائے یہ ہے کہ :ر

اگر آیت کے مفہوم کی رو سے غیر اللہ کے نام پر نامزد کی ہوئی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں. مراد لیا جائے تو اس سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ما اُہِلّ کے معنی کیا ہوں گے ؟ بعض مفسرین نے "ما اُھلّ" کے معنی ما ذبح لئے ہیں اور اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے. بعض معانی میں "اہلال" کے معنی شہرت دینے کے ہیں کسی کے نام کوئی چیز مشہور کر دینا.

(۱) اگر "اہلال" کے معنی "ما ذبح" صحیح ہے تو غلہ شیرینی وغیرہ قبروں اور بتوں پر چڑھاوا دینے سے کیسے حرام ہوں گے ؟ اور اگر "اہلال" کے معنی صرف نامزد کرنے، مشہور کرنے کے ہوں تو غلہ، شیرینی اور جانور وغیرہ کو استعمال میں لانے اور ذبح کرنے سے پہلے ہی حرام ہوں گے حالانکہ اس بارے میں تصریح موجود ہے کہ محض نیت سے جانور میں حرمت سرایت نہیں کرتی بلکہ ذبح کے بعد اس نیت کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر یہی نامزد جانور کوئی دوسرا شخص خرید کر ذبح کر دے تو شرعًا جائز اور حلال ہے لہٰذا محض نیت سے جانور میں حرمت سرایت نہیں کرتی.

۲- اگر بعض مفسرین کی رائے میں محض نیت بد سے شیرینی اور جانور میں حرمت سرایت کر جاتی ہے اور نیت کی تبدیلی سے اس جانور کو ذبح کیا تو جائز ہو جاتا ہے اگر واقعی یہ درست ہے تو کیا وجہ ہے کہ قبر اور بت پر چڑھائی ہوئی چیز نیت سے پاک نہیں ہوتی؟

۳- اگر کسی شخص نے قبر یا بت پر شیرینی اور جانور چڑھاوا دے کر مجاور کے حوالے کر دیا اور دوسرے شخص نے مجاور سے اس شیرینی اور جانور کو خرید لیا تو یہ خریدنے والے کے لئے جائز ہیں اور اگر خریدنے والے یا خود مجاور نے جانور کو آزاد چھوڑ دیا

Marfat.com

تو اس جانور کا اب کیا حکم ہوگا؟

ان سوالات کے جوابات دینے میں وہابی حلقے "وقت ضائع" کرنے کی شاید تکلیف گوارہ نہ کریں اصل مسئلہ کی نوعیت وہی سمجھی جائے گی جو "علماء" فرمائیں گے، ان سوالات کو پہلے سوالات کی فہرست میں جمع کر دیا جائے تو "علماء" غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع کرنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

حضرت تھانوی کی ذات اور شخصیّت میں "ذوق" اور مشرب پورے شباب پر دکھائی دیتا ہے انہی کی ذات اور شخصیت سے یہ ذوق اور مشرب مترشح ہو کر پوری دیوبند تنظیم یا ڈھانچے میں سرایت کرتا ہے۔ اس طرح اس فیضان سے اس کے افکار پروان چڑھتے ہیں کہ سنیت کے لئے یقینی طور پر یہ ڈھانچہ وہابیت کے علاوہ کچھ ہو نہیں سکتا اور وہابیت تقلید کے لیبل سے گھبرا کر اس سے دور بھاگتی ہے یا اس کو دور بھگا دیتی ہے۔ سہولت فہم کے لئے وہابی تحریک جس کو محمد بن عبد الوہاب نے پروان چڑھایا اور شاہ اسماعیل دہلوی اسے برصغیر میں در آمد کر لائے اور حقیقی وارث بقول شیخ محمد اکرم "اہل حدیث اور دیوبند" قرار پائے، دونوں کے ذوق اور مشرب میں خط امتیاز یا سہولت فہم کے لئے نجدیت اور وہابیت کی اہمیت موزوں تر سمجھی گئی اور اسی سے انہیں پکارا جاتا ہے اور اس کے اکابرین کا تذکرہ اسی سلسلے کی کڑی ہے جس نے اپنی انفرادیت اپنے ذوق کی بنا پر مذہب اور سیاست میں یکساں طور پر رکھی اور اس کو مولانا حسین احمد مدنی کی ذات سے ایسا صیقل میسّر ہوا جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

Marfat.com

مولانا حسین احمد مدنی ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۹ء

آبائی وطن موضع الہداد پور جو بعد میں اتصال آبادی کے سبب ٹانڈہ کا محلہ شمار کیا جانے لگا، قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں واقع ہے لیکن آپ بانگر مئو ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد سید حبیب اللہ ایک اسکول میں مدرس تھے۔ دادا کا نام جہانگیر بخش تھا۔

ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے والد کے پاس ہوا اور والدہ سے پانچ پارے پڑھے اور باقی قرآن پاک اپنے والد سے پڑھا۔ جب آپ کی عمر ۱۳ سال کی ہوئی تو آپ ۱۳۰۹ھ دیوبند آگئے اور ۱۳۱۶ھ تک یہاں رہے۔ جب آپ کے والد ہجرت کی غرض سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔

ہجرت سے پہلے ۱۳۱۶ھ ہی میں آستانہ گنگوہ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ اور مکہ مکرمہ میں جا کر پیر و مرشد کے حکم کے مطابق حضرت حاجی صاحب سے بھی اکتساب فیض کیا۔

مولانا محمود الحسن کو جب گرفتار کیا گیا تو ساتھ ہی آپ بھی گرفتار ہو لئے۔ دونوں کو ایک ساتھ مالٹا بھیج دیا گیا اور تین سال بعد واپس ہندوستان لوٹے۔ آپ کانگرس کے سرگرم کارکن تھے۔ جمیعت علمائے ہند کے راہنما کی حیثیت سے کانگرس کے ساتھ مل کر تحریک آزادئ ہند میں حصہ لیا، شیخ الہند کی وفات کے بعد اتفاق رائے سے آپ کو ان کا جانشین چن لیا گیا۔ کانگرس کے مستقل رکن تھے۔ متعدد بار جیل جانا پڑا اور کافی عرصہ جمیعت العلمائے ہند کے صدر رہے۔

سیاست میں کانگرس کے نظریۂ قومیت سے متاثر تھے اور کانگرس قومیت

Marfat.com

کے بارے میں یہ نظریہ رکھتی تھی کہ قوم وطن سے بنتی ہے نہ کہ مذہب سے اور تمام کانگرسی علمائے اس نظریہ کے حامی تھے۔ لیکن قائد اعظم اور مسلم لیگ کا نظریہ تھا کہ قوم مذہب سے بنتی ہے۔ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں، مسلم لیگ کی تحریک میں یہی نعرہ ان کی تحریک کا روح رواں تھا۔ مسلم لیگ کو علامہ اقبال، اہل سنت کے علماء اور مشائخ کی حمایت حاصل تھی۔ مولانا مودودی، مولانا شبیر احمد عثمانی اسی نظریہ کے حامی تھے۔ جمعیت علمائے ہند نے کانگرس کے ساتھ مل کر اس نظریئے کی مخالفت میں دھڑ کی بازی لگائی۔ علمائے دیوبند کا مذہب کی طرح سیاست میں انتہا پسندانہ مؤقف رہا۔ دوسرے مخالفین تو درکنار، خود مولانا شبیر احمد عثمانی کو وہ کچھ دیکھنا اور سننا پڑا جو وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے، اس جرم کی پاداش میں انہیں جو کچھ بھگتنا پڑا انہی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔

" دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہار ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہمیں ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازے میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جاتے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتیں کیا آپ (علمائے دیوبند) میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا؟ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوئے تھے۔

(مکالمۃ الصدرین)

مولانا شبیر احمد عثمانی کو قومی نظریئے کی بناء پر اس قدر پریشان ہونا پڑا کہ آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بھاگ جاؤں تو کس طرح جاؤں۔ ماہنامہ برہان اس پر

Marfat.com

روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے" ان لوگوں نے توہین وتذلیل کا کوئی ایسا طریقہ نہیں چھوڑا تھا جو حضرت مولانا شبیر احمد کے حق میں اٹھا نہ رکھا ہو۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے خود ہم سے کئی مرتبہ انتہائی غمگین اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ان لوگوں نے دیوبند میں میرا رہنا تو کجا گھر سے نکل کر مسجد تک آنا اجیرن کر دیا ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ ڈابھیل یا حیدر آباد میں مقیم ہو جاؤں۔ یہ لوگ مولانا کے خلاف قلمی اشتہارات نکالتے تھے، اشعار لکھتے تھے اور ان کو گلی گلی اور کوچہ کوچہ مشتہر کراتے تھے، مولانا کے سامنے سے گزرتے تو توہین آمیز نعرے لگاتے ہوئے جاتے تھے۔" (برہان نومبر ۵۲)

مولانا شبیر احمد عثمانی کے خلاف یہ نفرت آمیز عبرت انگیز برتاؤ، مولانا حسین احمد کے ان خطوط کے نتیجہ میں ہوا جو انہوں نے جیل سے لکھے تھے۔ جیل میں بیٹھ کر بھی اس نظریہ کی حمایت میں تحریک کی قیادت کرتے رہیں۔ اس نظریئے کو قرآن حدیث سے ثابت کیا گیا اس کے حق میں تقریریں کیں، رسائل واخبار میں مضامین لکھے، کتابیں چھاپیں، مسلمانوں میں اس کانگرسی نظریئے کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کرنے کے نتیجے میں شدید ردعمل ہوا۔ ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی مختلف حلقوں سے اس کی مذمت کی گئی اس کے خلاف مضامین لکھے گئے حتیٰ کہ مولانا مودودی کی "مسئلہ قومیت" اسی ہلچل کا نتیجہ ہے۔ علامہ اقبال کا مشہور قطعہ ؎

عجم ہنوز نداند رموز دین ورنہ — ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

اسی کا نتیجہ ہے۔ مولانا حسین احمد نے قرآن وحدیث کی تاویلات کر کے متحدہ قومیت

Marfat.com

کو اسلامی نظریہ ثابت کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ کانگرسی راہنماؤں کی خوشنودی میں مولانا حسین احمد بہت آگے چلے گئے تھے جہاں سے ان کا لوٹنا مشکل ہو گیا تھا۔ ان کا اپنا کوئی نظریہ نہ تھا اور نہ ہی ان کی اپنی سوچ تھی کہ ان کاوشوں کو اجتہاد کا نام دیا جا سکے۔ ایک پروگرام انہیں دیا جا رہا تھا جس کو یہ آگے پاس کر رہے تھے۔ ان کی اسی کمزوری کا مولانا مودودی نے اس طرح ذکر کیا ہے:۔

"کم از کم اب وہ امت پر رحم فرما کر اپنی غلطی محسوس فرمالیں ورنہ اندیشہ ہے کہ ان کی تحریریں ایک فتنہ بن کر رہ جائیں گی اور اسی پرانی سنت کا اعادہ کریں گی کہ ظالم امراء اور فاسق اہل سیاست نے جو کچھ کیا اس کو علماء کے ایک گروہ نے قرآن و حدیث سے درست ثابت کر کے ظلم و طغیان کے لئے مذہبی ڈھال فراہم کر دی"

مولانا حسین احمد جس نظریئے کی حمایت کر رہے تھے اس کو صرف اپنا نظریہ کہتے تو اس میں الجھنے کی کوئی بات نہ تھی لیکن جب وہ اپنی رائے کو قرآن و حدیث کے حوالے سے ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اہل علم پر واجب آتا تھا کہ وہ اپنی صوابدید کو مولانا پر واضح کرتے کہ ان کی یہ رائے ان کی ذاتی ہونے میں کوئی بحث نہیں قرآن اور حدیث سے اپنی غلط رائے کو مؤقد کرنے کی خطرناک پیش رفت امت کے لئے اور خود ان کی ذات کے لئے خطرہ سے خالی نہیں اور بہت بڑے فتنہ کا سبب بن سکتا ہے۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں: اگر مولانا صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے کہ متحدہ قومیت سے مراد یہ ہے تو ہمیں ان سے جھگڑا کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن وہ آگے قدم بڑھا کر فرماتے ہیں کہ نہیں کانگرس کی مراد

Marfat.com

بھی یہی ہے اور کانگریس بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوۂ حسنہ پر چل رہی ہے۔
مولانا اس متحدہ قومیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے تشبیہ دینے کی جرأت فرما رہے ہیں حالانکہ ان کے بنیادی حقوق ملکۂ وکٹوریہ کے مشہور اعلان سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے اور مغربی ڈپلومیسی کی ایسی چالوں کا رشتہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے جوڑنے کی جسارت ہم جیسے گنہگاروں کے بس کی بات تو نہیں ہاں جن کے پاس تقویٰ کا زادِراہ اتنا زیادہ ہے کہ وہ ایسی جسارتیں کرنے پر بھی بخشے جانے کی امید رکھتے ہیں انہیں اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں کہیں اور جو چاہیں لکھیں۔"

آخر کار مولانا مودودی ان کے اس طریقہ استدلال پر برہم ہو کر پوچھتے ہیں :۔ مولانا آخر فرمائیں تو کہ جس متحدہ قومیت کو وہ رسول خدا کی طرف منسوب کر رہے ہیں اس میں آج کل کی متحدہ قومیت کے ترکیبی عناصر میں سے کون سا عنصر پایا جاتا ہے اگر وہ کسی عنصر کا پتہ نہیں دے سکتے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز نہیں دے سکتے تو کیا مولانا کو خدا کی بازپرس کا خوف نہیں الفاظ کا سہارا لے کر مولانا نے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کی کوشش تو بہت خوبی کے ساتھ کر دی مگر انہیں یہ خیال نہ آیا کہ حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف کسی دوسرے مفہوم پر چسپاں کرنا اور اس مفہوم کو نبی کی طرف منسوب کر دینا من کذب علیّ متعمداً " کی زد میں آجاتا ہے۔"

بالآخر مولانا مدنی کے علمی اثاثے اور سیاسی بصیرت پر مولانا مودودی آخری ضرب لگا کر ایک پیش گوئی کرتے ہیں۔

Marfat.com

"عبارت کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ مولانا حسین احمد نہ تو قومیت کے اصلاحی مفہوم کو جانتے ہیں نہ کانگرس کے مقصد اور مدعٰی کو سمجھتے ہیں نہ بنیادی حقوق کے معنی پر انہوں نے غور کیا، نہ ان کو خبر ہے کہ جن اجتماعی مجلسوں کا وہ بار بار اس قدر سادگی کے ساتھ ذکر فرما رہے ہیں ان کے حدود و اختیار و عمل موجودہ دستور کے تحت کن کن راہوں سے اس دائرے میں نفوذ کرتے ہیں جن کو تہذیب تمدن اور عقاید کا دائرہ کہا جاتا ہے اور یہ بات خوب سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں کہ مولانا حسین احمد صاحب باایں ہمہ علم و فضل، کلچر، تہذیب پرسنل لاء وغیرہ الفاظ بھی جس طرح استعمال کر رہے ہیں اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ان کے مفہوم و معنی سے ناآشنا ہیں۔

میری یہ صاف گوئی ان حضرات کو یقیناً بری معلوم ہو گی جو رجال کو حق سے پہچاننے کے بجائے حق کو رجال سے پہچاننے کے خوگر ہیں ان کے جواب میں چند اور گالیاں سننے کے لئے میں نے اپنے آپ کو پہلے ہی تیار کر لیا ہے۔

مولانا مودودی کی پیش گوئی ان کے اندازے سے بڑھ کر ثابت ہوئی۔ ان کے خلاف فتوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ مولانا مودودی علماء، صلحاء، صحابہ، انبیاء پر تنقید کرتے ہیں حالانکہ خود علمائے دیوبند نے انبیاء علیہم السلام اور صالحین امت کے لئے جو لب و لہجہ اختیار کیا اور اس کو روا رکھا ہے اس کے مقابلے میں مولانا مودودی کی تنقید کا لہجہ نہایت دھیما ہے جبکہ دیوبند کے علماء نہایت جارحانہ انداز میں انبیاء کی شان میں گستاخانہ کلام کرتے ہیں۔ اس کی تمثیلات گزشتہ اوراق پر بے شمار موجود ہیں۔ یاددہانی

Marfat.com

کے لئے تقویت الایمان، حفظ الایمان، تحذیر الناس، فتاویٰ رشیدیہ اور براہین قاطعہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ علمائے دیوبند ایک غلطی کے بعد اس کے جواز پیش کرنے شروع کر دیتے ہیں اور اپنے مخالفین پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں جبکہ مولانا مودودی نے جو کچھ لکھا بس لکھ دیا اس کے جواز حیلے بہانے تلاش کرنے کی قطعاً ضرورت محسوس نہ کی۔ اگر ان کی ذات پر کیچڑ اچھالے گئے تو انہوں نے اس کا جواب گالیوں کی یلغار سے نہ تو خود دیا اور نہ ہی اپنے چاہنے والوں کو اس کی اجازت دی۔ اس اعتبار سے دیوبند مکتب فکر نہایت منفی انداز فکر کا حامل ہے۔ غلطیوں پر غلطیاں کرتے گئے اور ان کے جواز میں ورق سیاہ کرتے گئے۔ اگر کسی نے کچھ کہہ دیا تو بس شامت ہی آ گئی۔

مولانا مودودی کی پیشگوئی کے مطابق پہلے تو انہیں اسلام سے خارج کیا گیا اس کے بعد وقتاً فوقتاً مختلف گستاخیوں کے بدلے کفر کے فتاویٰ صادر کیے گئے اور ان کی تعداد اس تک جا پہنچی اگر انہیں جمع کیا جائے تو ضخیم جلد بنتی ہے۔ اسی لے میں ایک دفعہ مولانا قاسم نانوتوی کو بھی دھر لیا گیا، علمائے دیوبند کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ عبارت ہو نہ ہو مودودی صاحب کی ہے اور اس پر کفر کے فتوے جڑنے شروع کر دیئے۔ مدیر تجلی لکھتے ہیں:-

" ماہنامہ دارالعلوم کے قلمکاروں کو اگر جنید و غزالی یا امام ابوحنیفہ کی بھی کسی عبارت کے متعلق شبہ ہو جائے کہ یہ مولانا مودودی کی ہے تو اس کے مفہوم اور تعبیرات کو وہ الحاد و زندقہ اور خروج و اعتزال کی سرحدوں سے ملانے کی سعی کریں گے اور خوش ہوں گے کہ قوم کی بڑی خدمت انجام دے دی ہے۔ (تجلی فروری ۵۷)

Marfat.com

مدیر تجلی ہی کی زبانی وہ بات سنیے جو کوئی دوسرا کہے گا تو اس کو گالی سمجھ کر بھوہ کر دیں گے۔ لیکن اپنوں کی بات اپنی ہی ہوتی ہے "یہاں صورت حال یہ ہے کہ نفرت و محبت کے دوگونہ تاثرات ہیں ہمارے علمائے کرام اور ان کے ہمنواؤں نے بہت سی ایسی چیزیں بھی جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی طرف منسوب کرنی شروع کر دیں جو بے بنیاد تھیں، افترا تھیں، الزام محض تھیں۔ ان کے اثبات کے لیے عبارتوں کے تراشے لائے گئے اور ریت پر عمارتیں اٹھائی گئیں تحقیر و تذلیل کی گئی اور فتوے نکالے گئے۔ کیچڑ اچھالی گئی اور فقرے کسے گئے۔

اخلاص کا جنازہ نکالنے والی نفرتوں اور عداوت کی نشاندہی کے لئے تقریر و تحریر کی دبیوں شہادتیں عوام کے سامنے آچکی ہیں۔ لیکن صرف نشاندہی نہیں بلکہ اس نفرت و عداوت کا ڈھنڈورا بھی اس فتوے نے پیٹ دیا جس میں قاسم العلوم، غزالیٔ وقت حضرت العلامہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خود مفتیان دار العلوم دیوبند نے نہ صرف اہل سنت والجماعت سے خارج کر دیا بلکہ نعوذ باللہ من ذلک کافر ٹھہرایا۔"

اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ علماء کے فتاوی کا وقار بری طرح مجروح ہوا ہے ایک اتنی بڑی درس گاہ سے بار بار ایسے غلط فتوے نکلتے رہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آئندہ ہمارے کسی بھی فتویٰ پر بھروسہ نہ کیا جائے اور ہم جب کسی حقیقی مرتد پر بھی ارتداد کا فتویٰ لگائیں تو لوگ ہنس کر کہیں ان مسخروں کے فتوؤں کا کیا اعتبار یہ وہی تو ہیں جو اپنے شیخ مولانا نانوتوی اور اپنے مہتمم مولانا محمد طیب پر غلط طور پر کفر و الحاد کے فتوے لگا چکے ہیں یا حسرتا، کہ دنیوی اقتدار ختم ہونے

Marfat.com

کے بعد علماء کے پاس فقط یہی ایک سرمایہ تو باقی رہ گیا تھا جسے فتویٰ کہتے ہیں اب اس میں بھی گھن لگتا جا رہا ہے اور ہم بدنصیب اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے تابوت میں کیلیں ٹھونکنے کی خدمت انجام دے رہے ہیں " (تجلی مارچ ۶۳)

تجلی کی زبان میں بات کرنے کا مدعا یہ تھا کہ یہ قصے مولانا حسین احمد تک محدود نہیں۔ اس مکتبہ فکر کی کہانی ایسی ہی بد پرہیزیوں سے مرتب ہے چونکہ اس کی بنیاد جس ذوق اور جس مشرب پر رکھی گئی ہے۔ یہ اسی کے شاخسانے ہیں۔ یہاں ایک مولانا مودودی نہیں بلکہ جس کے خلاف بھی زبان کھولی، قلم اٹھایا تو یہ نہ دیکھا کیا کہہ رہے ہیں۔ یہی سمجھ لیا کہ سب ہمارے عقیدت مند ہیں۔ ان حضرات کی نفرتوں نے مذہب وسیاست میں وہ گل کھلائے ہیں جو برصغیر تک ہی محدود نہیں، عالم اسلام میں مسلمانوں کے لئے جانکاہ عذاب بن گئے۔

ذکر تھا مولانا مدنی اور مولانا مودودی کی جان پہچان کا تو یہ یہیں تک محدود نہ تھا۔ مولانا مدنی کے اور بھی واقف کار تھے جن میں علمائے اہل سنت کے نام بھی آتے ہیں جب ان حضرات پر گرم ہوئے تو گالیوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا۔ ایک صاحب نے ان گالیوں کے اعداد وشمار تقریباً ۶۵ بتائے ہیں اور اس کی شکایت "منصف مزاج" مدیر تجلی سے کی کہ دیکھیے یہ آپ کے بزرگ ہیں، عالم ہو کر ایسی واہیات اور مذہبی اختلاف میں ایسی بے تکی زبان استعمال کی کہ حیا آنے لگتی ہے۔ اس کے جواب میں مدیر تجلی نے فرمایا کہ :-

" واقعی مولانا مدنی نے اس کتاب میں جس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں انہیں موٹی موٹی گالیاں نہ سہی، مہذب گالیاں کہنا ضرور حق بجانب ہے" (تجلی فروری ۵۹)

Marfat.com

مدیر تجلی نے ایک مشکل آسان کر دی، دیوبند علماء کی کتابوں میں ایسی مہذب گالیوں کی کمی نہیں جنہیں پڑھ کر وحشت ہونے لگتی ہے " مہذب گالیوں" کے لفظ نے ذہن سے بوجھ ہلکا کر دیا۔ آئندہ یہ بات پیش نظر رہے گی کہ ایسی مہذب گالیاں دیوبند کی تہذیب میں داخل ہیں اور اس مکتبہ فکر کے نزدیک تہذیب کس چیز کا نام ہے۔ اور ان کے ہاں تہذیب کے الفاظ کیسے ہوتے ہیں؟ یہ ہمیں معلوم ہو گیا۔ ایسے ہی ہلکے پھلکے الفاظ اگر مودودی صاحب کے لئے یا محمد بن عبدالوہاب کے لئے مولانا مدنی استعمال کریں تو بد تہذیبی ناشائستگی نظر آنے لگتی ہے اور فوراً تلملا اٹھتے ہیں۔

" مجھے بڑے رنج و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مولانا مدنی نے کسی مسئلے اور کسی معاملے میں بھی حقیقت پسندی اور ذمہ داری سے کام نہیں لیا "

(تجلی فروری ۵۷)

مولانا مدنی اسی طرح جب محمد بن عبدالوہاب پر برسے، ایسے برسے کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتے تھے اس کی جھلکیاں مندرجہ بالا صفحات میں موجود ہیں البتہ یاد دہانی کے لئے، صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا . . . اتباع کی شان میں نہایت گستاخ بے ادب . . . الحاصل ظالم، باغی، خونخوار، فاسق شخص تھا۔ اہل سنت کو قتل کیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا تھا۔ ان کے اموال کو اپنے لئے جائز سمجھتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ اور جب عالم ہوئے تو ایسے کہ مجھ کو اس امر کے اعلان کرنے میں ذرہ پس و پیش نہیں ہو سکتا کہ میری وہ تحقیق جس کو میں (اہل نجد کے خلاف) رسالہ رجوم المذنبین اور شہاب ثاقب میں لکھ چکا ہوں۔ اس کی بنا کسی ان (محمد بن عبدالوہاب) کی تالیف

Marfat.com

وتصنیف پر نہ تھی بلکہ محض افواہوں یا ان کے مخالفین کے اقوال پر تھی۔ اب ان کی معتبر تالیف بتا رہی ہیں کہ ان کا خلاف جمہور اہل سنت والجماعت سے اس قدر ہرگز نہیں جیسا کہ ان کی نسبت مشہور کیا گیا ہے بلکہ چند جزوی امور میں صرف اس درجہ تک ہے کہ جس کی وجہ سے ان کی تکفیر تفسیق یا تضلیل نہیں کی جاسکتی:

(اخبار زمیندار ۱۷، امئی ۱۹۲۵ء)

اس اعلان کی تصدیق مولوی شفیع الحسن دیوبندی نے ایک وضاحتی بیان سے کی "مولانا حسین احمد صاحب کا یہ اعلان اور یہ ارشاد بے شبہ صحیح اظہار حقیقت اور صریح ہدایت ونصیحت ہے۔ فی الواقع وہابیوں کے عقاید وہی ہیں جو حضرات صحابہ، تابعین و آئمہ مجتہدین، امام اعظم، محبوب سبحانی مجدد الف ثانی اور جمہور سلف صالحین کے از روئے کتاب وسنت تھے بلکہ حق یہ ہے کہ بلحاظ عقاید سچے حنفی نجدی ہی ہیں جیسا کہ اسی ہفت روزہ خلافت" میں انہوں نے کہا کہ ہمارے عقاید وہی ہیں جو مدرسہ عالیہ دیوبند کی درسی کتابوں میں پڑھائے جاتے ہیں" (زمیندار ۳۰ مئی)

کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے یہی وہ سارا افسانہ تھا جس کو مختلف ادوار میں مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا، کبھی حضرت گنگوہی نے "ان کے عقاید عمدہ" ہونے کی خبر دی۔ کبھی اس کو قاطع شرک و بدعت کا علمبردار بتایا اور کبھی متبع سنت اور دیندار کے القابات سے نوازا، اور کبھی جناب تھانوی کی طرف سے ان کے "نہایت سچا اور پکا مسلمان اور متبع سنت مگر بدعقل" کے حسین امتزاج کا مرقع بنا کر پیش کیا گیا۔

شاید یہی کہانی حضرت مدنی کو بتائی گئی۔ انہیں حضرت گنگوہی کے فتاویٰ کے حوالے سے سمجھایا گیا اور حج کے موقع پر حکومت نجد کی طرف سے دار العلوم کے لئے کتابوں

Marfat.com

کے خصوصی تحائف نے انہیں مسحور کر دیا اور ایک دم پلٹ کر اپنا سارا کچھ بیچ چوراہے کے پھوڑ دیا اور اپنی تحقیقات کو ننگا کر دیا کہ ان کا سارا کاروبار ہی سنی سنائی پر چل رہا ہے۔

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق　　او بصحرا رفت ما در کوچہ گردانیم ہنوز

شاہ سعود ابن عبدالعزیز ۱۹۰۰ء میں جب ہند کے دورے پر آئے تو مولانا حسین احمد نے ہی جمعیت العلمائے ہند کی جانب سے ایک سپاسنامہ پیش کیا تھا۔ اس اجلاس میں پنڈت جواہرلال نہرو بھی موجود تھے "وہابیہ خبیثہ" کا تکرار کرنے والے مولانا حسین احمد مدنی نے ہی سپاسنامہ پیش کیا تھا، جوش عقیدت، ہر ہر لفظ سے پھوٹ رہا ہے۔

"یا صاحب الجلالت! خاص حجاز مقدس کے سلسلے میں جب جلال الملک المرحوم سلطان عبدالعزیز ابن سعود رحمہم اللہ نے فاتحانہ اقدام کیا تو جمعیت علمائے ہند ہی وہ جماعت تھی جس نے یوروپین ڈپلومیسی کے خلاف اس اقدام کو حجاز مقدس کے لئے نیک فال سمجھا اور سلطان مرحوم کو مبارکباد پیش کی۔ پھر اپنے خصوصی نمائندوں کے ذریعے موقع بہ موقع سلطان مرحوم کی خدمت میں مفید مشورے پیش کرتی رہی اور جمعیت العلمائے مذکور کو فخر ہے کہ سلطان مرحوم نے اس کے مشوروں کو شرف قبولیت عطا فرمایا جس سے مخالفین کی زبان بھی بند ہوئی اور اصلاحی مقاصد بھی کامیاب ہوئے۔

حکومت آل سعود کے استقبال کے بعد حج اوّل کے موقع پر جمعیت علمائے ہند ہی وہ قابل ذکر مذہبی اور سیاسی جماعت تھی جس نے اپنا نمائندہ بھیج کر اطمینان

Marfat.com

رت کا اظہار کیا :- (شاہ سعود کا دورۂ ہند)

نجدی قوم کا فاتحانہ اقدام تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے جس کی بنا پر حضرت
نا حسین احمد نے ظالم، فاسق، خونخوار وغیرہ کے القابات سے نوازا تھا اور اسی کو اب
زبان یہی ذہن یہی ایڑی سے چوٹی تک کا ڈھانچہ لائق تحسین و آفرین سمجھ کر مبارکباد
کر رہا ہے اور اس میں ذرا بھر شرم کا شائبہ تک محسوس نہیں ہوتا۔ یہ جرأت، وہ
ری ہر کسی کے حصہ میں نہیں آئی ہے، کسی کسی کا کام ہے۔ نجدی قزاقوں نے جس حوصلے
سالۃ مقامات مقدسہ کو جہاں انوار الٰہی کی بارشیں ہوتی ہیں، ٹھوکروں سے روندا
اطمینان و سکون حاصل کیا۔ ان کے انہی تاریخی کارناموں پر حضرت مدنی نے سنی سنائی
ظالم اور فاسق کہہ دیا تھا۔ اب عینی شہادت پر ان کی یہ داستان ان کا تاریخی کارنامہ
گیا؟ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے غیر ذمہ دارانہ اقوال و افعال نے اکابرین امت
کارناموں کو مشکوک بنا دیا۔

لیکن حضرت مدنی کے متوسلین اپنے اکابرین کو بھی فتاوی کی لپیٹ میں لاکر
نہیں پاتے اور کچھ حجاب محسوس نہیں کرتے، تو کیا یہ تاریخ کا قصور ہے! لیکن
کے باوصف آپ کو نہایت اعلیٰ مرتبہ دیا گیا، حضرت تھانوی کے عقیدت مندوں
طرح آپ کے نیاز مند بھی آپ کے بارے میں عجیب ہکلاہٹ اور مشرکانہ عقیدتمندی
مبتلا ہیں۔ کوئی دوسرا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی شان میں
اظہار عقیدت کرے تو کیا کچھ نہیں کیا جاتا لیکن دیوبند کی چہار دیواری میں ان کے
شائخ کے لئے یہ سب کچھ جائز ہو جاتا ہے۔ ذوق ملاحظہ فرمائیے۔

قاری فخر الدین کی "نذر عقیدت" کا تعارف کراتے ہوئے مناظر احسن گیلانی

Marfat.com

فرماتے ہیں: ''آج آپ ہی کے ہاتھوں میں روح القدس کی تائید یافتہ شاعری
ایک نمونہ پیش ہو رہا ہے ؎

وہ مدینے والے مرے دل کے مالک بن گئے   اک نبی اللہ کا   اور اک ولی اللہ کا

یہ (مولانا مدنی) انسان ہے یا کوئی فرشتہ؟ نہیں نہیں! میرا ضدی قلب
اس کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوا کہ وہ انوار قدسیہ کا سرچشمہ فرشتہ ہو سکتا ہے۔
تو پھر آخر وہ کیا ہے؟ کیا وہ انسان ہی ہے؛ اگر ہے تو ہوگا لیکن ہاں ہاں وہ ا
انسانوں جیسا انسان تو نہیں ہے (اور یقیناً نہیں ہے) جنہیں عام طور پر آنکھیں دیکھتی
کان ان کی بات سننے اور دل ان کی صحبتوں سے تاثرات کے حصے حاصل کرتے رہتے
زیادہ تفکر نے تحیّر کو فراوانی بخشی اور بالآخر کسی فیصلہ کی حد تک پہنچے ہوئے قلب مع
عقیدت و محبت کی زنجیروں میں جکڑ گیا۔

میری بگڑی بنا دے کر دے میرا کام اے ساقی
قیامت تک نہ بھولوں گا میں تیرا نام اے ساقی

اس مدرسہ فکر میں یوں تو انبیاء علیہم السلام سے بھی توسل جائز نہیں سمجھ
لیکن اپنی ضرورت کے لئے یا اپنی تسکینِ خاطر کے لیے جو کہ اس مسلک کا خاص ذو
ہے اس کے پیش نظر جائز ہو جاتا ہے:۔

'' میں نے جس دعا میں بھی اس مظہر خداوندی کا توسل کیا وہ دعا فرش سے
چل کر یقیناً عرش تک پہنچی اور خلعت قبولیت کا اکتساب کر کے رہی۔ بتہیں اس
سے کہا! میں نے دیکھا اور بہت کچھ دیکھا تمہیں نظر نہ آیا تو چھوڑ و للہ مجھے نہ چھیڑ

Marfat.com

...سے ملی تجھ کو مشکل کشائی — نہ کیوں مشکلیں پھر ہماری ہوں آساں
...ارے مرتبے تک فکر کی پرواز کیا پہنچے — تو پھر میں کس طرح کہہ دوں کہ تم کیا ہو کہاں تم ہو۔"

اس ردیف سخن سے ہٹ کر دو، چار شعر ملاحظہ کیجئے :۔

...دا تک رسائی چاہتا ہوں — وسیلہ ہے میرا وہ شیخ اعظم
...یں بھی گر توقع ہے تو کیا بے جا توقع ہے — کہ تاج و تخت لایا ہے ہمارا یوسف ثانی
...ے یا دحق کا یہ باب اول کہ یاد محبوب حق ہو دل میں — وسیلہ اپنا نہ ہو جو کوئی تو خاک یاد خدا کریگے
...ریں گے اخذ فیض اس سے وہ پاس ہو یا نہ ہو ہمارے — ہم اس کا نقشہ جما کے دل میں اب اس سے الفت کیا کریں گے

(نذر عقیدت از قاری فخر الدین)

عقیدت کا ایک نرالا اور اچھوتا انداز جو شاید آپ کو کہیں اور سے اس کی جھلک بھی نہ ملی ہو کفر و شرک کے پاسبانوں اور توحید و ایمان کے ٹھیکیداروں کے اپنے گھر کی حالت دیکھئے :۔

"تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے ! کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت و جلال کے نیچے انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے ! تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آکر رہے گا !" (شیخ الاسلام صہ ۱۵)

اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے اور آپ کی حقیقت محمدی کے متعلق نور کہہ دے تو دہابیت کے خمخانوں میں زلزلے آنے لگتے ہیں اور "شیخ العرب والعجم" کے متعلق جب طب اللسانی پہ آتے ہیں تو ان کے بارے کیا کہتے ہیں یہ انہی کی زبانی سنیئے :۔

Marfat.com

"اور اب ہم یہ دیکھتے کہ وہ (مولانا مدنی) عالم نور میں رہتے ہیں ان کی آنکھ
میں بھی نور ہے ان کے داہنے نور ہے ان کے بائیں نور ہے ان کے چاروں طرف نو
نور ہے وہ خود نور ہو گئے ہیں": (شیخ الاسلام صہ۱۲)

یہ پورا کنبہ جب توحید پڑھنے بیٹھتے ہیں تو انہیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا
آتا ہے۔ آنکھیں بند کر کے توحید الاپتے ہیں" وہ شہنشاہ ایک آن میں چاہے تو
کروڑوں نبی محمدؐ کے برابر پیدا کر ڈالے" اور یہی توحید جب اپنے گھر کے حوالے
سے بیان کرتے ہیں خدا کی خدائی اور اس کی قدرت کاملہ کا نقشہ باندھتے ہیں
تو کہتے ہیں ؎

خدا کے لئے یہ تو مشکل نہیں ہے ہر عالم کا مجموعہ اک فرد واحد (شیخ الاسلام)

یہ ان کے انداز فکر، ذوق اور مشرب کا بے نظیر مرقع ہے اپنی چار دیوار
سے جب باہر دیکھتے ہیں تو کیسے دیکھتے ہیں اگرچہ محبوب خدا ہی کیوں نہ ہو اور
جب چار دیواری کے اندر دیکھتے ہیں تو خدا کی خدائی کو سمیٹ کر، شیخ الاسلام
کو خلاصۂ کائنات بنا دیتے ہیں۔ جب مقربین بارگاہ ایزدی کا ذکر ہوتا ہے تو
چوڑے اور چمار سے ذلیل نظر آنے لگتے ہیں اور جب گھر کی بات ہو تو خدا بھیس
بدل کر ان کے گھروں میں آجاتا ہے۔ کیا کہنا ان کے دین وایمان اور اس ذوق
ومشرب کی رعنائیوں کا ؎

احباب کی یہ شان حریفانہ سلامت
دشمن کو بھی یوں زہر اگلتے نہیں دیکھا

Marfat.com

یہاں پر محسوس ہوتا ہے کتاب ادھوری رہ گئی ہے۔ جتنا حصہ دستیاب ہوا شائع کیا گیا ہے

[illegible] ہو سکا ہے۔

[illegible]

۲۰۱۶ء

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com